UNIVERSAL
LIBRARY

OU-234511

UNIVERSAL
LIBRARY

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ

بفضل خلاق دوجہان مالک کون ومکان رسالہ نفیسہ مسمی بہ

# نصرۃ المجتہدین بترجمۃ غیر المقلدین

مصنفہ فاضل لوذعی عالم یعنی جناب مولوی حکیم وکیل احمد صاحب سکندرپوری عم فیضہ

در مطبع کارنامہ بکھنؤ باہتمام
محمد یعقوب حلیہ طبع پوشید

# بصرت العبیدین بر دعوات یزیدیہ


| صفحہ | مضمون |
|---|---|
| ۹ | دیباچہ کتاب و وجہ تسمیہ کتاب و ترتیب کے |
| ۴ | بحث نہ مجاز اصل ہونے احادیث فہرستہ |
| | نہیں ہوا جو کچھ گئے۔ |
| | بحث اسکی کہ زندہ گان آسمان کا تکلیف |
| | سراسر ہم جہود ہیں بھی یہ تکلیف فیہ تھا |
| ۳ | حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آیت تین تھے |
| ۴ | غلطی مؤلف نظر مبین تحقیق تجاری |
| ۵ | بحث اسکی کہ لفظ قال یقول سے جملہ |
| | نہیں سمجھا جاتا ہے |
| ۶ | بحث اسکی کہ عبد الجبار بن وائل نے پدر سے |
| | کچھ نہیں سنا۔ |
| | جواب حنفیہ از مالکیہ احادیث ہذا سے |
| | اقرار پروازی مؤلف نظر مبین |
| | بسنن داقطنی و سنن ابن ماجہ پر۔ |
| ۸ | غلطی ترجمہ حدیث مؤلف نظر مبین |
| ۹ | وجہ ندوالت کہنے قال کی نماز میں پر |
| ۱۱ | بحث سند ضعف احادیث سے مبین |
| | رد اقوال بخاری تضعیف حدیث سے مبین |
| ۱۳ | بحث اسکی کہ علقمہ بن وائل نے ابا جحیفہ |
| ۱۴ | تحقیق اس مسئلہ کی زمان بین کے |
| | ساتھ نکاح کرکے بحجت کرنے سے حد |
| | ساقط ہو جاتی ہے۔ |
| ۱۵ | بحث واجب ہونے تعزیر کی ذوالرحم |
| | سیاق حدیث تعزیر۔ |
| ۱۶ | بحث ساقط ہونے حد ذوی کے شبہات |
| ۱۸ | تحقیق اس مسئلہ کی کہ زنا بذات محصن |
| | نہیں ہوتا ہے۔ |
| | مقدمہ مولوی مقدمہ ثانیہ مقدمہ ثالثہ |
| | مقدمہ رابعہ |



| صفحہ | مضمون |
|---|---|
| ۲۶ | تحقیق اس بات کی کہ اگر شوہر عورت سے کہے کہ |
| | چل پر برابر نہیں ہی تو نہ ہوگا جب تک |
| | صاحب زنا کی تہمت نہ دے۔ |
| ۲۷ | تحقیق اس مسئلہ کی کہ گیڑی مسیح میں نہیں |
| | درست ہے۔ |
| ۲۷ | تحقیق اسکی کہ نماز میں قرأت دل کے پڑھنے سے |
| | نماز فاسد ہوتی ہے۔ |
| | تحقیق اسکی کہ جسے صوت کرا کر اکیلا کھڑا ہو گیا تو |
| | نماز نہ ہوگئی نہ فاسد۔ |
| ۲۸ | تحقیق اسکی کہ اعتکاف میں مرد کی نماز ہے |
| | جانا چاہیے۔ |
| ۲۹ | تحقیق اسکی کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں |
| | اور پانچ کی حدیثیں منسوخ ہیں۔ |
| ۳۰ | تحقیق اسکی کہ جلسہ استراحت نماز میں نہیں |
| ۳۱ | تحقیق اسکی کہ رائے اپنے غلام کو مدار سے کہ قدیم |
| | امام وسلطان کا کام ہے۔ |
| ۳۲ | تحقیق اسکی کہ بعد احرام تین بار ضرورت کہہ سکتا ہے |
| | کہ یا نہیں یا کفارہ دم لازم ہوگا۔ |
| ۳۳ | تحقیق اسکی کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک علم قادر |
| | مقدار فسخ میں نافذ ہی ظاہر و باطن۔ |
| ۳۵ | بحث اسکی کہ حدیث متعلق مطلقہ ثلاثہ دو میں ہیں |
| | مؤلف نظر مبین نے سمجھا۔ |
| ۳۷ | بلغات امام محمد کہ مسئلہ ہیں۔ |
| | قصد کا ہونا قتل کی حد ہونے کے ساتھ اور اسکی |
| | تصحیح کہ وسطے شاہد ہے |
| | بحث تعلیقات بخاری۔ |
| ۳۸ | بحث اسکی کہ اقوال افعال ہیں۔ |
| | شق موضع دو حدیث |
| ۳۹ | سنن ابو [illegible] بغیر برکت حدیث |
| | منسوخ ہیں۔ |
| | تحقیق اسکی کہ ذمی و اہل حرب |
| | کا بی ذمہ کا عقد ذمہ نہیں ٹوٹتا ہے |
| | اور سکی واجب ہے۔ |
| ۴۲ | تحقیق اسکی کہ جار کرنے [illegible] نہیں اگر وہ |
| | نہ کریا اور بسبب نے سے کہ اسی گیا تو نماز اسکی باطل ہو گئی |
| ۴۴ | تحقیق مسئلہ اشہاد کی حاضری کے وسط۔ |
| ۴۵ | بحث اسکی کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک [illegible] |
| ۴۶ | تحقیق اسکی کہ سنت جمع بعد اقامت نہیں ہے |
| | درست ادا و قضا ہے یہ امر منقول ہے |
| ۴۹ | سنت ادا کرنے کا ثابت ہونا حاضر و فوت طریقہ |
| ۵۰ | تحقیق اسکی کہ جہاں مین [illegible] اور ثانی |
| | شیر سلام پر جہر نہیں۔ |
| ۵۲ | تحقیق اسکی کہ عدم ذکر فی الکتاب ذکر کے وجوب کو نہیں |
| ۵۳ | ہدایت ثابت و واقع میں جمع بعد عصر |
| ۵۵ | تحقیق حدر اللیہ۔ |
| ۵۶ | تحقیق اسکی کہ باب اضاع میں صرف عورتوں کی گواہی |
| | مقبول نہیں۔ |
| | بحث حدیث قہقہہ |
| ۵۹ | تحقیق اسکی کہ اگر عورت و مرد کا نہ ہوں اور نہیں ہے |
| | سلطان ہو اور دوسرا گواہ فراہم |
| ۵۹ | بحث حدیث فلاں |
| ۶۰ | تحقیق |
| | رسم واجب ہے۔ |
| ۶۱ | تحقیق اسکی کہ مرد صاحب ہو غلام کے قتل سے |
| | نہیں واجب ہے۔ |
| | بحث نکاح شغار۔ |
| ۶۳ | بحث نذر کا بجالانا |
| | معارض میں نسخ کیا جائے |
| | یہ ترک کر دیا جائے |

| | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|
| | رہا ہے کہ ہو تعدیل ارکان نماز میں | |
| | علم ترک واجب ہے | ۹۲ |
| | تحقیق اسکی کہ سورہ اوجلسہ استراحت واجب ہے یا | ۹۳ |
| | تحقیق اسکی کہ گھٹنوں کی نماز میں قرارت آہستہ مستحب ہے | ۹۴ |
| | تحقیق اسکی کہ سجدہ کی نیت رکوع سے ضروری نہیں | ۹۵ |
| | تحقیق اسکی کہ شہر آگرہ میں قربانی جائز ہے | ۹۶ |
| | بحث وزنہ عاشورا کا | ۹۷ |
| | تحقیق عشر غلہ وغیرہ | ۹۸ |
| ۷ | تحقیق استحباب تقبیل کی | ۹۹ |
| | بحث اسباب اختلاف ائمہ | ۱۰۰ |
| | بحث اسکی کہ مال تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں | ۱۰۱ |
| | تحقیق اسکی کہ نماز جمعہ کا وقت ہے یا نہیں | ۱۰۲ |
| ۷۷ | تحقیق اسکی کہ مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے | ۱۰۳ |
| ۷۸ | بحث اسکی کہ حدیث مصراۃ صحیح ہے | ۱۰۴ |
| ۷۹ | تحقیق مسئلہ مزارعت ومساقات | ۱۰۵ |
| ۸۱ | ذکر اول احادیث کا جو میں مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مروی ہے اور بیان اسکے معارض کا اور اوسکا جواب | ۱۰۶ |
| | تحقیق اسکی کہ اگر حدیث سنت صبح کی فوت ہو جائے تو قبل طلوع آفتاب کے پڑھی جاوے یا نہیں | ۱۰۷ |
| | تحقیق اسکی کہ اگر حدیث سنت صبح کی فوت ہو جائے تو بعد طلوع آفتاب کے اوسکو پڑھ لے | ۱۰۸ |
| ۸۲ | بحث اسکی کہ حدیث نسخ مقدم ہے حدیث اجارت پر | ۱۰۹ |
| | بحث اسکی کہ حکایات نماز میں خصوص نہیں ہوتا ہے | ۱۱۰ |
| ۸۴ | تحقیق اسکی کہ رکوعت اخیر ظہر وغیرہ میں قرآن پڑھنا فرض نہیں سنت ہے | ۱۱۲ |
| ۸۰ | تحقیق اسکی کہ وقت تکبیر تحریمہ نماز کا کونسا ہے یعنی ما مسنون ہے یا ملحون تک | ۱۱۴ |
| ۸۹ | تحقیق اسکی کہ اول سنت فجر کی دوسری سنت پر امام کے نزدیک پڑھنی چاہئے اور صحیحین کا کیا مطلب ہے | ۱۱۶ |
| ۹۰ | | ۱۱۹ |
| | رہا ہے کہ ہو | |
| | ذکر مسافت جو ابن سبیل وغیرہ عبادت میں معتبر ہے | ۱۱۹ |
| | جوابات صحابہ تقریب جس سے نفی ثابت ہوتا ہے | ۱۲۰ |
| | ذکر ابن حجر مکی وابن حجر عسقلانی | ۱۲۱ |
| | اقوال ائمہ سبعہ محدثین جن صحاح ستہ کے مؤلفین کے معاصر یا متقدمین ہیں | ۱۲۳ |
| | تفصیل اسکی کہ نواب صاحب بھوپال کی تصانیف کا قدر اونکے غیر معتبرین اور اونکے اعتبار کرنا نہیں جائز ہے | |
| | کیفیت تالیف نواب بھوپال | ۱۲۴ |
| | اقوال نواب بھوپال مواخذات نیلا اور مدیۃ | ۱۲۵ |
| | بحث اسکی کہ امام ابوحنیفہ روایات حدیث میں معتبر ہیں | |
| | اور ضباعت اونکی ثابت ہے اور نہیں جیسا کہ نواب بھوپال نے لکھا ہے | |
| | امام ابوحنیفہ کی حدیث کو معارض کہنا قیاس پر ذکر | ۱۲۷ |
| | ذکر کیفیت اولوالعزمی مذہب ابوحنیفہ | ۱۳۰ |
| | مناقب امام ابوحنیفہ | ۱۳۱ |
| | ابطال اقوال نواب بھوپال غیر مقلدین بابت امام ابوحنیفہ | ۱۳۹ |
| | ذکر بعض قلت وایات حدیث کے امام ابوحنیفہ سے | |
| | رد قول نواب بھوپال الجدید العلوم اور کتاب میں حسین امام کی نالیت اور مناقب صحیحہ سے انکار ہے | ۱۴۰ |
| | ذکر عبارت ابن عدی دون جو دال ہے اس پر کہ امام ابوحنیفہ کو فن حدیث میں دستگاہ تام تھی | ۱۴۱ |
| | رد اس قول کی جو نواب بھوپال نے اور انکے | ۱۴۲ |
| | ابن خلدون کا قول | |
| | ذکر شیوخ امام | ۱۴۳ |
| | رد اس قول | ۱۴۴ |
| | | ۱۴۶ |
| | بحث لطیف عبارت صحیح بخاری جس سے تراجم معوبات | |
| | انکار نسبت ثابت کیا ہے | |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| توضیح ابو حنیفہ اور سرائع اہلحدیث زبان حضرت شیخ صاحب سے | ۱۴ |
| مسئلہ ابو حنیفہ کو مسئلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قیاس کرنا اور انکو باب بین و گروہ ہلاک ہونے | ۱۴۹ |
| ذکر اسکا کہ "حنیفگی فقاہت نوشاقت کا محدثین کو اقرار ہے | ۱۵۰ |
| بحث قبول ہونے خبر واحد رسد کی از دیدہ ہمین ہی مراد نظر ہمین کی | ۱۵۱ |
| وجہ تسمیہ حنیفہ کی بحث | ۱۵۲ |
| ردامر مقبل کی کہ ابو حنیفہ از مہ سب کی جماعت حدیث دیدہ ہے | ۱۵۳ |
| ذکر اسکا کہ محل سنین اشارۃ حنیفہ از دیدہ | " |
| ذکر سند نوازی و غیر صاحبزادہ امام ابو حنیفہ | ۱۵۴ |
| ذکر صاحبزادہ امام اعظم | ۱۵۵ |
| ذکر صاحبزادہ حماد رابطہ ابو حنیفہ از ابراہیم | ۱۶۴ |
| عبارات محدثین و شروح در باب ثبوت علم و فقہ ابو حنیفہ | ۱۶۵ |
| ذکر دو ازدہ تابعین اور مجاہد و ترا بعین کا | ۱۶۶ |
| حنیفہ کے کثرت عبادت ثابت ہے | ۱۶۷ |
| بحث اسکی کہ کثرت عبادت موجب نیل مراتب نہیں ہے مراتب نظر صحابہ و صالحین بدون کثرت عبادت ہوا کرتے ہیں | ۱۷۲ |
| ردواس قول کا کہ کثرت عبادت کی بھی حرمت زمانہ نبوی صلعم ہی ہے کہ صحابہ و غیر ہمین بنا بر کثرت عبادت نکلتا ہے | ۱۷۳ |
| نشان کی شبیہ داری کی گئی اور کرنے سے اور ہونے | " |
| بحث اسکی کہ ترجیح بصنعہ فرض ہے اور فرد صنعہ | " |
| ذکر اسکا کہ ایک آیت کی کفایت کرنا درست ہے یا نہیں | ۱۸۰ |
| بحث قراءت قرآن فارسی ہمین | ۱۹۰ |
| بحث تعدیل ارکان اور اسکے واجب ہونے کی | ۱۹۱ |
| بحث اسکی کہ ترجیح بصنعہ فرض ہے اور فرد صنعہ | " |
| ردوں مرگون کی جو کثرت عبادت کو حنیفہ کہتے ہمین | ۱۶۸ |
| جواب اون مرگون کی دلائل کا | ۱۶۹ |
| رد قول مولف معیار و مولف نظر ہمین کے کہ ایک شب ہمین ہزار رکعت پڑھنا ممکن نہین ہے | ۱۸۰ |
| ذکر اسکا کہ انبیا اور اولیا سے بوجہ قوت ربانیہ کی تھوڑے عرصہ مین بہت کام ہو سکتا ہے | " |
| بحث نیت وضو | ۱۸۳ |
| بحث نماز نفال مرد کی تنہا کی جماعت سے تفصیل | ۱۸۴ |
| بحث اسکی کہ وضو مین ترتیب سنت مؤکدہ ہے واجب نہین | ۱۹۴ |
| مسح کل سر کا حنفیہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے | ۱۹۵ |
| مسح سر مین مسنون یہ ہے کہ سامنے سے ہو | " |
| نیت وضو مین سنت مؤکدہ ہے | " |
| تسمیہ عمد سے وضو حنفیہ کے نزدیک نہین ہے | " |
| بروقت قدرت کے پانی پر | " |
| تسمیہ سے وضو کرنے مین نیت شرط ہے | " |
| کلی کی کما ہی اظہر اور حنفیہ کا بیان | ۱۹۷ |
| بحث اسکی کہ چیونٹی کی کڑا اگر نجاست سے بھرا ہو تو نماز فاسد ہوگی | ۱۹۸ |
| حنفیہ کے نجاست معاف ہونے اور سند کے ساتھ نماز پڑھنا کا ہونا ذکر ہی ہے | " |
| بحث شروع کرنے نماز کی فارسی زبان مین اور بیان اوسکی کراہیت کا | ۱۹۹ |
| بحث اسکی کہ امام اعظم کے مذہب مین احتیاط زیادہ ہے | ۲۰۰ |
| بحث ترتیب وضو | " |
| نہ سمجھنا مولف نظر ہمین کا عبارت غنیہ کے مطلب کو اور غلطی فاش کرنا | " |
| بحث اسکی کہ نقہ پڑھنا فرض نہین اور نہ خلاف قرآن و حدیث نہین ہے | ۲۰۱ |
| بیان غیر مقلدین کی آزادی کا | ۲۰۲ |
| بحث اسکی کہ ہر مسئلے کی سند رسول اللہ تک پہونچانے کی ضرورت نہین | " |
| بحث اسکی کہ قیاس حرام نہین | " |
| ردواس قول کا کہ جو عربی سمجھتا ہے وہ قرآن بیشک سمجھ سکتا ہے | ۲۰۳ |
| بحث سند اقوال الئمہ | ۲۰۴ |
| بحث عمل بالحدیث کی | " |
| بحث تعارض احادیث کی | ۲۰۵ |
| بحث اسکی کہ امام اعظم کے مذہب مین احتیاط زیادہ ہے | ۲۰۶ |
| آزادی غیر مقلدین کی اور اوسکی بربادی کا بیان | ۲۰۸ |
| حنفیہ کی کثرت کا بیان | ۲۰۹ |


تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا

الحمد للہ علی الاعظم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الاکرم وعلی آلہ وصحبہ صدور العالم بعد از حمد ونعت برادران حق کی خدمت مین التماس ہے کہ اس زمانہ مین لعن وطعن کی گرم بازاری ہے زبانون پر کلمہ تکفیر وتفسیق وفروع فقہیہ ومسائل جزئیہ خلافیہ مین ایسی نزع برہی کہ از مشرق تا غرب پہونچی طرہ اوسپر یہ ہوا کہ ہر فرقہ کے طرف سے دوسرے فرقہ کے مقتداون پر تبرا ہونے لگا اہل تسنن نے مخالفین کا طریقہ اختیار کیا پس کے جھگڑے ایسے بڑہے کہ اہل خلاف کے مضحکہ کی باعث ہوئی عجب تر یہ ہے کہ جہلاء تبحر استعداد علمی مطلق ہین اون کو کلمات شرعیہ سے واقفیت وخبر نہین زبان درازی کرنے لگے بڑے تو بڑے چھوٹے سبحان اللہ ایسے بیباک ہوگئے کہ حضرات ائمہ خصوصاً حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ پر طعن وتشنیع کرنے لگے ؎ دل کو روؤن یا جگر کا غم کروں ۔ ایک ہین کس کس کا اب ماتم کروں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اس باب مین یہ ظفر مبین فی رد مغالطات المقلدین جو نظر سے گذری تو سخت حیرت ہوئی حنفیہ پر مؤلف ظفر نے شمشیر برہنہ کھینچی مگر بعون اللہ اوسی پر وہ اولٹ پڑی بہت امور اوسمین غیر واقعیہ مسطور ہین صدہا مطاعن اوسمین بسبب سوء فہم وقصور کے مذکور ہین بعض احباب اوسکی تردید کی طرف متوجہ ہوے ہین مستقل ایک رسالہ تحریر کر رہے ہین بالفعل یہ خیر خواہ حنفیہ بطور مقدمۃ الجیش کے چند خدشات پیش کرتا ہے اور ہفوات ظفریہ کا اظہار کرتا ہے اور اس تحریر مین ترتیب مضامین ظفریہ کا لحاظ نہین رکھا گیا بلکہ بطور نمونہ کے متفرق بہ نشان صفحات تعاقب کیا گیا اور نام اسکا نصرۃ المجتہدین بر دہفوات غیر المقلدین رکہا گیا حق جل شانہ اسکو منتفع بہ فرماوے اور عوام وخواص کو بذریعہ اسکے کجروی سے بچاوے رب افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین آمین مسئلہ سر آمین قولہ صفحہ ۱۶۱ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکہا ہے کہ امام اور مقتدی نماز مین آمین آہستہ کہین اور یہ مذہب امام اعظم اور امام مالک اور اہل کوفہ کا ہے سو امام اعظم اور امام مالک اور اہل کوفہ نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ان کسیں حدیثون کا اقول آمین سے بعض حدیثین مطلقاً مثبت جہر نہین اور بعض صحیح نہین اور جو حدیث صحیح مثبت جہر ہے اوسکی مخالفت ثابت کرنا دشوار ہے آسان نہین مؤلف نے بغیر غور کیے ہوے عمداً بقصد فریب دہی عوام کو مغالطہ دیا اور دعوی مخالفت مذہب امام اعظم کا اسیں حدیث کے ساتہ کر دیا قولہ پہلی حدیث ابوداؤد کی عن وائل بن حجر انہ صلی خلف رسول اللہ فجہر بامین رواہ ابوداؤد روایت ہے وائل بن حجر سے کہ اوسنے پیچہے نماز پڑہی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پس پکار کر کہی آمین اقول مخالفت اس حدیث کی ساتہ مذہب امام کے موقوف ہے ثبوت اس امر پر کہ

جہر آمین آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل دائمی تھا یا اکثری اور یہ مضمون اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا صرف ایک واقعہ حال کا بیان ہے **قولہ** دوسری حدیث عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ اذا تلی غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین حتے یسمع من یلیہ من الصف الاول رواہ ابو داؤد روایت ہے ابو ہریرہ سے کہا تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب پڑھتے ولا الضالین کہتے آمین یہانتک کہ سنتا تھا وہ شخص جو نزدیک آپ کے ہوتا صف پہلی میں **اقول** اس حدیث سے بھی فعل دائمی یا اکثری جہر آمین کا ہونا نہیں ثابت ہوا و لفظ دون ضعیف ہے واسطے مداومت کے تعین جیسا کہ محی الدین نووی نے شرح صحیح مسلم میں ابواب النوافل میں ترقیم کیا ہے اور عبد اللہ بن سالم بصری مکی نے ضیاء الساری شرح صحیح البخاری میں لکھا ہے قال النووی المختار انہ لا یقتضی الانکار الا الاصرار وکذا قال بقتضی المحصول انتہی یعنے کہا نووی نے کہ مختار مذہب یہ ہے کہ کلمہ کان کا نہیں چاہتا ہے مکرر ہونے کو اور نہ استمرار و دوام فعل کو اور ایسی کہا فخر الدین رازی نے محصول میں پس جو فعل ایک تبہ یا دو مرتبہ ہوا ہو وہ بھی کان یفعل کہنے کا اطلاق ہو سکتا ہے پس ہو سکتا ہے کہ کبھی آپ نے آمین پکار کر کہی ہو اور اوسپر مداومت نہ کی ہو راوی نے اوسکو بلفظ کان رسول اللہ الخ روایت کیا **قولہ** تیسری حدیث وعنہ قال ترک الناس التامین وکان رسول اللہ اذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین حتے یسمعہا اہل الصف الاول فیرتج بہا المسجد رواہ ابن ماجۃ اور روایت ہے ابو ہریرہ سے کہا کہ ترک کر دیا لوگوں نے آمین کہنا اور تھے رسول خدا جب کہتے ولا الضالین کہتے آمین یہانتک کہ سنتے تھے اول صف والوں کو پھر گونجتی مسجد اوسکے ساتھ **اقول** اس سے بھی ہمیشہ یا اکثر ہونا جہر آمین کا نہیں ثابت ہوتا کہ مخالفت مذہب امام کی اسکے ساتھ ثابت ہووے علاوہ ازیں اس حدیث کی سند ضعیف ہے بسبب اسکے کہ اوسکی رواۃ میں بشیر بن رافع ہے اور اوسکو بخاری اور ترمذی اور نسائی اور احمد اور ابن معین نے ضعیف کہا ہے عینی کی شرح ہدایہ میں ہے فی اسناد ہ بشیر بن رافع ضعفہ البخاری والترمذی والنسائی واحمد وابن معین انتہی **قولہ** چوتھی حدیث عن عطاء قال ادرکت مائتین من الصحابۃ اذا قال الامام ولا الضالین رفعوا اصواتہم بآمین رواہ البیہقی وابن حبان فی صحیحہ روایت ہے عطاء سے کہ پایا میں نے دو سو آدمی کو صحابہ سے جب کہی امام ولا الضالین بلند کرتے آواز ساتھ اپنی ساتھ آمین کہنے کی **اقول** یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ صحابہ کے فعل کی اسمیں خبر ہے اور بمقتضاے تحقیق مؤلف جیسا کہ صفحہ ۹ ظفر مبین میں ہے روایت موقوف جو صحابی کا قول و فعل ہو حجت نہیں اگرچہ یہ امر مہجور و غیر مخدوش ہے جیسا کہ تحقیق اسکی انشاء اللہ آویگی مگر چونکہ مؤلف نے اسی کو اختیار کیا کہ قول و فعل صحابی حجت ہیں بناء علیہ اوسپر یہ الزام ہے کہ یہاں اونہوں نے کیوں آثار صحابہ سے احتجاج کیا اور امام اعظم پر الزام مخالفت کا دیا علاوہ ازیں صحابہ کا طریقہ اس باب میں مختلف تھا حدیث چہارم سے تو معلوم ہوا کہ بہت سے صحابہ

جہر کرتے تھے اور حدیث سوم سے معلوم ہوا کہ زمانہ صحابہ مین آمین کا بلند آواز سے کہنا متروک ہوگیا تھا اور یہ انتہا اختلاف ائمہ کا ہوا پس اگر جہر کرنے والے اون صحابہ کے طریقہ سے احتجاج کرینگے جو جہر کرتے تھے تو آہستہ کہنے والے اون صحابہ کے فعل کو سند پیش کرینگے جو آہستہ کہتے تھے طبری نے تہذیب الآثار مین روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی آہستہ کہتے تھے آمین جیسا کہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین

الصحیح اما بما رواہ الطبری فی تہذیب الآثار حدثنا ابوکریب ابن عیاش عن ابی حصین عن ابی وائل قال لم یکن عمر و علی یجہران ببسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بآمین یعنے نہین جہر کرتے تھے عمر و علی نماز مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اور نہ سنا آمین کے قولہ ۱۲ تا یجہران حدیث قال عطاء آمین دعاء واسن ابن الزبیر وسن من وراءہ حتے ان المسجد لیرجۃ وکان ابوہریرۃ ینادی الامام لاتفتنی بآمین وقال نافع کان ابن عمر لایدعہ ویحضہم وسمعت منہ فی ذلک خیرا کہا عطاء نے آمین دعا ہے اور آمین کہا ابن زبیر نے اور جو پیچھے اونکے تھے یہانتک کہ گونج اوٹھی مسجد اور ابوہریرہ پکار کر کہدیتے تھے امام کو کہ مت فوت کر مجھسے کہنا آمین کا آواز کہا نافع نے نہین چھوڑتے تھے اوسکو یعنے آمین پکار کر کہنے کو ابن عمر بلکہ ترغیب دیتے تھے لوگون کو اوسپر اور سنا نافع نے ابن عمر سے کہ آمین پکار کر کہنے مین حدیث ہے روایت کیا اس حدیث کو بخاری نے **اقول** اسمقام مؤلف سے چند مغالطات سرزد ہوے ایک یہ کہ اس عبارت مین ایک تو قول عطاء کا کہ وہ تابعین سے ہین اور تین صحابہ ابن زبیر و ابوہریرہ و ابن عمر کا فعل مذکور ہے کوئی اسمین فعل یا قول آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نہین ہے پس الزام دینا ساتھ اسکے امام اعظم کو ساتھ مخالفت حدیث کے اور حجت پکڑنا ساتھ قول تابعین اور صحابہ کے باوجودیکہ مؤلف کے نزدیک صحابہ کے اقوال و افعال حجت نہین جز فریب دہی کے اور کیا ہے دوسرے یہ کہ ان سب اقوال کو مؤلف نے کہدیا کہ روایت کیا اسکو بخاری نے حال آنکہ اسمین سے ایک کو بھی بخاری نے روایت نہین کیا صحیح بخاری مین جسکا دل چاہے دیکھ لے کہ اوسمین اسمین سے کسی قول کی روایت نہین ہے البتہ یہ سب اقوال صحیح بخاری مین بلاسند مذکور ہین اور شراح صحیح بخاری قسطلانی و ابن حجر و عینی نے تصریح کی ہے کہ قول عطاء کا عبدالرزاق کے مصنف مین اور قول ابوہریرہ کا بھی اوسمین مروی ہے اور ایسہی قول نافع کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے اور فعل ابن زبیر کی روایت امام شافعی نے کی ہے اور پر ظاہر ہے کہ کسی امر کا کسی کتاب مین مذکور ہونا اور چیز ہے اور اوس کتاب مین اوسکی روایت ہونا اور چیز ہے پس یہ کہدینا مؤلف کا کہ روایت کیا اسکو بخاری نے خالی فریب سے نہین تیسرے یہ کہ ان آثار مین سے صرف اثر ابن زبیر تو بلند آواز کرنے پر آمین کے ساتھ دلالت کرتا ہے باقی قول عطاء کو تو مطلقاً اس بحث سے علاقہ نہین ہے کیونکہ

اونکے قول سے تو اتنا ہی معلوم ہوا کہ آمین دعا ہے اور یہ نہ معلوم ہوا کہ اسکو خفیہ کہی یا بلند آواز سے
بلکہ اسکے ساتھ اگر یہ امر منضم کردیا جاوے کہ اصل دعا مین اخفاء ہی مقتضائے آیت ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ
تو آہستہ کہنا ثابت ہوجاویگا اور ابو ہریرہ کے قول سے بھی زور سے کہنا نہین ثابت ہوتا ہے قسطلانی
شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین عند البیہقی کان ابو ہریرۃ یوذن لمروان فاشترط ابو ہریرۃ ان لا یسبقہ بالضالین
حتے یعلم انہ دخل فی الصف وکان کما کان یشتغل بالاقامۃ وتعدیل الصفوف وکان مروان یبادر الی الدخول
فی الصلوۃ قبل خروج ابی ہریرۃ فکان ابو ہریرۃ ینہاہ عن ذلک انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ ابو ہریرہ مروان
کی طرف سے موذن تھے اور وہ اقامت کہنے مین اور صفوف کے برابر کرنے مین رہتے تھے کہ مروان جلدی
نماز شروع کردیتے تھے اور ولا الضالین تک پہونچکے آمین کہدیتے تھے اسوجہ سے ابو ہریرہ نے انسے کہا
کہ تم سبقت آمین کے ساتھ نہ کیا کرو اور میرے شریک ہونے کے پہلے آمین سے فراغت نکیا کرو کہ مین اس
فضیلت سے محروم رہون اور وقت آمین کہنے کا نہ پاؤن اس سے صرف فضیلت اس امر کی معلوم ہوئی
کہ مقتدی اور امام دونون کا ایک وقت مین آمین کہنا بہتر ہے نہ یہ کہ زور سے آمین کہے اور قول نافع
کے ترجمہ کرنے مین مؤلف سے غلطی فاش ہوئی کہ جس سے اونکی سمجھ مین جہر کی فضیلت ثابت ہوئی
صحیح مطلب یہ ہے جو تیسیر القاری شرح صحیح بخاری مین مسطور ہے گفت نافع بود ابن عمر ترک نمیکرد آمین را
و بر می انگیخت مقتدیان را بر گفتن او و نافع گوید نشنیدم از ابن عمر درین باب خبر مرفوع و در بعضے روایات
خبر ایں ثنا نیہ است یعنے ثوابے انتہی مؤلف نے اپنے حسن لیاقت سے یا قصد مناقشت و مضدت سے
لایدعہ کی ضمیر کا مرجع اور فی ذلک کا مشار الیہ زور سے کہنے کو بنا دیا حالانکہ اس قول مین کہین اوسکا نشان
نہین ہے صرف اس قول سے اسیقدر ثابت ہوا کہ نافع نے ایک حدیث مرفوع ابن عمر سے فضیلت آمین مین
سنی اور ابن عمر آمین کہنے مین بڑا اہتمام کرتے تھے اور یہ نہین ثابت ہوا کہ زور سے کہتے تھے الغرض
ذکر کرنا ان اقوال و افعال کا معرض الزام امام ہمام مین عجائب روزگار سے ہے ع ببرین عقل و دانش
بباید گریست * قولہ حدیث عن عطاء قال ادرکت مائتین من الصحابۃ فی ہذا المسجد اذا قال الامام ولا
الضالین سمعت لہم رجۃ بآمین رواہ البیہقی روایت ہے عطاء سے کہ پایا مین نے دو سو آدمی کو صحابہ سے
پیچھے اس مسجد کے جب کہی امام نے ولا الضالین سنا مین نے اونکی آواز ساتھ آمین کہنے کے اقول یہ روایت عین
روایت سابقہ ہے جسکو مؤلف نے چوتھی حدیث کرکے تعبیر کیا ہے صرف بعض الفاظ کا فرق ہے اسکو
علحدہ حدیث بنانا بیفائدہ ہے اور اسکا جواب وہی ہے جو سابق مذکور ہوچکا قولہ ساتویں حدیث
عن وائل بن حجر قال کان رسول اللہ اذا قرء ولا الضالین قال آمین ورفع بہا صوتہ رواہ ابو داود

روایت ہے وایل سے کہا تم رسول خدا جب پہونچے ولا الضالین تک کہا آمین اور بلند کیا ساتھ آمین کہنے کے آواز کو اقول اس سے خفیہ رجب الزام درست ہو جب یہ حدیث اس مرید پر دلالت کرے کہ بلند کرنا آواز کا آنحضرت کا فعل دائمی یا اکثری تھا اور یہ امر اس حدیث سے نہیں نکلتا ہے قولہ آٹھویں حدیث عن نعیم المجمر قال صلیت وراء ابی ہریرۃ فقرء بسم اللہ الرحمن الرحیم ثم قرء بام القرآن حتی اذا بلغ ولا الضالین قال آمین روایت ہے نعیم مجمر سے کہا نماز پڑھی میں نے پیچھے ابوہریرہ کے پس پڑھی ابوہریرہ نے بسم اللہ پھر پڑھی سورہ فاتحہ یہانتک کہ جب پہونچے ولا الضالین تک کہا آمین اقول اس روایت میں کہیں جہر کا نشان نہیں صرف قال آمین ہے کہ جسکے معنی یہ ہیں کہ جب پہونچے ابوہریرہ ولا الضالین تک تو کہا انہوں نے آمین اور یہ عام ہے اس سے کہ آہستہ کہا ہو یا زور سے کہا ہو پس استدلال اور الزام سائل اس روایت کے نہیں درست ہے اگر یہ شبہ ہو کہ نعیم مجمر مقتدی ابوہریرہ کے تھے انہوں نے جب اس کو نقل کیا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے آمین ابوہریرہ سے سنی پس معلوم ہوا کہ انہوں نے بلند آواز سے کہا تو جواب اوسکا یہ ہے کہ خبر دینا نعیم مقتدی کا فعل ابوہریرہ سے مستلزم اس امر کو نہیں کما مر کہ بعد فراغت نماز کے ابوہریرہ نے نعیم سے بیان کر دیا ہو کہ میں نے آمین کہی یا یہ کہ جب ولا الضالین تک ابوہریرہ پہونچے انہوں نے آمین کہنے کے واسطے سکوت فرمایا نعیم اس وجہ سے سمجھ گئے کہ انہوں نے آمین کہی ورنہ یہ موقع سکوت کا نتھا یا یہ کہ نعیم بہت قریب ہوں ابوہریرہ سے کہ انکی آہستہ آمین کہنے سے بھی واقف ہو گئے ہوں الغرض اسکے اس قول سے کہ ابوہریرہ نے بعد ولا الضالین کے آمین کہی ہرگز یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے بلند آواز سے کہا نظیر اسکے اخبار صحابہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امور سریہ سے جو صحاح ستہ میں موجود ہیں کہ آن حضرت نماز عصر و ظہر میں فلاں فلاں سورت پڑھتے تھے یا درمیان دو سجدہ کے قعدہ میں یہ دعا پڑھتے تھے یا بعد سبحانک اللہ کے اور رکوع میں اور بعد رکوع کے اور قعدہ اخیرہ میں یہ دعائیں پڑھتے تھے اذکار امام نووی و عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی و کتب حدیث صحاح ستہ وغیرہ کو جو شخص دیکھیگا اس قسم کے روایات بہت پاویگا حالانکہ بالیقین آنحضرت سے یہ اذکار اور ادعیہ اور قرأت سور ظہر و عصر وغیرہ میں آہستہ ادا ہوتی تھی نہ بلند آواز سے پس اگر صرف ذکر کرنا مقتدی کا کہ ہمارے امام نے یہ لفظ ادا کی یا یہ دعا پڑھی مستلزم ثبوت جہر ہووے لازم آتا ہے کہ ان سب ادعیات سے آن حضرت کا بلند کرنا آواز کا ساتھ ان اذکار اور قرأت کے ثابت کیا جاوے قولہ نویں حدیث عن علی قال سمعت رسول اللہ اذا قال ولا الضالین قال آمین رواہ ابن ماجۃ روایت ہے علی سے کہ سنا میں نے رسول خدا سے جب کہا ولا الضالین کہا آمین اقول سنن ابن ماجہ میں یہ حدیث اس اسناد سے مروی ہے حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ خبردی ہمکو عثمان بن ابی شیبہ نے کہا انہوں نے کہ حدثنا حمید بن عبد الرحمن خبردی ہمکو جعبہ بن

عبدالرحمن نے کہا اونہون نے کہ حدثنا ابن ابی لیلےٰ خبر دی ہمکو ابن ابی لیلےٰ نے عن سلمۃ بن کہیل اونہون نے روایت کی سلمہ بن کہیل سے عن حجیۃ بن عدی اونہون نے روایت کی حجیہ سے عدی سے عن علی اونہون نے روایت کی علی مرتضےٰ سے اور یہ حدیث ساتہ اس اسناد کے محدثین کے نزدیک مخدوش ہے حافظ ابن حجر کی تلخیص الحبیر مین ترقیم ہے قال ابن ابی حاتم فی العلل کہا ابن ابی حاتم نے اور جو احادیث محدثین سے ہین کتاب العلل مین سالت ابی پوچہا مین نے اپنے باپ سے یعنے ابو حاتم سے عن حدیث حدثنا احمد بن عثمان بن حکیم حدثنا یحییٰ عبدالرحمن عن عیسےٰ بن المختار عن ابن ابی لیلےٰ عن سلمۃ بن کہیل عن حجیۃ بن عدی عن علی انہ سمع النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول آمین حین یفرغ من قراۃ فاتحۃ الکتاب یعنے اوس حدیث سے کہ خبر دی ہمکو اوسکے احمد نے اونہون نے کہا کہ خبر دی ہمکو یحییٰ نے روایت کی عیسےٰ سے اونہون نے ابن ابی لیلےٰ سے اونہون نے سلمہ سے اونہون نے حجیہ سے اونہون نے حضرت علی سے کہا اونہون نے کہ سنا مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہتے تہے آپ آمین جب فارغ ہوتے تہے سورہ فاتحہ کے پڑہنے سے فقال لیس جواب دیا ابو حاتم نے ہذا عندی خطا کہ یہ روایت حضرت علی سے میرے نزدیک خطا ہے انما ہو حجر بن عنبس عن وایل نہین ہے یہ روایت آمین سننے کی آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مگر حجر بن عنبس سے اونہون نے روایت کی وائل سے کہ اونہون نے آمین سنی اور حضرت علی سے سننا آمین کا نہین ثابت ہے وہذا من ابن ابی لیلےٰ فانہ کان سیئ الحفظ انتہی یعنے یہ خطا کہ وایل کی روایت علی کی ذکر کی گئی اور حجر کی عوض حجیۃ کا ذکر ہوا ابن ابی لیلےٰ سے ہے اور یہی وہ سیئ الحفظ ہے حافظہ مین اونکی کسیقدر قصور تہا اور سوائے انکے جتنے تلامذہ سلمہ بن کہیل کے ہین وہ سب اسکو سلمہ کی روایت حجر سے اونکی روایت وائل سے نقل کرتے ہین ہرگاہ معلوم ہوا کہ یہ روایت حضرت علی کی نہین ثابت ہوئی استدلال اور الزام دینا مؤلف کا ساتہ اس حدیث کے ساقط ہوا علاوہ ازین اگر یہ روایت ثابت ہو تو آہستہ کہنا حضرت علی کا آمین کو جیسا کہ سابقا تہذیب الآثار سے منقول ہو چکا باوجودیکہ اونہون نے آن حضرت سے بلند آواز سے آمین سنی شاید اس امر پر ہے کہ بلند آواز سے کہنے کو حضرت علی امر ضروری و مسنون دائمی نہ سمجہے ورنہ خود موافق فعل مسنون کے عمل کرتے اسقدر حنفیہ سے الزام اوٹہانے کے واسطے کافی ہے **قولہ** دسویں حدیث عن عبدالجبار بن وایل عن ابیہ قال صلیت مع النبی فلما قال ولا الضالین قال آمین وسمعناہ رواہ ابن ماجۃ روایت ہے عبدالجبار بن وائل سے اوسنے نقل کی اپنے باپ سے کہا نماز پڑہی مین نے ساتہ نبی کے پس جب کہا آنحضرت نے ولا الضالین کہا آمین پس ہمنے سنا **اقول** الزام ساتہ اس روایت کے جب درست ہو کہ یہ حدیث باین سند صحیح ہو حالانکہ اس حدیث مین انقطاع ہے بسبب اسکے کہ عبدالجبار نے اپنے باپ وائل بن حجر حضرمی صحابی سے کوئی حدیث نہین سنی بلکہ وہ اپنے باپ کے چہ مہینے انکے انتقال کے بعد پیدا ہوے

پس درمیان عبد الجبار کے اور اونکے باپ کے کوئی راوی چھوٹ گیا اور ایسا انقطاع صحت حدیث مین مضر ہے
حافظ ابن حجر عسقلانی نے تلخیص الانکار تخریج احادیث الاذکار مین اور تلخیص الحبیر مین جابجا لکھا ہی کہ عبد الجبار
لم یسمع من ابیہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہین سُنا اور جامع ترمذی کی کتاب الحدود مین ہی سمعت محمد یقول عبد الجبار
بن وائل بن حجر لم یسمع من ابیہ ولا ادرکہ ویقال انہ ولد بعد موت ابیہ باشہر یعنے سنا مین نے محمد بن اسمعیل
بخاری سے وہ کہتے تھے کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہین سنا اور نہ اونکا زمانہ پایا بلکہ وہ پیدا ہوے
بعد وفات باپ کے اور ابو سعد سمعانی نے کتاب الانساب مین لکھا سمن زعم انہ سمع اباہ فقد وہم لان وائل بن
حجرات وامہ حامل بہ وہو ضعیفۃ بعدہ بستۃ اشہر انتہی یعنے جس شخص نے گمان کیا کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے
سُنا اوسنے خطا کی کیونکہ جسوقت وائل نے انتقال کیا والدہ عبد الجبار کی حاملہ تھین بعد چھہ مہینے کے وفات
وائل سے اونھون نے وضع حمل کیا اور عبد الجبار پیدا ہوے اور ایسہی استیعاب فی اخبار الاصحاب تصنیف
ابن عبد البر اور اسد الغابۃ فی احوال الصحابہ تصنیف ابن اثیر جزری وغیرہ مین ہے **قولہ** گیارہوین حدیث
عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ اذا فرغ من قراءۃ ام القرآن رفع صوتہ وقال آمین رواہ الدار قطنی
وحسنہ والحاکم وصححہ **اقول** اس حدیث سے بھی الزام جب صحیح ہو جب دوانا بلند آواز سے آمین کا کہنا ثابت ہو
اس حدیث کا اور ایسہی اور احادیث صحیحہ کا جو رفع صوت پر دلالت کرتی ہین حنفیہ اور مالکیہ تین طرح سے
جواب دیتے ہین ایک یہ کہ یہ جہر ابتدا مین تھا بعد ازان متروک ہوگیا مگر یہ جواب ضعیف ہے بسبب اسکے کہ
اسکا ابتدا مین ہونا اور پھر منسوخ ہوجانا اثبات اسکا مشکل ہے دوسرے یہ کہ یہ جہر کبھی کبھی بیان
جواز کے واسطے تھا تا معلوم ہوجاوے کہ جہرا آمین کہنا بھی درست ہے اور مفسد نماز نہین اس سے یہ نہین لازم
کہ یہ جہر سنت ہوجاوے اور آہستہ کہنا خلاف سنت ہوجاوے تیسرے یہ کہ یہ جہر اتفاقا تھا نہ قصدا
پس جو شخص اون احادیث سے حنفیہ اور مالکیہ پر الزام دیتا ہے اوسکو ضرور ہے کہ ان احتمالات کو باطل
کرے **قولہ** بارہوین حدیث عن وائل قال سمعت رسول اللہ قرء غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال
آمین ومد بہا صوتہ رواہ الترمذی وابو داؤد والدارمی وابن ماجۃ روایت ہے وائل سے کہا کہ سُنا مین نے
رسول خدا سے کہ پڑہا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پس کہا آمین دراز کے ساتھ آمین کہنے کے آواز کو روایت کیا
اس حدیث کو ترمذی اور ابو داود اور دارمی اور ابن ماجہ نے **اقول** یہ حدیث اس لفظ کے ساتھ نہ سنن ابن
ماجہ مین ہے نہ سنن ابو داؤد مین ان دونون کی طرف نسبت کرنا اسکا افترا ہے اور ایسہی سنن دارمی مین بھی اس
حدیث کا نشان نہین اور بر تقدیر ثبوت اس روایت کے جواب اسکا وہی ہے جو سابقا گذر چکا **قولہ** تیرہوین حدیث
عن بلال انہ قال یا رسول اللہ لا تسبقنی بآمین رواہ ابو داؤد روایت ہے بلال سے کہ اونسے کہا یا رسول اللہ

نہ سبقت اردو بجیسہ آمین کے ساتھ مراد یہ ہے کہ جب مین سورہ فاتحہ آپ کے پیچھے تمام کرلیا کرون تب آپ آمین کہا کرین **اقول** اس حدیث سے تو فقط یہ امر ثابت ہوا کہ مقتدی و امام دونون کی آمین ساتھ واقع ہونا چاہیے اور جسوقت امام آمین کہے اوسیوقت مقتدی کو بھی کہنا چاہیے اور یہ امر کہ جہر پر موقوف نہین آمین خواہ جہر سے ہو یا آہستہ دونون تقدیر پر یہ مستحب ہے کہ مقتدی و امام دونون ایک ہی وقت آمین کہین پس اس سے پکار کر آمین کہنا کہان سے ثابت ہوا کہ مؤلف نے اس حدیث کو معرض الزام مین پیش کیا **قولہ** (۱۶۰) پھر ہون حدیث عن عائشۃ عن النبی قال ماحسدتکم الیہود علے شئے ماحسدتکم علے السلام والتامین رواہ ابن ماجۃ روایت ہے عائشہؓ سے اونہون نے نقل کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا نہین حسد کرتے یہود تمسے اوپر کسی چیز کے جسقدر کہ حسد کرتے ہین تمسے سلام کرنے مین اور آمین کہنے مین **اقول** ۞ ناصحادل مین ہی اتنا تو سمجھ اپنے کہ ہم * لاکھہ نادان ہوے کیا تجھسے بھی نادان ہونگے * ترجمہ آپ نے ماحسدتکم کا کہ صیغہ ماضی کا ہے غلط کیا ایک طفل مکتب بھی جانتا ہے کہ ماحسدتکم الیہود کے معنی نہین حسد کیا یہود نے تمہارا اوپر کسی چیز کے ہے سو وہ جواب نے لکھا اور اس حدیث مین تو کہین پکار کے آمین کہنے کا ذکر بھی نہین بلکہ خاص نماز مین آمین کہنے کا آہستہ خواہ پکار کے ذکر بھی نہین صرف اسیقدر اس روایت سے ثابت ہے کہ یہود اہل اسلام کا حسد کرتے ہین آمین کہنے پر اور سلام کرنے پر اسوجہ سے کہ وہ اس فضیلت سے محروم ہین پس اس سے فضیلت آمین کہنے کی اور سلام کرنے کی ثابت ہوئی پکار کر نماز مین کہنے سے کچھ غرض نہین اس حدیث کو معرض الزام مین پیش کرنا اور اس سے جہر آمین ثابت کرنا آپ ہی کا کام ہے **قولہ** (۱۶۱) پندرہوین حدیث عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ماحسدتکم الیہود علے شئے ماحسدتکم علے آمین فاکثروا عن قول آمین رواہ ابن ماجۃ فی باب الجہر بآمین روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ نے نہین حسد کیا تم پر یہود نے کسی چیز مین جیسا کہ حسد کیا تم پر آمین کہنے مین پس زیادتی کرو تم آمین کے **اقول** ۞ ابھی کم سخن ہین وہ نہین واقف * نماز کیا چیز ہے ادا کیا ہے * آپ کو یہ بھی نہین معلوم ہوا کہ اس حدیث مین کوئی لفظ ایسی نہین جس سے پکار کر کہنا آمین کا ثابت ہو ہر کوئی سمجھتا ہے کہ اس حدیث مین صرف فضیلت کثرت سے آمین کہنے کی ثابت ہوئی نماز مین ہو خواہ باہر نماز کے کسی اور دعا کے بعد آہستہ ہو یا پکار کے با اینہمہ اسکو معرض الزام مین ذکر کرنا اور اس سے پکار کے آمین کہنے کو ثابت کرنا خلاف عقل ہے ۞ گر نہین مکتب ست و ہین ملا * کار طفلان خراب خواہد شد * **قولہ** (۱۶۲) سولہوین حدیث بیہقی نے مرفوع روایت کی کہ حسد کیا یہود نے اوپر قبلہ کے وہ قبلہ کہ ہدایت کی گئی ہم طرف اوسکے اور گمراہ کیے گئے یہود قبلہ سے اور حسد کرتے ہین یہود اوپر جماعت کے اور حسد کرتے ہین اوپر آمین کے کہنے کے پیچھے امام کے **اقول** اس سے بھی صرف آمین کہنے کی فضیلت نماز مین اور حسد کرنا یہود کا اس عبادت پر ثابت ہوا نہ پکار کے آمین کہنا اور حسد کرنا یہود کا اس عبادت پر

اس امر کو مستلزم نہیں کہ وہ عبادت پکارکے ہو قولہ ستر ہوین حدیث عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ قال
اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین فانہ من وافق قولہ قول الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ رواہ البخاری
یہ روایت ہے ابوہریرہ سے کہ تحقیق رسول خدا نے فرمایا جب امام کہے ولا الضالین پس کہو تم آمین پس
تحقیق شان یہ ہے کہ جسکے قول نے موافقت کیا قول سے فرشتون کے بخشے جاتے ہین واسطے اوسکے وہ جو
اگلے ہین گناہ اوسکے اقول ۵ جھوٹ سچ باتون سے باز آؤ خدا کے واسطے ۵ جب رہو بس منہ نہ کھلواؤ خدا
کے واسطے ۵ حدیث تو یہ بہت صحیح ہے مگر اسکو جہر آمین کی دلیل بنانا اور اس سے آہستہ کہنے والون پر الزام دینا
محض غلط ہے کیا آپ کو نہین معلوم کیون نہ معلوم ہوگا یہ تو میزان منشعب پڑھنے والے بھی جانتے ہین کہ قال
کے معنی فارسی مین گفت اور اردو مین کہا اور قول کے معنی فارسی مین گفتار اور اردو مین بات اور قولوا کے
معنی فارسی مین بگویید اور اردو مین کہو تم ہے نہ اسکے معنی آہستہ کہنا ہے نہ پکار کے کہنا پس اس حدیث مین
صرف آمین کہنے کا بروقت کہنے امام کے ولا الضالین حکم ہے اور اوسکی فضیلت مذکور ہے جہر آمین سے
اور اس حدیث سے کچھ علاقہ نہین اور اگر قال بقول قولوا اور مثل اسکے اور صیغے جو لفظ قول سے مشتق ہین
پکار کر کہنے پر دلالت کرین تو صدہا آیات قرانیہ واحادیث نبویہ کے معنی فاسد ہوجائینگے ہر شخص سمجھتا ہے کہ معنے
قل ہو اللہ احد کے یہ ہین کہ کہہ تو اللہ یکتا و تنہا ہے کوئی اوسکا شریک نہین نہ یہ کہ پکار کر کہو اور معنی قل یا ایہا
الکافرون لا اعبد ما تعبدون کے یہ ہین کہ کہہ تو اے حبیب ہمارے کہ اے کافرو نہین بندگی کرتے ہین ہم اوس
چیز کی جسکی تم بندگی کرتے ہو نہ یہ کہ پکار کے کہو ظاہر ہے کہ یہ مضمون اگر کافر کے کہ دیا جاوے
تب بھی کافی ہوجائیگا اور معنی قولوا آمنا باللہ کے یہ ہین کہ تو ایمان لائے ہم ساتھ اللہ کے نہ یہ کہ پکار کر کہو
اور معنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کے یہ ہین کہ پناہ مانگتا ہون مین ساتھ رب فلق کے
اور رب ناس کے نہ یہ کہ پکار کے کہو اور ایسی بہت سی آیتین ہین کہ اوسمین لفظ قول یا کوئی صیغہ اس سے مشتق
موجود ہے اور معنی اوسکے صرف کہنے کے ہین نہ پکار کے کہنے کے جو شخص ترجمہ قرآن شریف پڑھا ہوگا اوسپر
یہ امر مخفی نہین رہیگا اور معنی حدیث اذا صبحتم فقولوا اللھم بک اصبحنا وبک امسینا وبک نحیی وبک نموت والیک
المصیر روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ابن سنی نے یہ ہین کہ جب صبح کرو تم تو پڑھو یہ دعا نہ یہ کہ پکار کے پڑھو اور
معنی حدیث اذا اضطجعت فقل بسم اللہ اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من غضبہ وعقابہ ومن شر عبادہ ومن ہمزات الشیاطین
وان یحضرون روایت کیا ہے اسکو ابونصر نے کتاب الابانۃ عن اصول الدیانۃ مین یہ ہین کہ جب لیٹو تم واسطے
سونے کے تو کہو یہ کلمات نہ یہ کہ پکار کے کہو اور معنی حدیث اذا کل احدکم طعامہ فلیقل اللھم بارک لنا فیہ وابدلنا
خیرا منہ روایت کیا اسکو ابوداؤد و ترمذی اور حاکم وغیرہ نے یہ ہین کہ جب قصد کرے کوئی کہانا کھانے کا

تو یہ دعا پڑھے نہ یہ کہ زور سے کہے اور معنی حدیث اذا ختم احدکم القرآن فلیقل اللھم انس وحشتی فی قبری رواہ کیا اسکو دیلمی نے مسند الفردوس میں یہ ہیں کہ جب ختم کرے کوئی شخص قرآن تو دعا پڑھے نہ یہ کہ پکار کے کہے اور معنی حدیث جو سنن دار قطنی وغیرہ میں مروی ہے اذا خرج احدکم من الخلاء فلیقل الحمد للہ الذی اذھب عنی مایؤذینی وامسک علی مانیفعنی یہ ہیں کہ جب کوئی شخص پاخانہ سے نکلے تو یہ دعا کہے نہ یہ کہ زور سے کہے اور معنی حدیث جو سنن ابوداؤد وابن ماجہ وغیرہ میں مروی ہے اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی ولیقل اللھم افتح لی ابواب رحمتک واذا خرج فلیسلم علی النبی ولیقل اللھم انی اسئلک من فضلک یہ ہیں کہ جب مسجد میں داخل ہوے تو پہلے آن حضرت پر صلوۃ وسلام ادا کرے بعد اوسکے یہ دعا پڑھے اللھم افتح لی الخ اور جب مسجد سے نکلے تو بعد سلام کے کہے اللھم انی اسئلک من فضلک نہ یہ کہ زور سے کہے اور معنی حدیث اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لک الحمد جو صحیح بخاری ومسلم وسنن نسائی وابن ماجہ وغیرہ میں مروی ہے یہی ہیں کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے پس تم کہو ربنا لک الحمد نہ یہ کہ پکار کے کہو اور صحاح ستہ میں ابن مسعود سے مروی ہے قال رسول اللہ اذا قعد احدکم فی الصلوۃ فلیقل التحیات الخ اور موطا مالک میں حضرت عمر سے مروی ہے قولوا التحیات للہ الخ ایسی ہی اور بھی روایات باب تشہد میں اسی لفظ سے وارد ہیں کہ جسکے معنی یہی ہیں کہ قعدہ میں تم یہ کلمات کہو نہ یہ کہ پکار کے پڑھو اور ایسے ہی اور بہت سی احادیث ہیں جنمیں یہی لفظ وارد ہے اور باتفاق علماء امت محمدیہ وہاں پکار کے کہنا مراد نہیں ہے پس ایسی لفظ فقولوا آمین سے کیونکر پکار کے کہنا سمجھا جاویگا اور ایسی ہماری ہو حدیث جو صفحہ ۶۰ امین مذکور ہے بلفظ اذا قال احدکم آمین وقالت الملائکۃ فی السماء آمین فوافقت احدیھما الاخری غفرلہ ماتقدم من ذنبہ یعنے جسوقت کہتا ہے ایک تم میں سے آمین اور کہتے ہیں فرشتے آسمان میں آمین پس موافق ہوتا ہے ایک کا کلمہ دوسرے کے بخشے جاتے ہیں اوسکے اگلے گناہ صرف آمین کہنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے پکار کے کہنے کا کیسی ہی شان نہیں اور موافقت آمین ملائکہ آمین بنی آدم میں صرف اسیقدر کافی ہے کہ دونوں کی آمین ایک وقت میں واقع ہووے خواہ پکار کے ہووے خواہ آہستہ سے اور ایسی ہی حدیث جو صفحہ ۶۰ امین بلفظ اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین مذکور ہے اور حدیث جو صفحہ ۶۰ میں ہے بلفظ اذا امن القاری فامنوا یعنے جسوقت آمین کہے پڑھنے والا پس کہو تم آمین اور حدیث ایسی جو صفحہ ۶۰ میں ہے بلفظ افا امن الامام فامنوا مذکور ہے اور ان تینوں احادیث میں صرف آمین کہنے کا حکم ہے پکار کے کہنے کا کہیں ذکر نہیں ہے **قولہ** فائدہ نماز میں پکار کر کہنے کے باب میں کیسی حدیث کا حکم ہے اور اسکے کہنے کا کیسی ہے تو گذر چکی ہیں لیکن آمین جہریہ کہنے کے باب میں دلیل امام اعظم اونکے مقلد جو حدیثیں کہ پیش کیا کرتے ہیں وہ یہ ہیں **اقول** ۵ بوے گل نہی تو نہ لالی تناقض ۴ جل جلالہ ۱۲

صاحب دیکھا تجھے ۔ یہ دعوے زبانی آپکا کہ امام ابوحنیفہ نے کہیں حدیث کی مخالفت کی کون سنے گا جو آپ کی تحریرات سابقہ کو دیکھے گا اور اس قول کو مہمل کہیگا جو آپ نے حدیثین بیان کہین اونمین سے بعض تو نفس آمین کہنے کی ہین پکار کے کہنے سے اونسے کچھ علاقہ نہین اور بعضون کی سند ضعیف ہی اونسے الزام ممکن نہین اور بعض جو صحیح و قوی ہین اونسے بھی الزام متصور نہین جب تک کہ ہمیشہ پکار کے کہنا یا اکثر اس طرحسے کہنا اونسے مواظبت نہو اور دلالت اون روایات کی سنت ہونی جہر پر نہو اور لیس فلیس قولہ پہلی حدیث روی شعبۃ عن سلمۃ بن کہیل عن حجر ابی العنبس عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ ان النبی قرء غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین وخفض بہا صوتہ رواہ الترمذی روایت کیا شعبہ نے سلمہ سے اونسے حجر ابو عنبس کے سے اونسے علقمہ بیٹے وائل کے سے اونسے اپنے باپ سے کہ تحقیق نبی نے پڑہا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پس کہا آمین اور پست کیا ساتہ اسکے آواز اپنی کو جواب اسکا دو طرح پر ہے اول یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے ہرگز لائق حجت پکڑنے کے نہین کیونکہ ترمذی جو اسکا مخرج ہے کہا اونسے کہ سنا مین نے محمد یعنے بخاری سے کہ کہتے تھے حدیث سفیان کی یعنی جسمین مدہا صوتہ یعنے دراز کیا حضرت نے ساتہ آمین کہنے کے آواز کو آیا ہی وہ حدیث بہت صحیح ہے شعبہ کی حدیث سے اس باب مین اور شعبہ نے اس حدیث مین خطا کی کئی جگہ مین پہلی خطا شعبہ راوی اس حدیث مین یہ ہے کہا شعبہ نے حجر عنبس کا باپ ہے سو یہ اوسکی خطا ہے حجر تو عنبس کا بیٹا ہی اور کنیت کیا جاتا ہے ابا سکن اقول یہ قول بخاری کا قابل اعتبار نہین اور شعبہ کی طرف نسبت خطا کی صحیح نہین اسوجہ سے کہ کتاب الثقات مین ابن حبان نے لکہا ہی حجر بن عنبس ابو السکن الکوفی وہو الذی یقال لہ حجر ابو العنبس یروی عن علی و وائل بن حجر روی عنہ سلمۃ بن کہیل انتہی یعنے حجر بیٹے عنبس کے کنیت اونکی ابو السکن ہی اہل کوفہ مین سے ہین اور اونہین کو حجر ابو العنبس بہی کہتے ہین روایت کرتے ہین احادیث کی علی مرتضے اور وائل بن حجر سے اور اونسے روایت کی سلمہ بن کہیل نے اس سے ثابت ہوا کہ جیسا کہ کنیت حجر کی ابو السکن ہے ویسا ہی ابو العنبس بہی اسکی کنیت ہی پس اگر شعبہ نے اوسکو ابو العنبس کہا تو کیا گناہ کیا اسیوجہ سے عینی شرح ہدایہ مین لکہتے ہین جزم بہ ابن حبان فی الثقات فقال کنیتہ کاسم ابیہ وقول محمد یکنی ابا السکن لا ینافی ان تکون کنیتہ ایضا ابا العنبس لانہ لا مانع من ان یکون لشخص کنیتان انتہی یعنے جزم کیا ساتہ اس امر کے کہ کنیت حجر کی ابو العنبس ہے ابن حبان نے کتاب الثقات مین اور کہا اونہون نے کہ کنیت اوسکی مثل نام اوسکے باپ کی ہے یعنے اوسکے باپ کا نام عنبس ہے اور یہی لفظ اسکی کنیت مین درج ہے اور قول محمد بخاری کا کہ کنیت حجر کی ابو السکن ہے منافی اس امر کی نہین کہ کنیت اوسکی ابو العنبس بہی ہووے کیونکہ کوئی مانع اس امر سے نہین کہ ایک شخص کی دو کنیت ہووین اور حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر مین بہی اسی امر کی تصریح کرتے ہین عبارت اونکی یہ ہی قلت وبہ اجزم

ابن حبان فی الثقات ان کنیتہ کاسم ابیہ ولکن قال البخاری ان کنیتہ ابو السکن انا مانع من ان یکون کنیتان انتہی **قولہ** دوسری خطا شعبہ کی یہ ہے کہ زیادہ کیا اس حدیث مین علقمہ بن وائل سے اور وہ ہیچ اس اسناد کے نہین ہے **اقول** یہ ہی قول بخاری کا غیر معتبر ہے اسوجہ سے کہ شعبہ ثقہ ہے اور اصول حدیث مین مقرر ہے کہ زیادتی ثقات کی مقبول ہے پس اگرچہ اور تلامذہ سلمہ بن کہیل کی سند اس حدیث مین علقمہ کا ذکر نہین کرتے ہین بلکہ عن حجر بن العنبس عن وائل کہتے ہین لیکن شعبہ کی روایت مین اگر زیادتی واسطے علقمہ کے ہوئی تو کچھ منافات نہین ہوتی یعنی کہتے ہین وقولہ زادفیہ علقمہ لایفر لان الزیادۃ من الثقۃ مقبولۃ ولاسیما من مثل شعبۃ انتہی یعنے قول بخاری کا کہ زیادہ کیا شعبہ نے علقمہ کو کچھ ضرر نہین اسوجہ سے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے خصوصاً زیادتی ایسی ثقہ کی جیسا شعبہ ہے اور حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر مین کہتے ہین قال واختلفا ایضا فی شئ آخر فی نسوۃ یقول حجر عن وائل وشعبۃ یقول حجر عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ یعنے کہا ابن قطان نے بعد ذکر اختلاف شعبہ وسفیان کے لفظ حجر بن عنبس و حجر ابی العنبس مین کہ مختلف ہوے وہ دونون یعنے سفیان ثوری اور شعبہ کہ دونون اس حدیث کو سلمہ سے روایت کرتے ہین ایک اور چیز مین وہ یہ کہ ثوری تو سند مین کہتے ہین حجر عن وائل کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حجر بن عنبس نے وائل بن حجر سے بلا واسطہ روایت کی اور شعبہ کہتے ہین عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حجر نے علقمہ سے اور علقمہ نے وائل سے روایت کی اور انہون نے اپنے باپ وائل سے انتہی کلامہ ابن حجر قلت لم یقف ابن القطان علی ما رواہ مسلم والبیہقی فی سننہ حدثنا عمرو بن مرزوق حدثنا شعبۃ عن سلمۃ بن کہیل عن حجر عن علقمۃ بن وائل عن وائل قال رأیت سمعہ حجر عن وائل قال قال النبی فذکر الحدیث وہکذا رواہ ابوداؤد الطیالسی فی مسندہ عن شعبۃ عن سلمۃ سمعت حجرا ابا العنبس سمعت علقمۃ عن وائل وقال وسمعہ من وائل انتہی محصل اسکا یہ ہے کہ ابوداؤد طیالسی اور مسلم کی روایت سے جو بطریق شعبہ مروی ہے ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حجر نے علقمہ سے اور علقمہ نے اپنے باپ وائل سے روایت کی اور حجر نے بلا واسطہ بھی اس حدیث کو وائل سے سنا پس معلوم ہوا کہ زیادہ کرنا علقمہ کا جو شعبہ کی روایت مین ہے خطا نہین ہے اور روایت سفیان ثوری کی جسمین روایت حجر کی وائل سے ہے علقمہ کا اوسمین ذکر نہین منافی نہین ہے بلکہ حقیقت الامر یہ ہے کہ حجر نے علقمہ سے اور اوسکے باپ وائل سے دونون سے اس حدیث کی روایت کی سفیان ثوری کی روایت مین حجر عن وائل وہوتع ہوا اور شعبہ کی روایت مین حجر عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ وائل واقع ہوا پس اگر صرف روایت حجر کی وائل سے بلا واسطہ ثابت ہوتی تو البتہ زیادتی علقمہ کی جو روایت شعبہ مین ہے خطا ہوتی تنبیہ یہان سے یہ بھی معلوم ہوا جیسا کہ بعضے وہابی اس روایت شعبہ مین یہ خدشہ کرتے ہین کہ علقمہ کا سننا کسی حدیث کا اپنے باپ سے

تو یہ دعا پڑھے نہ یہ کہ زور سے کہے اور معنی حدیث اذا ختم احدکم القرآن فلیقل اللھم انس وحشتی فی قبری روایت کیا اسکو دیلمی نے مسند الفردوس میں یہ ہیں کہ جب ختم کرے کوئی شخص قرآن تو یہ دعا پڑھے نہ یہ کہ پکار کے کہے اور معنی حدیث جو سنن دار قطنی وغیرہ میں مروی ہے اذا خرج احدکم من الخلاء فلیقل الحمد للہ الذی اذھب عنی مایؤذینی وامسک علی مانفعنی یہ ہیں کہ جب کوئی شخص پائخانہ سے نکلے تو یہ دعا کہے نہ یہ کہ زور سے کہے اور معنی حدیث جو سنن ابوداؤد وابن ماجہ وغیرہ میں مروی ہے اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی ولیقل اللھم افتح لی ابواب رحمتک واذا خرج فلیسلم علی النبی ولیقل اللھم انی اسئلک من فضلک یہ ہیں کہ جب مسجد میں داخل ہوے تو پہلے آن حضرت پر صلوۃ وسلام ادا کرے بعد اوسکے یہ دعا پڑھے اللھم افتح لی الخ اور جب مسجد سے نکلے تو بعد سلام کے کہے اللھم انی اسئلک من فضلک نہ یہ کہ زور سے کہے اور معنی حدیث اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد جو صحیح بخاری ومسلم وسنن نسائی وابن ماجہ وغیرہ میں مروی ہے یہی ہیں کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے پس تم کہو ربنا لک الحمد نہ یہ کہ پکار کے کہو اور صحاح ستہ میں ابن مسعود سے مروی ہے قال رسول اللہ ﷺ اذا قعد احدکم فی الصلوۃ فلیقل التحیات الخ اور موطا مالک میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے تو قولوا التحیات للہ الخ ایسی ہی اور بھی روایات باب تشہد میں اسی لفظ سے وارد ہیں جسکے معنی یہی ہیں کہ قعدہ میں تم یہ کلمات کہو نہ یہ کہ پکار کے پڑھو اور ایسے طرح اور بہت سی احادیث ہیں جنمیں یہی لفظ وارد ہے اور باتفاق علماء امت محمدیہ وہاں پکار کے کہنا مراد نہیں ہے جس ایسی لفظ فقولوا آمین سے کہ کر پکار کے کہنا سمجھا جاویگا اور ایسی ہی ہمارے ہوئے حدیث جو صفحہ ۱۰۶ میں مذکور ہے بلفظ اذا قال احدکم آمین وقالت الملائکۃ فی السماء آمین فوافقت احدھما الاخری غفر لہ ماتقدم من ذنبہ یعنے جسوقت کہتا ہے ایک تم میں سے آمین اور کہتے ہیں فرشتے آسمان میں آمین پس موافق ہوتا ہے ایک کا کلمہ دوسرے کے بخشے جاتے ہیں اوسکے اگلے گناہ صرف آمین کہنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے پکار کے کہنے کا کیسی اسمیں شان نہیں اور موافقت آمین ملائکہ و آمین بنی آدم میں صرف اسقدر کافی ہے کہ دونوں کی آمین ایک وقت میں واقع ہووے خواہ پکار کے ہووے خواہ آہستہ سے اور ایسی ہی حدیث جو صفحہ ۱۰۷ میں بلفظ اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین مذکور ہے اور حدیث جو صفحہ ۱۰۸ میں ہے بلفظ واذا امن القاری فامنوا یعنے جسوقت آمین کہے پڑھنے والا پس کہو تم آمین اور حدیث جو صفحہ ۱۰۹ میں ہے بلفظ واذا امن الامام فامنوا مذکور ہے اور ان تینوں احادیث میں صرف آمین کہنے کا یعنے پکار کے کہنے کا کہیں ذکر نہیں ہے **قولہ** فائدہ نماز میں پکار کر کہنے کے باب میں کیسی حدیث کا ذکر نہ کیا اور اصغر نے خلاف کیا ہو تو گذر چکی ہیں لیکن آمین جہریہ کہنے کے باب میں دلیل امام اعظم اونکے مقلد جو حدیثیں کہ پیش کیا کرتے ہیں وہ یہ ہیں **اقول** ؎ بوے گل لیکن نہ لالی تناقض ؎ حل ہوا ۱۲

غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پس کہا آمین اور پست کیا ساتھ اسکے آواز اپنی کو اس سے صاف نکلتا ہے کہ حضرت نے بہت زور سے نہین کہی سیانہ آواز سے کہی ہے **اقول** یہ تمہارا دعوے بے دلیل کون سنیگا جو سنیگا وہ یہی کہیگا ؎ یہ اوجھہ پڑنے کی خواجی نہین * بے محابا گفتگو اچھی نہین پر ظاہر ہے کہ خفض بمعنے آہستہ کہنے کے کتب لغت مین مسطور ہے اور محاورات عربیہ مین مستعمل و مشہور ہے پس یہ دعوے کہ اس حدیث سے خفیہ کہنا ہرگز نہین ثابت ہو قابل اعتبار کے نہین ہے **قولہ** اور ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف قرآن وحدیث کے یہ ہے کہ ہدایہ مین لکھا ہو کہ اگر کوئی شخص اپنے محرمات ابدی مثل ماں بہن بیٹی اور اونکے سوا جنکو حرام کیا خدا نے جانکر نکاح کرے اور صحبت کرے اسنے تو بھی اوسپر حد نہین آتی ہے اسلیے کہ محل شبہہ ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا ہے اس مسئلہ مین کلام اللہ کا بھی اور حدیث کا بھی اسلیے کہ جو شخص اپنی محرمات ابدی مثل ماں بہن وغیرہ سے نکاح کرے تو اوسکو قتل کر دینا چاہیے فرمایا اللہ تعالے نے حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم یعنے حرام کی گئین ہین تم پر تمہاری مائین اور بیٹیان تمہاری اور بہنین تمہاری **اقول** ؎ ظلم ہے احمقون کی سُنہ زوری * تنگ یہ بے لگام کرتے ہین * ہم کہین گے کچھ تو دل تھرائیگا * چھیڑ یہ اے کینہ جو اچھی نہین * آپ کو کچھ معلوم ہے کہ حد عرف فقہا مین کسکو کہتے ہین اور امام اعظم اوس شخص سے جو بعد نکاح کے اپنی محرمات ابدیہ سے صحبت کرے کیا چیز ساقط کرتی ہین اور کیا چیز اوسپر واجب کرتے ہین اور اسکی بھی آپ کو کچھ خبر ہے کہ مخالفت قرآن وحدیث کی کیا چیز ہے اور کسی شخص کے قول کا مخالف ہو جانا قرآن وحدیث کے اور اوسکا خلاف کرنا قرآن و حدیث کے ان دونون مین کیا فرق ہے ؎ عالمون کے دماغ کو پہونچے * جاہل اتنا ترا دماغ نہین * نہ پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل بے سمجھے بوجھے اعتراض کرنے پر تیار ایسے اعتراض پر اہل اسلام کی پھٹکار ؎ یہ دین وہ نہین جسکو کہ تو بگاڑ سکے * کدہر خیال ہے اتنی تری مجال نہین * اب ذرا کان کھولیے اور ہمسے چند باتین سنیے اور بیہودہ گوئی سے توبہ کیجیے **ایک** یہ کہ مخالف ہو جانا کسی مسئلہ کسی امام کا کسی آیت یا حدیث کے اور چیز ہے اور خلاف کرنا اوس امام کا اور چیز ہے پس اگر بالفرض یہ مسئلہ ما اور مسائل امام اعظم کے یا اور کسی امام کے مخالف قرآن وحدیث کے ہون تو اوسکو معلوم ہوے ہون تو اوسمین یہ کہنا کہ اس مسئلہ مین امام نے خلاف کیا قرآن وحدیث کو درست نہین ہے **دوسری** یہ کہ حد شرعاً مستحق سزا کا نام نہین ہے بلکہ اوس سزاے خاص مقدر کا جو شرعاً معوض ہے ایسے گناہ کے متعلق کی گئی ہو کہ اوسمین حق پروردگار ہو نہ حق بندہ کا پس تعزیر کو جو حاکم واسطے حسن انتظام وتادیب کے سکو سزا دیتا ہے حد نہ کہینگے اسوجہ سے کہ اوسکی مقدار شرعاً مقرر نہین ہے اور ایسی قصاص کو حد نہ کہینگے اسوجہ سے کہ وہ حق بندہ ہے حق الٰہی نہین ہے یہی حاصل ہے عبارت صاحب ہدایہ کا مختار الاسلام از آن

ہوئی الشریعۃ اسم لعقوبۃ مقدرۃ تجب حقا للہ تعالیٰ کالقصاص حد الانہ حق العبد والتعزیر بعدم التقدیر انتہی
اور عبارت زیلعی کا شرح کنز میں ہوئی الشرع اسم لعقوبۃ مقدرۃ تجب حقا للہ تعالیٰ کالقصاص التقدیر بالعدم حد
لانہ حق العبد انتہی پس مراد امام اعظم کے حد ساقط ہونے سے صورت مذکورہ میں یہ ہے کہ جو حد کہ زنا میں مقرر ہے یعنے
سو درے مارنا یا سنگسار کرنا وہ اس صورت میں واجب نہیں نہ یہ کہ مطلق سزا واجب نہیں پس قتل کر دینا صورت
مذکورہ میں منافی حد نہ واجب ہونے کے نہیں بلکہ قتل تعزیراً وسیاسۃً ہے اور تعزیر حنفیہ کے نزدیک گناہ میں
جسمیں حد شرعی نہ مقرر ہو یا کسی شبہہ سے حد ساقط ہو گئی ہو واجب ہے نصاب الاحتساب میں ہی التعزیر واجب
کالحد انتہی یعنے تعزیر دینا واجب ہے مثل حد کے اور تبیین شرح کنز میں ہی اجمعت الامۃ علی وجوب فی کبیرۃ لا توجب الحد
انتہی یعنے اتفاق کیا ہی امت محمدیہ نے اوپر واجب ہونے تعزیر کے اوس گناہ کبیرہ میں جو حد کو واجب نہ کرتا ہو
اور بحر رائق میں ہے کل من ارتکب معصیۃ لیس فیہا حد مقدر وثبت عند الحاکم فانہ یجب فیہا التعزیر انتہی یعنے
جو شخص مرتکب ہوا ایسی معصیت کا کہ اوسمیں حد مقدر شرعی نہیں اور ثابت ہو جاوے وہ معصیت اوس شخص پر
واجب ہے حاکم پر قائم کرنا تعزیر کا اوس شخص پر پس جو شخص محرمات کے ساتھ نکاح کر کے صحبت کرے اور حاکم
کے نزدیک یہ امر ثابت ہو جاوے اوسپر قائم کرنا تعزیر کا واجب ہوگا اور بقصد تعزیر حنفیہ کے نزدیک قتل بھی
جائز ہے اوطی اور ساحر اور زندیق وغیرہ کو قتل کرنا تعزیراً جائز رکھا ہے جیسا کہ درمختار ورد المحتار وغیرہ میں
مصرح ہے پس صورت مذکورہ میں قتل کرنا مستلزم اسکو نہیں کہ حد واجب ہو جاوے اور حد نہ واجب ہونا مستلزم
اسکو نہیں کہ بالکلیہ سزا ساقط ہو جاوے تیسری یہ کہ یہ دعوے کہ مذہب امام اعظم کے اوس حدیث سے مخالف
ہو قرآن وحدیث کے محض غلط ہی آیت قرآنیہ جو آپ نے بیان کی اوس سے تو مرور حرمت محرمات ابدیہ کی ثابت
ہوتی ہے اور اسکا کون منکر ہے اور یہ مضمون اوس سے ہرگز نہیں ثابت ہے کہ جو شخص ان سے نکاح
کر کے صحبت کرے اوسپر حد واجب ہے تا مخالفت لازم آوے اور حدیث جو آپ نے سنن ابو داود و نسائی
وابن ماجہ و دارمی و ترمذی سے ذکر کی اوس سے صرف اسیقدر ثابت ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ایسے شخص کی جسنے محرمات کے ساتھ نکاح کیا قتل کا اور گردن مارنے کا اور مال لینے کا حکم کیا اور پر ظاہر ہی
کہ یہ حکم بطور تعزیر وسیاست کے تھا نہ بطور حد کے اولاً اسوجہ سے کہ زنا کی صرف دو حد ہیں بالاتفاق اگر زانی
محصن ہو تو اوسکی حد سنگسار کرنا کنکریوں سے یہانتک کہ مر جاوے ہی اور اگر غیر محصن ہو تو حد اوسکی سو تازیانے کوڑے
مارنا ہی پس اگر گردن مارنا اور مال چھین لینا بھی حد ہونا لازم آتا ہے کہ زنا کی چار حد ہو جاویں حالانکہ یہ کسی عالم
بلکہ کسی مسلمان کا مذہب نہیں ہے ثانیاً اسوجہ سے کہ حکم قتل کرنے کا بہت سی احادیث میں وارد ہے
سنن ابو داود و نسائی وابن ماجہ میں مروی ہے کہ جو شخص چوتھی مرتبہ شراب پیوے اوسکو مار ڈالو اور جامع ترمذی

وسنن ابوداؤد وغیرہ مین مروی ہے کہ جو شخص لواطت کرے اوسکو قتل کرو اور سنن ابن ماجہ مین مروی ہے
کہ جو شخص کسی جانور سے جماع کرے اوسکو مارڈالو اور اوس جانور کو بھی مارڈالو اور سنن ابوداؤد وغیرہ مین
مروی ہے کہ جو شخص پانچوین مرتبہ چوری کرے اوسکو مارڈالو ایسی اور بھی بہت احادیث ہین جنمین کسی گناہ کی غرض تعین
قتل کا حکم ہوا ہے حالانکہ بالاتفاق قتل اون مواقع مین حد شمار نہین کیا جاتا ہے بلکہ تعزیراً سمجھا جاتا ہے
پس ایسی اس صورت مین بھی سمجھا جاویگا اور زیادہ تفصیل اس بحث کی القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم
مین موجود ہے جسکا دل چاہے دیکھ لے اس بحث مین ایسا رسالہ جامع ونافع بجز اس رسالہ کے تصنیف نہین ہوا
جزی اللہ مولفہا خیر الجزاء ولطف بلطفہ یوم الجزاء قولہ حنفیہ کہتے ہین کہ جو شخص اپنی محرم کے ساتھ نکاح
کرے اوسپر امام اعظم کے نزدیک اسلیے حد واجب نہین کہ اوسکے نکاح مین شبہہ پڑگیا جواب اسکا دو طرح پر ہے
اول یہ کہ یہ نکاح ہرگز ہرگز محل شبہہ نہین محل شبہہ جب ہوتا کہ اوسکو یہ نہ معلوم ہوتا کہ جس سے مین نے نکاح
کیا ہے یہ میری ماں ہے اور جب کہ ایک شخص نے عمداً اپنی ماں سے نکاح کر لیا اور اوس سے صحبت کرنے لگا
تو پھر بھلا کس بات کا اسمین شبہہ پڑا اقول کبھی فروع بنا لینگے پیش پا چراغ ۱۲ وہ ماہ ایک طرف کھڑے
ہزار چراغ ۱۲ آپکا جواب محض لغو ہے امام کی تحقیق کے سامنے اوسکی کیا وقعت ہے تفصیل اوسکی یہ ہے کہ
امام ابوحنیفہ اور ابن علی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ادرؤا الحدود
بالشبہات یعنے دفع کرو حدود کو ساتھ شبہون کے اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے ادفعوا الحدود عن عباد اللہ ما وجدتم لہ مدفعا یعنے دفع کرو بندگان خدا سے حدود کو جب تک
تمسے ہو سکے طریقہ دفع کا اور ترمذی اور بیہقی اور حاکم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم یعنے دفع کرو حدود کو اہل اسلام سے تا بمقدرت ان روایات سے یہ بات
ثابت ہوئی کہ مواقع شبہات مین حد کو ساقط کرنا چاہیے اور یہی امر مصنف ابن ابی شیبہ مین عقبہ بن عامر اور
ابوہریرہ اور معاذ اور عمر بن الخطاب سے اور خلافیات بیہقی مین علی مرتضے سے اور مسند مسدد مین ابن مسعود سے
مروی ہے کہ یہ حضرات بھی مقامات شبہات مین سقوط حد کا فتوے دیتے تھے تفصیل ان امور کی تحول جازم
مین مشرح ہے بعد تمہید اس امر کے معلوم کرنا چاہیے کہ شبہہ کی تین قسم ہین ایک شبہہ فی المحل وہ یہ ہے کہ ایسی
عورت سے بدون نکاح کے صحبت کرے کہ جسکی حرمت مین شبہہ ہو وے گو وہ اشتباہ ضعیف ہو جیسے اپنی پھوپھی
یا نوندی سے صحبت کرنا اور وہ محل اشتباہ اسوجہ سے ہے کہ حدیث مین وارد ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے ایک اعرابی سے فرمایا انت ومالک لابیک یعنے تم اور تمہارا مال سب تمہارے باپ کا ہے روایت کیا اسکو بزار
اور طبرانی اور ابن عدی اور ابن ماجہ وغیرہ نے اس روایت سے یہ اشتباہ ہو گیا کہ نوندی مما ملکت یمینہ ہے

بسبب اسی شبہہ کے ایسی صورت مین حد ساقط ہوگئی دوسرے فی الفعل وہ کہ نفس صحبت مین زانی کو شبہہ حلت کا ہوجاوے اور کسی وجہ سے وہ اوس صحبت کو حلال سمجھنے لگے گو محل وطی یعنے عورت کی حلت پر کوئی دلیل صورت شبہہ نہووے جیسے اپنے باپ کی لونڈی سے صحبت کرنا کہ ایسی لونڈی کی حلت مین کوئی دلیل شرعی نہین آئی ہو کہ جس سے اشتباہ حلت کا ہووے مگر بسبب کمال انسباط وارتباط کے شبہہ اس بات کا ہوسکتا ہے کہ باپ کی لونڈی سے صحبت کرنے مین کچھ حرج نہین جیسے اوسکے کہانا کھانے مین کچھ حرج نہین تیسرے شبہہ بالعقد وہ یہ کہ بسبب عقد نکاح کے اشتباہ واقع ہوگیا جیسے کسی مجوسیہ سے نکاح کرکے یا کسی کی بی بی سے نکاح کرکے صحبت کی باین خیال کہ نکاح سے صحبت منکوحہ سے حلال ہے ان سب شبہات مین باقتضاے روایات مرفوعہ وموقوفہ سابقہ حنفیہ نے سقوط حد کا حکم دیا ہے اور اپنی تصانیف مین ان سب کی صورتون کو مفصلاً مذکور کیا ہے پس درصورت نکاح محارم شبہہ بالعقد کی وجہ سے سقوط حد کا حکم دیا کیونکہ جب اوسنے اپنی محرم کے ساتھ نکاح کرلیا اور صحبت کرنے لگا تو یہ صحبت اوسکی مبنی اوسکے نکاح پر ہوئی اور نکاح نے اشتباہ حلیت صحبت کو اشتباہ خفیف ہو پیدا کردیا اور سبوجہ سے اگر اپنے محارم سے بدون نکاح صحبت کرے اوسمین باتفاق حد واجب ہے پس اس مقام پر نشاء اشتباہ کا نفس عقد ہی خواہ وہ جانے کہ یہ عقد حرام ہے اور میری اوسکی بہن ہے یا نہ سمجھے پس جب اوسنے بعد عقد کے صحبت کی یہ کہہ سکتے ہین کہ اوسنے اپنی منکوحہ سے صحبت کی اور منکوحہ سے صحبت حلال ہے پس اسقدر اشتباہ گو اشتباہ ضعیف ہو دفع حد کے واسطے کافی ووافی ہے **قولہ** ہم اپنے ایمان بہن کے ساتھ نکاح کرنے والے پر حد واجب ہونے کا قایل ہونا معاذ اللہ پیغمبر کے حق مین یہ اعتقاد کرنا ہے کہ انہون نے اس مسئلہ کو نہین سمجھا تھا اگر سمجھتے تو بسبب محل شبہہ ہونے کے اسکو قتل کا حکم کیون دیتے **اقول** یہ آپکی نافہمی کی بات ہے پیغمبر نے یہ کب فرمایا کہ یہ میرا حکم بطور حد مقرر سقدر کے ہے اور اہل علم اس امر سے واقف ہین کہ بسبب شبہہ کے حد ساقط ہوتی ہے نہ تعزیر بلکہ وہ سواقع شبہات مین بھی واجب ہوتی ہے فصاب الاحتساب مین ہے الحد یندرئ بالشبہات والتعزیر یجب مع الشبہۃ انتہی پس آپکا حکم قتل جو تعزیراً اور سیاسۃً تھا مخالف سقوط حد کے کیونکر ہوا اور شبہہ منافی حکم قتل کے کس طرح ٹھہرا بڑا تعجب ہے کہ ایسی ناسمجھی اور پھر ایسی جرأت اعتراض پر باز آتا ہی نہین وہ کچھ ہی کہے سنے ولیکن ہم کو بات سیدھی کہنی اولٰی ہی وہ دیتا ہے جواب **قولہ** غرض حنفیہ نہ تو قرآن کی مخالفت سے ڈرتے ہین اور نہ حدیث کی مخالفت سے کیونکہ اگر قرآن وحدیث کی مخالفت کا ڈر ہوتا تو قرآن کی مخالف یہ اعتقاد نہ کرتے کہ ایمان نہ کم ہوتا ہی نہ زیادہ اسیطرح اگر حدیثون کو مانتے تو صدہا حدیثون کا انکار کبھی نہ کرتے **اقول** سخت باتون کا ترکے کیا دین جواب بحث ہرانی دوبدو اچھی نہین **قولہ** اس افترا اور طعن کا عوض تو آپ کو قیامت مین ملیگا ہم اسقدر پر کفایت کرتے ہین کہ حنفیہ

جزو من حقیقۃ الایمان حتے یلزم من عدمہا عدمہ وہو مذہب المعتزلۃ والثانی ان تکون اجزاء عرفیۃ للایمان
فلا یلزم من عدمہا عدمہ کما بعد فی العرف الشعر والظفر والبعد والرجل جزء لزید مثلاً ومع ذلک لا یقال ما عدام زید بعدم
ہذہ الامور وکالاغصان والاوراق للشجر تعد جزءا منہا ولا یقال بانعدامہا انعدام ہذا الجزء بہذا التفسیر کما ورد فی
الحدیث الصحیح الایمان بضع وسبعون شعبۃ اعلاہا قول لا الٰہ الا اللہ وادناہا اماطۃ الاذی عن الطریق فکان لفظ الایمان عندہم
موضوعا للقدر المشترک بین التصدیق وبین الاعمال فیکون اطلاقہ علے التصدیق فقط وعلے مجموع التصدیق
والاعمال حقیقۃ فالتصدیق بمنزلۃ اصل الشجرۃ والاعمال بمنزلہ فروعہا واغصانہا فمادام الاصل باقیا یکون
الایمان باقیا وان انعدم شعبہا الثالث ان یحمل الاعمال آثارا خارجۃ عن الایمان مشبہۃ بہ واطلق علیہا لفظ الایمان
مجازا الرابع ان یکون الاعمال خارجۃ عنہ بالکلیۃ انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ اس مقام پر چار احتمالات ہین
ایک یہ کہ اعمال جزو حقیقت وماہیت ایمان ہون کہ اگر اعمال معدوم ہوون تو ایمان بھی معدوم ہوجاوے
جیسے اجزاء حقیقیہ مین ہوتا ہے کہ جزو کی عدم سے کل کا عدم لازم ہوتا ہے اور یہی مذہب معتزلہ کا ہے دوسرے
یہ کہ اجزاء عرفیہ ہون اور عدم سے انکی عدم ذات ایمان کا لازم نہ آوے بلکہ کمال مین اوسکے فتور
ہوجاوے جیسے ناخن اور بال اور ناخنہ اور ہر چیز انسان کے ہین اور شاخہاے درخت اجزاء درخت
ہین لیکن اونکے فنا سے انسان اور درخت کا فنا نہین لازم آتا ہے اور یہی مذہب سلف ومحدثین کا ہے
جیسا کہ حدیث مین وارد ہے کہ ایمان کی ستر اور چند شاخین ہین اعلی اونکا ادا کرنا کلمہ توحید کا اور ادنے
اونکا دور کرنا کسی شے موذی کا راہ سے بخیال اسکے کہ مسلمانون کو ایذا نہ پہونچے اور یہی حدیث مین
وارد ہے الحیاء شعبۃ من الایمان یعنے حیا ایک شاخ ہے ایمان کی پس ان لوگون کے نزدیک ایمان
موضوع ہے واسطے ایک امر مشترک کے درمیان نفس تصدیق اور اعمال کے پس اطلاق ایمان کا نفس
تصدیق قلبی اور اعمال دونون پر بطور حقیقت کے ہے نہ بطور مجاز کے اور ایمان بمنزلہ درخت کے ہے
اور اعمال بمنزلہ شاخہاے درخت اونکی فنا سے کمال ایمان مین فتور ہوگا نہ اصل ایمان مین جو عذاب
دائمی سے نجات دیتا ہے تیسرے یہ کہ اعمال جزو ایمان نہین ہین مگر شابہ اوسکے ہین اور اطلاق ایمان کا
اوپر مجازا ہوتا ہے چوتھے یہ کہ اعمال بالکلیہ ایمان سے خارج ہون پس معلوم ہوا کہ اہل سنت کے
باب ایمان مین تین قول ہین ایک یہ کہ ایمان نفس تصدیق قلبی کا نام ہے جیسا کہ مشہور بین الجمہور ہے
دوسرے یہ کہ ایمان مجموع تصدیق واقرار کا نام ہے تیسرے یہ کہ ایمان مجموع تصدیق واقرار وعمل کا نام ہے
تمر عمل جزو عرفی ہے یا حقیقی ہے یا دین کہیے کہ جزو کمال ایمان ہے نہ اصل ایمان کا اور سلف سے صحابہ تابعین وغیرہ
سے جو منقول ہے الایمان قول وتصدیق وعمل اوس سے یہی مراد ہے جیسا کہ نووی کی شرح صحیح مسلم مین تحریر ہے

" تصدیق تکمیل بالطاعات کلما فاز داد المومن من اعمال البر کان ایمانہ اکمل وھذہ الجملۃ یزید الایمان
" بتعاضھا وینقص فمتی نقصت اعمال البر نقص کمال الایمان ومتی زادت زاد الایمان کما لا انتھی یعنے تصدیق کا اصل
" ایمان وباعث نجات عذاب دائمی ہے جسے بمقتضائے حدیث من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ عبادات سے
کامل ہوتی ہے پس جسقدر مومن طاعات زیادہ کریگا ایمان اوسکا کامل ہوگا اور جب طاعات مین نقصان ہوگا
کمال ایمان مین نقصان ہوگا اسیطرح اور کتب حدیث مین بھی مفصلاً مذکور ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نزاع
درمیان محدثین وجمہور حنفیہ وغیرہ کے جو جزئیت اعمال سے منکر ہین لفظی ہے کیونکہ محدثین بھی اوس شخص کو
جو اعمال صالحہ سے خالی ہو اور مبتلائے کبائر ہو مستحق عذاب ابدی کے نہین کہتے ہین جیسے معتزلہ وخوارج کہتے ہین
بلکہ اصل ایمان اگر بمقدار رزہ کے ہو نجات کے واسطے کافی ہے اور عمل صالح صرف جزو عرفی ایمان یا یون کہو کہ
جزو کمال ایمان ہے اور حنفیہ وغیرہ کے نزدیک بھی اصل تصدیق منجی ہے البتہ فرق اسقدر ہے کہ حنفیہ
وغیرہ اعمال پر جو اطلاق ایمان کا جا بجا قرآن وحدیث مین وارد ہوا ہے اوسکو مجازی کہتے ہین اور محدثین
اوسکو بطور حقیقت سمجھتے ہین **مقدمہ ثانیہ** جن لوگون کے نزدیک اعمال اجزاء حقیقیہ ایمان کے ہین
جیسے معتزلہ وخوارج اونکے نزدیک زیادتی ونقصان ایمان بزیادتی ونقصان اعمال ہوتی ہے کیونکہ نقصان
جزو سے نقصان کل ضروری ہے اور زیادتی جزو سے زیادتی مجموع بھی بدیہی ہے اور جنکے نزدیک اجزاء
عرفیہ ایمان کے ہین اونکے نزدیک اصل ایمان کی زیادتی ونقص نہین ہے بلکہ ایمان کامل مین یہ صفت ہوتی ہے اور
تفاوت اعمال کمال ایمان مین فتور ہوگا اصل ایمان مین کچھ نقصان نہوگا اور جنکے نزدیک ایمان نفس تصدیق کا
نام ہے یا تصدیق مع الاقرار کا نام ہے اونکے نزدیک اصل ایمان مین زیادتی ونقصان نہین ہے جیسا کہ
امام اعظم نے فقہ اکبر مین تحریر فرمایا الایمان ہو الاقرار والتصدیق والایمان اہل السماء والارض لا یزید
ولا ینقص انتہی **مقدمہ ثالثہ** زیادتی ونقصان ایمان بسبب زیادت ونقصان اعمال نزاع اس باب مین
لفظی ہے مبنی ہے اختلاف تفسیر ایمان پر نووی شرح صحیح مسلم مین ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل اصفہانی
شافعی شارح صحیح مسلم سے نقل کرتے ہین الایمان فی اللغۃ ہو التصدیق فان عنی بہ ذلک فلا ینقص لان التصدیق
لیس شیئا یتجزا حتی یتصور کما لہ مرۃ ونقصانہ اخری والایمان فی لسان الشرع ہو التصدیق بالقلب والعمل
بالارکان واذا فسر بہذا انقسمت الیہ الزیادۃ والنقص وہو مذہب اہل السنۃ انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ ایمان
سنت مین عبارت تصدیق سے ہے پس اگر یہ معنی مراد لیے جاوین تو اوسمین نقصان نہین ہوتا ہے
کیونکہ نفس تصدیق کوئی چیز قابل تجزی نہین ہے کہ کمال ونقصان اوسمین ہووے اور عرف شرع مین
ایمان عبارت ہے تصدیق اور اعمال سے پس اگر یہ تفسیر اختیار کیجاوے تو اوسمین زیادتی ونقصان ہوگی

بعد شرح مقاصد مین ہو ظاہر الکتاب والسنۃ وہو مذہب الاشاعرۃ والمعتزلۃ والمحکی عن ابی حنیفۃ
وکثیر من العلماء ان الایمان یزید وینقص یعنے ظاہر قرآن وحدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان زائد و ناقص
ہوتا ہے اور یہی مذہب اشاعرہ اور معتزلہ کا اور منقول امام شافعی رغیرہ سے ہے وعند ابی حنیفۃ واصحابہ
وکثیر من العلماء وہو اختیار امام الحرمین انہ لا یزید ولا ینقص لانہ اسم للتصدیق البالغ حد الجزم والاذعان ولا تفاوت
فیہ لزیادۃ والنقصان والمصدق اذا ضم الیہ الطاعات وارتکب المعاصی فتصدیقہ بحالہ لم یتغیر اصلا وانما تتفاوت
اذا کان اسما للطاعات المتفاوتۃ قلۃ وکثرۃ اور امام ابوحنیفہ اور بہت عمین امام کے نزدیک ایمان زائد و ناقص
نہین ہوتا ہے اور یہی مذہب امام الحرمین کا جو علماء شافعیہ سے ہین اور بہت علماء کا ہے اسوجہ سے کہ ایمان
نام ہے اوس تصدیق کا جو مرتبہ یقین تک پہونچے اور یقین مین زیادتی ونقصان نہین ممکن ہے
بلکہ تصدیق کرنے والا خواہ طاعت کرے یا ارتکاب معاصی کرے دونون حال مین تصدیق اوسکی ویسی باقی
رہتی ہے البتہ اگر ایمان عبارت اعمال سے ہوتا تفاوت اعمال سے اوسمین بھی تفاوت ہوتا واللہ اعلم قال الامام
الرازی وغیرہ ان ہذا الخلاف فرع تفسیر الایمان فان قلنا ہو التصدیق فلا تفاوت وان قلنا ہو الاعمال فیتفاوت
انتہی یعنے اسوجہ سے امام فخر الدین رازی وغیرہ نے کہا کہ یہ اختلاف یعنے زیادتی ونقصان ایمان وعدم
اوسکا فرع تفسیر ایمان ہے پس اگر ایمان نفس تصدیق ہونا اختیار کیا جاوے تو اوسمین تفاوت نہین اور اگر
اعمال کا جزء ہونا اختیار کیا جاوے تو اوسمین تفاوت ہوگا مقدمہ سدس الجنہ زیادتی ونقصان ایمان
دو طور پر ممکن ہے ایک بسبب زیادت اعمال ونقصان یہ زیادتی جیسا کہ اہی محقق ہو چکا نفس ایمان مین
ہوگی اون لوگون کی رائے پر جو اعمال کو اجزاء حقیقیہ ایمان کی کہتے ہین اور مرتکب اعمال قبیحہ رذنوب کبیرہ کو
خارج از دائرہ ایمان وستحق عذاب ابدی سمجھتے ہین جیسے معتزلہ رخوارج اور ایمان کامل مین ہوگی محققین کی
رائے پر کہ اعمال انکے نزدیک اجزاء کمال ایمان ہین اور نفس ایمان یعنی تصدیق یا تصدیق مع الاقرار
مین ہوگی بیشک ظاہر ہے کہ جو شخص عابد زاہد ہو اور جو شخص فاسق فاجر ہو مگر صحیح العقیدہ ہو یہ دونون نفس
تصدیق مین برابر رہتے ہین نہ اعمال صالحہ سے عباد کی نفس تصدیق واقرار مین کچھ زیادتی ہوتی ہے نہ اعمال
قبیحہ سے فساق کی تصدیق واقرار مین کمی ہوتی ہے دوسرے زیادت ونقصان ذاتی بانیطور کہ نفس
تصدیق قلبی متفاوت ہووے بدون اعتبار اعمال صالحہ وخبیثہ کے اسمین خلاف واقع ہے بعضون کے
نزدیک نفس تصدیق متفاوت نہین ہوتی ہے جیسا کہ عبارت نووی وشرح مقاصد سے واضح ہو چکا اور محقق یہ امر ہے
کہ تصدیق مین تفاوت ہوتا ہے باعتبار مراتب الیقین کے مگر وہ سب مراتب نفس تصدیق مین برابر ہین
کیونکہ اگر ذرات تصدیق مین نقصان ہوگا یقین مین تخلل ہوگا اور شوبت کفر لازم ہوگا اسکی نظیر یہ ہے

کہ سب آدمی نفس آدمیت مین برابر ہین کسی کی انسانیت دوسرے کی انسانیت سے ناقص یا زائد نہین ہے
مگر مراتب زائدہ علم و جہل قوت و ضعف عبادت و معصیت ہدایت و ضلالت وغیرہ مین تفاوت زیادتی و نقصان ہے
ایسی ہی جتنی چیزین سیاہ ہین سب ذات سیاہی مین برابر ہین اونمین زیادتی و نقصان نہین ہان اونکے
مراتب متفاوت ہین شرح عقائد نسفیہ مین ہے قال بعض المحققین لا نسلم ان حقیقۃ التصدیق تقبل الزیادۃ
والنقصان بل تتفاوت قوۃ و ضعفا انتہی یعنے کہا بعض محققین نے ہم نہین تسلیم کرتے ہین اس امر کو کہ حقیقت
تصدیق قابل زیادت و نقصان نہین بلکہ وہ بھی متفاوت ہے باعتبار قوت و ضعف کے کیونکہ ظاہر ہے کہ تصدیق
و یقین حضرات انبیاء کے اقوی ہے بہ نسبت یقین عوام کے اور ملا علی قاری مکی کی شرح فقہ اکبر مین ہے
التحقیق ان الایمان کما قال الامام الرازی یقبل الزیادۃ والنقصان من حیثیۃ اھل التصدیق لا من جہۃ الیقین
فان مراتب الہما مختلفۃ فی کمال الدین فان مرتبۃ عین الیقین فوق مرتبۃ علم الیقین وہذا ورد لیس الخبر کالمعاینۃ
انتہی یعنے تحقیق یہ ہے جیسا کہ امام رازی نے کہا کہ نفس ایمان قابل زیادت و نقصان نہین ہے باعتبار ذات تصدیق
کے نہ باعتبار مراتب یقین کے پس مراتب یقین کے مختلف ہین جیسے مرتبہ عین الیقین بڑھکے ہے مرتبہ علم الیقین
سے اور اسی وجہ سے وارد ہے لیس الخبر کالمعاینۃ یعنے نہین ہے خبر مثل مشاہدہ کے کیونکہ مشاہدہ سے مرتبہ
یقین کامل کا حاصل ہوتا ہے اور خبر سے ایسا نہین ہوتا ہے **مقدمہ خامسہ** زیادت و نقصان کے معنی
اصل مین بڑھنا گھٹنا ہے باعتبار چندگی اور مساحت کے جیسا کہ بازار خیر کو کہتے ہین کہ دو چیز سے زائد ہین یعنے
گنتی اونکی زائد ہے انکی گنتی سے یا چار گز زمین زائد ہے دو گز زمین سے یعنے مساحت اوسکی زائد ہے اسکی
مساحت سے اور کبھی شدت و ضعف کو بھی زیادت و نقصان مجازاً کہتے ہین جیسے شوخ سیاہی پھیکی سیاہی سے
حال آنکہ حقیقت مین یہان زیادتی و کمی نہین ہوتی ہے ظاہر ہے کہ شوخ سیاہی پھیکی سیاہی سے عدد یا
مساحت مین زائد نہین البتہ اوس سے قوی ہے پس اصلی معنے زیادت و نقصان کے نفس یقین مین نہین ہین
اور مراتب یقین کے باین معنی متفاوت نہین البتہ اونمین قوت و ضعف ہوتا ہے پس ثابت کرنا زیادتی
و نقصان کا تصدیق مین جیسا کہ محققین سے منقول ہے بمعنی اصلی مشہور نہین ہے بلکہ بمعنی قوت و ضعف
اسیوجہ سے ابو الیسر حاشیہ شرح عقائد نسفیہ مین لکھتے ہین قولہ قوۃ و ضعفا ہذا سلم لکن لا طائل تحتہ اذ النزاع
انما ہو فی تفاوت الایمان بحسب الکمیۃ اعنی القلۃ والکثرۃ فان الزیادۃ والنقصان اکثر ما یستعمل فی الاعداد
واما التفاوت فی الکیفیۃ اعنی القوۃ والضعف فخارج عن محل النزاع انتہی یعنی تصدیق کا قوی و ضعیف ہونا
سلم ہے لیکن اس سے کچھ فائدہ نہین کیونکہ نزاع تفاوت ایمان مین باعتبار چندگی کے ہے اور تفاوت
کیفیت کہ جسکو قوت و ضعف کہتے ہین محل نزاع سے خارج ہے **مقدمہ سادسہ** امام اعظم نے فقہ اکبر مین فرمایا

ایمان اہل السماء والارض ولا یزید ولا ینقص یعنے ایمان آسمان اور زمین والوں کا نہ زائد ہوتا ہے
نہ کم ہوتا ہے اور کتاب الوصیہ میں فرمایا الایمان لا یزید ولا ینقص لانہ لا یتصور نقصانہ الا بزیادۃ الکفر ولا یتصور
زیادتہ الا بنقصان فالکفر وکیف یجوز ان یکون الشخص الواحد فی حالۃ واحدۃ موصوفا بکفار انتہی یعنے ایمان نہ
زائد ہوتا ہے نہ ناقص اسوجہ سے کہ نہیں ہو سکتا ہے نقصان ایمان کا مگر ساتھ زیادتی کفر کے اور زیادتی اوسکی
نہیں ممکن ہے مگر ساتھ نقصان کفر کے اور ایک شخص کا ایک وقت میں موصوف بایمان وکفر ہونا نہیں صحیح ہے
ان دونوں عبارتوں کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ ایمان میں بسبب اعمال کے زیادت وکمی نہیں ہوتی ہے
جیسا کہ مؤلف عنایہ شرح ہدایہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی فی کتاب الوصیہ کی شرح میں اختیار کیا ہے پس
غرض امام کی صرف انکار زیادت ونقصان ایمان بسبب تزائد وتناقص اعمال کے ہے نہ انکار قوت وضعف
یقین ونہ تفاوت ایمان کامل بسبب تفاوت طاعات اور یہ امر صحیح ہے کیونکہ جب ایمان نام تصدیق یا
تصدیق مع الاقرار کا ہوا اور اعمال کی جزو ہونے سے انکار ہوا بلاشبہہ زیادت ونقصان ایمان میں بسبب
اعمال کے نہوگی جیسا کہ مقدمات سابقہ میں تحقیق گذر چکی ہے دوسرا مطلب جیسا کہ ملا علی قاری نے
شرح فقہ اکبر میں اختیار کیا ہے کہ نفس تصدیق میں تفاوت کسیطرح سے نہیں گو اوسکے مراتب قوت
وضعف میں متفاوت ہوں اور انبیاء وملائکہ وعوام مومنین نفس ایمان میں جو باعث نجات ہے متفاوت
نہیں گو حق الیقین وعلم الیقین وغیرہ کمال وضعف میں مختلف ہوں یہ بھی صحیح ہے کیونکہ سابقاً معلوم ہوچکا
کہ تمام اہل ایمان میں برابر ہیں اگرچہ کمال ایمان میں ومراتب الیقین میں متفاوت ہیں اب
سمجھنے ان مقدمات کے سمجھنا چاہیے کہ مؤلف خفر مبین نے جو کہدیا کہ امام نے خلاف قرآن کیا
نہ قرآن کا مطلب وہ سمجھا نہ امام کے مطلب تک پہونچا لیکن بمطلب امام کا پس ابھی معلوم ہوا کہ غرض امام کی
عدم زیادت ونقصان ایمان بسبب زیادت ونقصان اعمال وانکار زیادت ونقصان تصدیق ہے اور یہ امر
بہت صحیح ہے سمجھ میں اسکے عقلاً ونقلاً کچھ شبہہ نہیں اور لیکن بمطلب قرآن کا پس اسوجہ سے کہ جو
آیتیں قرآن کی کہ اونمیں زیادتی ایمان مذکور ہے ایک بھی اونمیں سے مخالف قول امام کے نہیں اسوجہ سے
کہ مراد زیادتی ونقصان سے یا شدت وضعف کمال ونقصان مراتب تصدیق سے پس یہ اور کچھ نہ
امام کے نہیں کیونکہ ہمیں اونہوں نے نقصان رکمال مراتب تصدیق سے انکار نہیں کیا اور یا زیادتی
ونقصان باعتبار جنسیت کے مراد ہے لیکن نہ باعتبار نفس ذات تصدیق کے بلکہ باعتبار تعدد اجزاء زمانہ
کثرت ساعات کے اسوجہ سے کہ ہر وقت ایک تصدیق ہوتی ہے پس جسقدر زمانہ زائد ہوگا عدد تصدیقین کا بڑھیگا
اور تناقص اوسپر صادق آویگا اور یا زیادتی ونقصان ایمان باعتبار موسن بہ کے مراد ہے یعنی جس قدر کہ تصدیق

اوسکے تعداد سے یقین کا بھی تزائد وتعہد ہوگا اور انمین سے کسی معنی کے مخالفت امام نے نہین کی اور جس امر کا
انکار امام سے منقول ہے اوسکا ثبوت اُن آیات قرانیہ سے کسی طرح نہین ہوتا ہے جو عبارات صحیح بخاری اور
تمہید التلخیص وغیرہ کے مؤلف نے نقل کی کہ جنسے زنا دتی ونقصان کا ہونا ثابت ہوتا ہے وہ سب اصل مقصد سے
بیگانہ ہین کیونکہ منشاء اون سب کا یہ ہے کہ ایمان قول وفعل کا نام ہے اور عمل صالح کمال مین داخل ہے اور اس بنا پر
زیادت ونقصان مخالف امام کے نہین ہے قولہ ہدایہ وغیرہ مین لکھا ہے کہ اگر کسے شوہر اپنی عورت کو حمل تیرا مجھسے
نہین ہے تو نہین ہے لعان یہ مذہب ہے امام اعظم اور اونکے شاگرد زفر کا سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا
اس حدیث کا جو بخاری اور مسلم مین روایت ہے سہل بن سعد سے کہ عویمر عجلانی کی عورت نے زنا کیا ایک مرد سے
اور حمل ہوا اوسکو تو فرمایا رسول خدا نے عویمر کو کہ تحقیق وحی اوتاری گئی بیچ قصہ تیری کے اور عورت تیری کے
پس لعان کی دونون نے مسجد مین اقول سبحان اللہ نہ ہدایہ کے مطلب پر غور کیا نہ امام اعظم کے قول کو سمجھا نہ حدیث کا
مضمون خیال کیا بے تامل آنکھ بند کر کے مخالفت کا حکم دے دیا ہنسے اے نادان دل تیرا اس فہم پر کیا کہیے نہوا سے
کوئی کارنمایان ابتک ۞ لعان جب واجب ہوتا ہے کہ مرد اپنی بی بی کو تہمت زنا کی لگاوے اور کوئی گواہ اوسکے
پاس نہو کہ جس سے بی بی کا زنا کرنا ثابت کرے اور بی بی اوس سے انکار کرتی ہو ایسی صورت مین حکم شرع یہ ہے
کہ مرد وعورت دونون لعان کرین مرد چار مرتبہ کہے کہ مین گواہی دیتا ہون بنام پروردگار کہ مین سچا ہون اور
پانچوین مرتبہ کہے اگر مین جھوٹا ہون تو مجھپر لعنت ہو اور عورت چار مرتبہ گواہی اسکی رد کی اور انکی کہ مرد جھوٹا ہے
اور پانچوین مرتبہ کہے کہ مجھپر غضب خدا نازل ہو اگر وہ سچا ہو یہی حاصل ہے اس آیت قرانیہ کا والذین یرمون ازواجہم

ولم یکن لہم شہداء الا انفسہم فشہادۃ احدہم اربع شہادات باللہ انہ لمن الصادقین والخامسۃ ان لعنۃ اللہ علیہ
ان کان من الکاذبین ویدرأ عنہا العذاب ان تشہد اربع شہادات باللہ انہ لمن الکاذبین والخامسۃ ان
غضب اللہ علیہا ان کان من الصادقین اور جس صورت مین شوہر اپنی بی بی سے یہ کہے کہ تیرا حمل مجھسے
نہین ہے اور یہ نہ کہے کہ تو نے زنا کی یا اور کوئی لفظ ایسا جس سے تہمت زنا کی ثابت ہو پس ایسی صورت مین
ولفاء اعظم کے نزدیک اسوجہ سے لعان واجب نہین کہ منشاء وجوب لعان کا جیسا کہ آیت قرانیہ سے ثابت ہے
رمیہ بالزنا کی ہے اور اسقدر کہنے سے کہ یہ حمل مجھسے نہین ہے تہمت زنا کی نہین ثابت ہوتی ہے اسوجہ سے
کہ حمل کا ہونا یقین نہین جائز ہے کہ شکم اسکا ریاح سے پھول گیا ہو پس ہرگاہ حمل کا ہونا یقینی نہوا یہ کہنا کہ
یہ حمل مجھسے نہین یقیناً ثابت کرنا زنا کا نہ ٹھہرا اور یہی مذہب ہے امام احمد اور ابو ثور اور حسن بصری اور شعبی اور
سفیان ثوری اور ابن ابی لیلے کا یہی حاصل ہے عبارت ہدایہ وشرح عینی کی اذا قال الزوج لیس ہذا الحمل منی
فلا لعان وہذا ای عدم وجوب اللعان قول ابی حنیفۃ ومزفر ویہ قال احمد وابو ثور وہو قول الحسن البصری والشعبی والثوری وابن

ابن مجیا لانہ لا متیقن بقیام الحمل بعلہ یکون ریحا فلم یصر فاذ فالا یکون موجبا للعان انتہی پس معلوم ہوا کہ مذہب امام کا اس مقام پر موافق ہے قرآن و حدیث کے کیونکہ قرآن اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ لعان جب ہے کہ مرد عورت کی طرف نسبت زنا کی بطور یقین کے نہ بطور شبہ و احتمال کے کرے اور صرف اسقدر کہنے سے کہ یہ حمل مجھسے نہیں نسبت زنا کے یقیناً نہیں ہوتی ہے پس بالضرور لعان واجب نہوگا اور حدیث عویمر کی جو آپ نے نقل کی اور اوسکو مخالف مذہب امام سمجھ کے جرأت اعتراض کی کی معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاری و مسلم کا دیکھنا آپ کو نصیب نہیں ہوا ورنہ ایسا صریح اتہام قلم نہو وہ رقم سے نہ نکلتا قصہ عویمر کا جو صحیحین اور سنن وغیرہ میں مروی ہے اوسمیں صاف مذکور ہے کہ عویمر نے اپنی بی بی کی طرف صاف صاف نسبت زنا کی کی ہے صرف یہ نہیں کہا تھا کہ یہ حمل مجھسے نہیں ہے دیکھو صحیح مسلم کی روایت یہ ہے فاقبل عویمر حتی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسط الناس فقال یا رسول اللہ ارایت رجلا وجد مع امراتہ رجلا اقتلہ فتقتلونہ ام کیف یفعل فقال رسول اللہ قد نزل فیک وفی صاحبتک فاذہب فات بہا الخ انتہی اور کتب حدیث میں بھی مذکور ہے ہمان اگر کوئی حدیث ایسی نکالو کہ اوس سے حکم لعان کا صرف اسیقدر کہنے سے ثابت ہوتا ہو تو البتہ اعتراض مخالفت کا درست ہوگا قولہ عینی نے شرح ہدایہ میں اور شیخ عبد الحق نے ترجمہ مشکوۃ میں لکھا ہے کہ پگڑی پر مسح کرنا درست نہیں اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا اور امام شافعی اور مالک کا سو امام اعظم اور امام شافعی اور مالک نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے ان دو حدیثوں کا پہلی حدیث مسلم میں روایت ہے مغیرہ سے کہ مغیرہ نبی نے وضو کیا پھر مسح کیا اپنی پیشانی کے بالوں پر اور پگڑی پر دوسری حدیث احمد اور ابو داؤد میں روایت ہے ثوبان سے کہ کہا بھیجا رسول خدا نے چھوٹا کر پھر حکم کیا اوسکو یہ کہ مسح کریں دستار سر پر یعنے پگڑیوں پر اور خفین پر یعنے موزوں پر اقول ۞ کچھ جی میں سوچیے انصاف کیجیے ۞ ننگ کی سے شیشۂ دل صاف کیجیے ۞ امام اعظم اور شافعی اور مالک پر کیا انحصار ہے اس امر کا قائل کیا جمہ عفیر الا اتبار ہے کہ مسح صرف عمامہ پر درست نہیں ہے نووی کی شرح صحیح مسلم میں موجود ہے ولو اقتصر علی العمامۃ ولم یمس شیئا من الراس لم یجزہ ذلک عندنا بلا خلاف وہو مذہب مالک وابی حنیفہ واکثر العلماء انتہی یعنے اگر صرف عمامہ پر مسح کرے اور سر پر بالکل مسح نہ کرے نہ کافی ہوگا یہ نزدیک ہمارے یعنے شافعیہ کی اور یہی مذہب ہے مالک اور ابو حنیفہ اور اکثر علما امت محمدیہ کا اور یہ مذہب موافق ہے قرآن کے قل جل شانہ نے سورہ مائدہ میں آیت وضو میں وامسحوا برؤسکم فرمایا ہے مسح سر کا حکم فرمایا ہے مسح عمامہ کا کہیں قرآن میں نشان نہیں ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ عمامہ سر نہیں ہے پس صرف عمامہ پر مسح کو کافی سمجھنا خلاف قرآن کے ہے اور احادیث میں بھی کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ صرف عمامہ پر مسح کافی ہے ہاں بصورت البتہ

احادیث سے ثابت ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے سر کا مسح کیا اور عمامہ پر پھیر لیا
حدیث مسلم میں جو آپ نے نقل کی ہے صاف یہ امر مذکور ہے اور حدیث ابوداؤد کا بھی یہی مطلب سلف سے
ماثور ہے جیسا کہ شرح صحیح مسلم نووی اور شرح ہدایہ عینی میں مذکور ہے فقولہ سمجھ اور بے سمجھے بوجھے
اعتراض کرے اوسکے دماغ میں فتور ہے وسن لم یحمل اللہ لہ نورا فما لہ من نور فقولہ ہدایہ و عینی و فتح القدیر
کتابوں میں لکھا ہے کہ امام اگر نماز میں قرآن دیکھکر پڑھے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہ مذہب ہے
امام اعظم کا سو امام اعظم نے خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری میں ہے کہ امامت کرواتا تھا حضرت عائشہ کو
ذکوان غلام اوزکا قرآن سے یعنے نماز میں قرآن دیکھکر پڑھتا تھا اقول سبحان اللہ قسم ہے یمین غموس کی جو کچھ کہا ہے
مستی میں کہو کیا اسکا کفارہ ہے رسم ہے پرستی میں وہ تو فرمائیے بخاری میں یہ کہاں ہے کہ ذکوان نماز
میں قرآن دیکھکے پڑھتی تھی یہ آپکا افترا ہے فرمائیے تو اس افترا کی کیا سزا ہے البتہ اسقدر صحیح بخاری میں
بلا سند مرقوم ہے وکانت عائشۃ یؤمہا عبدہا ذکوان من المصحف انتہی اسکے متعلق باب میں یعنی کی شرح ہدایہ
میں مذکور ہے اثر ذکوان ان صح فمحمول علی انہ کان یقرء من المصحف قبل شروعہ فی الصلوٰۃ ای نظر فیہ و تلفظ
بہ ثم یقوم فیصلی انتہی یعنے اثر ذکوان کا محمول ہے اس پر کہ وہ قبل شروع کرنے نماز کے قرآن کو دیکھ لیتے تھے
اور دل سے یاد کر لیتے تھے بعد اوسکے اوسیقدر نماز میں سنا دیتے تھے یعنے نماز اسی قدر کا وہی مطلب ہے
جو آپ سمجھے ہیں مگر آپ کے نزدیک تو آثار صحابہ حجت نہیں ہیں پھر کیوں اثر ذکوان و عائشہ سے امام پر اعتراض
ہو رہا ہے اور اس اثر کی معارض قول ابن عباس موجود ہے ابوبکر بن ابی داؤد نے اوسکی روایت کی ہے
قوم امیر المومنین ہان لا یؤم الناس من المصحف یعنے منع کیا ہمکو امیر المومنین نے اس امر سے کہ امامت کریں
ہم قرآن سے یعنے مصحف قرآنی کو دیکھ کے قرأت کریں قولہ ایضاً سے عالمگیری وغیرہ میں لکھا ہے کہ امام کے
پیچھے صف میں اگر جگہ موجود ہو تو اکیلی کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اگر جگہ نہیں تو نہیں مکروہ ہے اور یہ مذہب ہے
امام اعظم کا سو امام اعظم نے اس کے میں خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ احمد اور ابوداؤد و ابن ماجہ میں
روایت ہے وابصہ سے کہ تحقیق پیغمبر خدا نے دیکھا ایک مرد کو کہ نماز پڑھتا تھا پیچھے صف کے اکیلا پس
حکم کیا اوسکو کہ پھر پڑھے نماز اقول فاک ای جوش جنون یا دکر رہے ہیں تجکو نہ نہیں ہمکو نہ کہا یا نہیں
اتباک ۔ پڑھا آپ کا جو اعتراض ہوتا ہے چشم بد دور سننے والا اوسپر تعجب کرتا ہے اتنی آپکو امتیاز
نہیں کہ اس حدیث میں اور مذہب امام میں کیا مخالفت ہے اس حدیث سے یہ کہاں ہے کہ جو شخص
اکیلا کھڑا ہوا تھا اور اوسکو آپ نے اعادہ کا حکم فرمایا وہ بضرورت کھڑا ہوا تھا کہ صف میں جگہ باقی
نہیں تھی یا بلا ضرورت کھڑا ہو گیا تھا پھر آپ کے حکم اعادہ کے فرمانے سے یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ اکیلے

نماز ہوتی ہی نہین بلکہ جسکے نماز مین کراہت ہو اوسکو چاہیے کہ اعادہ کرے اگر نماز مین کراہت تحریمیہ کے فعل کا ارتکاب ہو تو اعادہ اوسکا واجب ہے اعادہ کراہت تنزیہیہ کا ہو تو اولے ہے قولہ ایک مسئلہ امام اعظم کا اور مالک اور شافعی اور احمد کا مخالف حدیث کے یہ ہے کہ نووی شرح صحیح مسلم مین اور زرقانی نے شرح موطا مین لکھا ہے کہ اعتکاف مین بیٹھنے والا داخل ہو ہیچ جگہ اعتکاف کے پہلے غروب ہونے کے آفتاب سے سو امام اعظم اور ائمہ ثلاثہ نے اس مسئلہ مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری و مسلم مین روایت ہی عائشہ سے قالت کان النبی اذا اراد ان یعتکف صلے الفجر ثم دخل معتکفہ کہا تھے رسول خدا جسوقت ارادہ کرتے اعتکاف کرنے کا نماز پڑہتے فجر کی پہر داخل ہوتے ہیچ جگہ اعتکاف اپنی کے اور ائمہ اربعہ کے نزدیک تاویل اس حدیث کی یہ ہے کہ حضرت ساتہ نیت اعتکاف کے پہلے غروب ہونے آفتاب کے مسجد مین آتی تھی اور شب کو وہان رہتے جب نماز صبح کی پڑہتے تو اوس حجرے مین کہ اعتکاف کے لیے بوریے کا بنایا جاتا تہا داخل ہوتے پس ابتدا اعتکاف کی مغرب کے وقت سے تہی اور داخل ہونا اعتکاف کی جگہ مین صبح کو جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ تاویل باطل اور بالکل خلاف ہے ظاہر حدیثون کی اور سنت مقدم ہی احتمال عقلی پر اسیطرح لکہا ہے مسک الختام مین **اقول** ؎ دہستان تیری سنا کرتے ہین ؎ رات دن وجد کیا کرتے ہین ؎ ہم آپ سے بقسم پوچہتے ہین کہ اسکے باطل ہونے کی کیا دلیل ہے ظاہر لفظ معتکف سے یہی ہی جو ائمہ اربعہ سمجہے ہین اور مسک الختام کتاب غیر معتبر ہے بسبب اسکے کہ مصنف اوسکا غیر معتبرین سے ہے اور اوسکے حکم کا کیا اعتبار ہے صدہا امور مسک الختام مین خلاف تحقیق و مخالف سلف صالح موجود ہین اور موافق مذہب ائمہ اربعہ کے یہ حدیث ہے جسکو دارقطنی اور بیہقی نے شعب الایمان مین عائشہ سے روایت کی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتے توفاہ اللہ اور یہ حدیث ہے جو صحیح بخاری و مسلم اور سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ مین ابن عمر رضہ سے مروی ہی کان رسول اللہ یعتکف العشر الاواخر من رمضان اور یہ حدیث ہے جو سنن ابوداؤد و سنن نسائی و صحیح بخاری وغیرہ مین ابوہریرہ رضہ سے مروی ہے کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعتکف فی کل رمضان عشرۃ ایام فلما کان العام الذی قبض فیہ اعتکف عشرین اور یہ حدیث ہے جو جامع ترمذی مین انس سے اور سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ مین ابی بن کعب سے مروی ہے کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعتکف العشر الاواخر من رمضان فلم یعتکف عاما فلما کان العام المقبل اعتکف عشرین ان سب روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت عشرہ اخیرہ رمضان مین اعتکاف فرماتے تہے اور کبھی آپ نے دو عشرہ کا اعتکاف کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ عشرہ اخیرہ رمضان مین اکیسوین شب داخل ہے کیونکہ شہر عادات گذشتہ آئندہ دن کی تابع ہوتی ہے مثلاً دوشنبہ کے بعد جو رات آتی ہی وہ شب شنبہ کہلاتی ہی

اور احکام میں شنبہ کی تابع ہوتی ہے اور صبیحہ کے بعد جو رات آتی ہے وہ شب شنبہ کہلاتی ہے اور تابع شنبہ ہوتی ہے
وعلیٰ ہذا القیاس پس بیسویں رمضان کے بعد جو رات آویگی وہ اکیسویں رمضان کی شب کہلائے عشرہ اخیرہ میں داخل
ہوگی پس عشرہ اخیرہ کا اعتکاف جب صحیح ہوگا کہ معتکف مسجد میں قبل غروب آفتاب بیسویں تاریخ کے جاوے
تا شب اکیسویں کہ عشرہ اخیرہ میں داخل ہے داخل اعتکاف ہوجاوے اور اگر اکیسویں کی صبح کو معتکف مسجد
میں جاوے گا تو پورے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف صحیح نہوگا قولہ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ جنازے کی نماز میں
پانچ تکبیریں کہنا جائز نہیں اور یہ مذہب امام اعظم کا ہے سوا امام اعظم رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ
مسلم میں روایت ہے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے کہ کہا تھے زید بن ارقم نے تکبیریں کتنے جنازوں پر چار اور تحقیق
اونھوں نے تکبیریں کہیں ایک جنازے پر پانچ پس پوچھا میں نے اوسے پس کہا اونھوں نے کہ پیغمبر خدا پانچ
تکبیریں کہتے تھے اقول ۵ منزل ہستی ہو یا میخانہ ہے ۵ ہر قدم پر لغزش مستانہ و احتیاج میں ہوں اور وہ
بیباک ہے ۵ امتحان ہمت مردانہ ہے ۵ آپ نے حدیث صحیح مسلم تو کسی طالب علم سے پڑھی اور عبارت
نووی کی جو اسکی شرح میں لکھی ہے نہ پڑھی تا حقیقت منکشف ہوجاتی دیدہ کی طبع مبارک سے جاتی نووی کی
عبارت یہ ہے ہذا الحدیث عند العلماء منسوخ دلا اجماع علی نسخہ وقد سبق ان ابن عبدالبر وغیرہ نقلوا الاجماع علی انہ
لا تکبیر الیوم الا اربعا وہذا دلیل علی انہم اجمعوا بعد زید بن ارقم دلا اصح ان الاجماع بعد خلاف یصح انتہی یعنے یہ حدیث
منسوخ ہے دلالت کیا ہے اجماع علماء امت محمدیہ نے اسکے منسوخ ہونے پر اور تحقیق گذر چکی ہے یہ بات کہ ابن عبدالبر
وغیرہ نے اجماع اس امر پر نقل کیا ہے کہ چار سے زائد تکبیر جنازہ پر نہ کہے اور یہ دلیل ہے اس امر پر کہ علماء نے
بعد زید بن ارقم کے اجماع کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ اجماع بعد اختلاف کے صحیح ہے اور یہی نووی نے قبل عبارت
مذکورہ کے لکھا ہے قال القاضی اختلف الآثار فی ذلک فی ہذا ومن روایۃ ابن ابی خیثمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
کان یکبر اربعا وخمسا وستا وسبعا وثمانیا حتی مات النجاشی فکبر علیہ اربعا وثبت علی ذلک حتی توفی قال واختلف الصحابۃ
فی ذلک بین ثلاث تکبیرات الی تسع ورووی عن علی انہ کان یکبر علی اہل بدر ستا وعلی سائر الصحابۃ خمسا وعلی غیرہم اربعا
انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ آن حضرت سے جنازہ پر مختلف تکبیریں کہنا ثابت ہے کبھی چار کبھی پانچ کبھی چھ کبھی
سات کبھی آٹھ یہانتک کہ بادشاہ حبشہ اصحمہ نجاشی نے انتقال کیا آن حضرت نے جب اوس پر نماز پڑھی چار تکبیریں
کہیں بعد اوسکے تا بہ انتقال چار سے زیادہ نہ کہیں اور صحابہ اس امر میں مختلف رہے تین سے نو تک اور
علی مرتضے سے روایت ہے کہ وہ صحابی کے جنازے پر پانچ اور اہل بدر کے جنازے پر چھ اور عوام مومنین کے
جنازے پر چار کہتے تھے اور حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں بہ تفصیل تمام
بیان کیا ہے کہ احادیث زائد تکبیرات کی منسوخ ہیں اور چار سے زائد نہ کہنا مذہب ہے عمر اور حسن اور حسین اور

زید بن ثابت اور عبید اللہ بن ابی اوفی اور عبد اللہ بن عمر اور ابی بن کعب اور براء بن عازب اور ابو ہریرہ اور عقبہ
بن عامر اور عبد اللہ بن کعب اور صہیب بن سنان رضی اللہ عنہم کا اور یہی مذہب ہے محمد بن الحنفیہ اور شعبی اور علقمہ
اور محمد بن علی بن حسین اور عطاء بن ابی رباح اور عمر بن عبد العزیز اور سفیان ثوری اور اکثر اہل کوفہ اور مالک اور
اکثر اہل حجاز اور اوزاعی اور اکثر اہل شام اور ابن المبارک اور شافعی اور احمد اور اسحق بن راہویہ وغیرہم کا بلکہ ان
حاذی نے بسند خود ابن عباس سے روایت کی آخر باکبر رسول اللہ علی الجنازہ اربعا و کبر عمر علی ابی بکر اربعا و کبر عبد اللہ بن عمر
علی عمر اربعا و کبر الحسن علی علی اربعا و کبر الحسین علی الحسن اربعا و کبرت الملائکۃ علی آدم اربعا حاصل اسکا یہ ہے کہ آنحضرت کا آخر
فعل چار تکبیر کہنا ہے اور عمر نے جنازہ ابوبکر پر اور عبد اللہ بن عمر نے جنازہ عمر پر اور امام حسن نے جنازہ علی مرتضے پر
اور حسین نے جنازہ حسن پر اور ملائکہ نے جنازہ حضرت ابو البشر سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ صلوٰۃ رب العالمین پر چار تکبیر
کہیں اس سے معلوم ہوا کہ چار تکبیر کہنا موافق ہے فعل حضرات ملائکہ کے اور طریقہ مستمرہ محمدیہ کے اور طریقہ جملہ صحابہ کے اور اسکو
مخالف شرع سمجھنا سفاہت پر سفاہت ہے قولہ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ پہلے کہت اور تیسری کہت میں بعد درود ہجدون کے جلسہ استراحت
کرنا یہ تو بیٹھکر اونگھنا درست نہیں سو امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے چار حدیثوں کا اقول دور کرنا غفلت کا
پردہ دور کر کچھ تجھے اپنی خبر ہے بیخبر ملتی نہیں ہے آپ کو یہی معلوم ہے یا نہیں کہ اس امر کی صرف امام اعظم نہیں قائل ہیں
بلکہ ایک جماعت عظیمہ صحابہ کا یہی مشرب ہے اور بعد زمانہ صحابہ کے ایک طائفہ عظیمہ علماء کا یہی قول ہے مصنف
ابن ابی شیبہ میں اور مصنف عبد الرزاق میں عبد اللہ بن مسعود اور علی مرتضے اور عمر بن خطاب اور عبد اللہ بن عمر
عبد اللہ بن الزبیر اور عبد اللہ بن عباس اور ابو سعید خدری وغیرہم سے باسانید معتبرہ یہ امر مروی ہے کہ یہ حضرات
بعد اول رکعت اور تیسری رکعت کے سیدھے کھڑے ہو جاتے اور بیٹھتے نہ تھے اور نووی نے لکھا ہے قال الاکثر استحب ذلک حکاہ ابن
المنذر عن علی وابن مسعود وابن عمر وابن عباس وابی الزناد والثوری والنخعی ومالک واسحق واحمد انتہی یعنے کہا اکثر
علماء نے کہ نہیں مستحب ہے جلسہ استراحت اور نقل کیا اسکو ابن المنذر نے علی اور ابن مسعود اور ابن عمر اور ابن عباس
اور ابو الزناد اور سفیان ثوری اور ابراہیم نخعی اور امام مالک اور امام احمد اور اسحق بن راہویہ سے اور قاسم بن
قطلوبغا کے رسالہ الاسوس نے کیفیۃ الجلوس میں ہے فی شرح ہدایۃ ابی الخطاب للعلامۃ قطب الدین عبد السلام بن
تیمیۃ ان الصحابۃ قد اجمعوا علی ترک جلسۃ الاستراحۃ فظاہرہ کمثل حدیث مالک علی العذر انتہی یعنے قطب الدین عبد السلام
بن تیمیہ کی شرح ہدایہ ابو الخطاب حنبلی میں ہے کہ صحابہ نے اتفاق کیا ہے اور ہر جمہور نے جلسہ استراحت کے پس
بالضرور حدیث مالک کے بموجب کی جاوے گی عذر پر یعنے وہ حدیث جو بخاری اور ترمذی اور نسائی وغیرہم نے مالک بن
الحویرث سے روایت کی کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ جب آپ طاق رکعت کے
نماز اپنے سے نہ کھڑے ہوتے جب تک کہ سیدھے بیٹھ نہ لیتے محمول ہے عذر پر کہ آن حضرت نے کسی عذر سے جلسہ کیا ہوگا

ورنہ پر ظاہر ہے کہ اگر جلسہ استراحت فعل نبوی یا اکثری ہوتا ایسے اجلہ صحابہ اوسکو ترک نہ کردیتے اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے یا نہیں کہ حنفیہ کے نزدیک جلسہ استراحت مسنون نہیں ہے بلکہ خلاف حنفیہ اور شافعیہ میں صرف افضلیت میں ہے یعنے حنفیہ کے نزدیک ترک اس جلسہ کا افضل ہے اور اگر جلسہ کریگا تو کچھ حرج نہوگا اور شافعیہ کے نزدیک بیٹھنا افضل ہے اور اگر نہ بیٹھیگا تو کچھ مخالفت نہوگا یعنی کی شرح ہدایہ میں ہے قال صدر الدین فی

شرح وقایۃ نقلا عن شمس الائمۃ الحلوانی الخلاف فی الافضلیۃ حتی اذا جلس لا باس عندنا واذا لم یجلس لا باس عند الشافعی انتہی پس ثابت ہوگیا کہ ترک جلسہ استراحت کا مذہب اکثر علماء کا اور اکثر صحابہ کا ہے اور کیا اسکا حنفیہ کے نزدیک بالکلیہ منع نہیں ہے پھر ائمہ امام ابو حنیفہ پر بس سکے میں اعتراض کرنا خالی سفاہت سے نہیں قولہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ہماری خدمولے غلام اپنے کو مگر ساتھ اذن امام کے اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا سو امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ان تین حدیثوں کا اقول ۵ اگر ہمکو بحث انہی نہیں اسے شعلہ بیر + آگ ہو جائیں کے پھر ہم بھی ہیں محرر مزاج ۱۲ یہ جو حدیثیں آپ نے صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد سے بیان کیں ہیں تیسری حدیث تو مرفوع نہیں صرف حضرت علی کا قول ہے کہ اے لوگو قائم کرو اپنے غلام پر حد خواہ محصن ہوں خواہ نہوں البتہ دو حدیثیں مرفوع ہیں مگر ان سب سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ بغیر اذن امام کے مولے حد ہمارے ماتحی اقامت لازم آوے ہاں تصریح اس امر کی کلیتی کہ خواہ امام اجازت دے یا نہ دے مولے غلام لونڈی پر حد قائم کردے تو البتہ مخالفت ہوتی امام ابو حنیفہ بھی تو اسی حدیث کے موافق کہتے ہیں کہ غلام لونڈی پر مولے کو حد مارنے تو درست ہے مگر اذن کے ساتھ اذن امام کی قید کرتے ہیں اور ابراہیم نخعی حسن بصری سے مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے انما الی السلطان الصلوٰۃ والزکاۃ والحدود والقصاص انتہی یعنے بجا لانے امر کا انتظام سلطان پر مفوض ہے نماز جمعہ اور زکاۃ اور حدود اور قصاص اور ابراہیم عطاء خراسانی سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے الی السلطان الزکاۃ والجمعۃ والحدود انتہی اور غایۃ البیان میں ہے روی الحسن البناتی بسندہ عن ابن مسعود وابن عباس وابن الزبیر موقوفا ومرفوعا رفع الی الولاۃ الحدود والصدقات والجماعات والفیٔ انتہی یعنے ہمارے اصحاب حنفیہ نے اپنے کتب میں ابن مسعود اور ابن عباس اور ابن زبیر سے روایت کی ہے موقوف بھی اور مرفوع بھی کہ چار چیزیں متعلق ہیں والیوں کے ساتھ انتظام حدود اور صدقات اور انتظام جماعات اور تقسیم غنیمت اور منشا اسکا یہ ہے کہ حد حق پروردگار عالم ہے پس اوسکے اقامت کا مستحق نہوگا مگر وہ شخص کہ جسکو ولایت شرعیہ اور نیابت آلہیہ حاصل ہے یعنے بادشاہ یا قاضی یا جسکو وہ اجازت دے اور جن احادیث میں مولے کو حکم اقامت حدود کا دیا گیا اوس سے غرض یہ ہے کہ مولے مرافعہ اسکا حاکم کی طرف کرے اور اوس سے اذن لیکے حد قائم کرے پس بسبب اسکے کہ مولے سبب حد مارنے کا ہوتا ہے نسبت حد مارنے کی مولے کی طرف کردی گئی ورنہ لازم آویگا کہ مولے پر واجب ہو کہ

خود بھی حد قائم کرے جیسا کہ ظاہر روایات سے سمجھا جاتا ہے حال آنکہ اسکا کوئی نہیں قائل ہر عینی کی شرح ہدایہ
میں ہے واجاب الانزاری عن ذلک بان ذلک محمول علی التسبیب بان یکون المولی سبباً فی حدہ بالرافعۃ الی الامام
وانما قلنا ذلک لان ظاہرہ متروک بالاجماع لانہ یقتضی الوجوب ولا یجب علی المولی اقامۃ الحد علی عبدہ بالاجماع انتہی
قولہ[۱۲۵] ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ محرم نہ پہنے کرتا اور نہ پائجامہ اور نہ عمامہ اور ملا علی قاری حنفی نے شرح مشکوۃ میں
لکھا ہے کہ جس محرم کے پاس تہ بند نہ ہو تو وہ پائجامہ کو پھاڑ کر اسکا تہ بند بنا لیوے اور اگر پائجامہ ہی پہنے گا تو اوسپر
دم آویگا یعنے جانور ذبح کرے سو امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم میں روایت
ہے ابن عباس سے کہ سنا میں نے رسول خدا کو خطبہ فرماتے تھے اور وہ فرماتے تھے کہ جسوقت نہ پاوے محرم
پاپوش تو پہنے موزے اور جسوقت کہ نہ پاوے تہ بند تو پہنے پائجامہ اقول آپ نے قسم کھائی ہے کہ اگر
امام کا مذہب مخالف حدیث نہ بھی ہو مگر آپ اوسکو ضرور مخالف حدیث بنا دینگے کوئی ظلم ظالم نہ باقی رہے
تجھے اپنے جور و جفا کی قسم + اس حدیث میں کہاں ہے کہ دم لازم آویگا کہ اوس بنا پر مخالفت مذہب امام کے
ساتھ حدیث کے ثابت کیجاتی ہے درست ہونا پائجامہ پہن لینے کا بوقت ضرورت اور چیز ہے اور دم کا لازم نہ آنا
اور چیز ہے دیکھیے محرم کو بوقت ضرورت سر منڈانا درست ہے مگر اوسپر کفارہ لازم ہے جیسا کہ قرآن شریف
میں دوسرے پارہ میں موجود ہے قولہ[۱۲۶] ہدایہ میں لکھا ہے کہ نکاح کرا حرہ بالغہ کا بدون اجازت ولی کے بھی
جائز ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا ان حدیثوں کے پہلے حدیث مسند احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ
اور دارمی میں روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت نکاح کرے اپنا بدون
ولی کے پس نکاح اوسکا باطل ہے الخ اقول[۱۲۷] کیا کیا نہ خاک اوڑائی کہا یا اپنا اوپر آسمان ہی کو نہیں
رکھ شرعت + مذہب امام اعظم کا اس مقام پر موافق ہے قرآن کے جا بجا قرآن پاک میں نسبت نکاح کر لینے کی
عورتوں کی طرف کی گئی ہے اور کہیں بھی قید اجازت ولی کی نہیں ڈالی گئی ہے ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے فان
طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ یعنے پس اگر طلاق دے شوہر پہلی یا دوسری مرتبہ پس نہیں حلال
ہے وہ عورت اوس شوہر کو یہانتک کہ نکاح کرے عورت دوسرے شوہر سے اور دوسرے مقام پر ارشاد
ہوتا ہے فلا تعضلوہن ان ینکحن ازواجہن یعنے نہ منع کرو عورتوں کو اس امر سے کہ نکاح کر لیں اپنا شوہر دسے
باقی رہیں حدیثیں جنسے ممانعت نکاح عورتوں کی بدون اجازت ولی کے معلوم ہوتی ہے وہ سب محمول ہیں اوپر فضیلت اور
اولویت کے اور ارشاد و ہدایت کے اور موطا وغیرہ میں موجود ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنی بھتیجی کا نکاح کر دیا تھا اور بھائی اونکے غیر حاضر تھے
وہ بھی ان احادیث کے راویوں میں ہیں پس معلوم ہوا کہ مراد ان احادیث سے یہ نہیں ہے کہ نکاح بدون اذن ولی اگر عورت کرا لیوے باطل
صحیح نہیں ہوتا ہے بلکہ غرض انسے یہ ہے کہ عورتیں زیر دلیوں سے اجازت لیا کریں اور بروں اجازت ولی کے شیخ قدمی نہ کریں

قولہ ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف صدر پٹ کے یہ ہے کہ حکم قاضی کا تمام عقود اور فسوخ میں مثل نکاح اور طلاق اور بیع اور اقالہ میں امام اعظم کے نزدیک نافذ ہے ظاہراً و باطناً ہدایہ اور شرح وقایہ اور کنز وغیرہ میں لکھا ہے کل شئی یقضی بہ القاضی فی الظاہر تجریہ تھوفی الباطن کذلک عند ابی حنیفۃ وکذا اذا قضی بحلال مثلاً کوئی شخص کسی عورت پر دعوے کرے کہ میری عورت ہے اور قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش کرکے مقدمہ جیت لے اور وہ عورت اوسکو بجا دے تو وہ عورت بحسب ظاہر بھی اوسکی بی بی ہے اور اوس سے صحبت کرنا بھی اوس شخص کو حلال ہے یعنے خدا کے نزدیک بھی اسیطرح ہو گیا اور مرد کو اوس عورت کے لے لینے کا خدا کے نزدیک کچھ مواخذہ نہ رہا اقول ۵ نہ کہ وہ بات جس سے شک تری تقریر میں آئے ۱۲ نہ کروہ کام جس سے فرق کچھ تو تقریر میں آئے ۱۲ یہ امر کہ مرد کو اوس عورت کے لینے کا کچھ مواخذہ نہ رہا متضمن اقرار ہے ایسی صورت میں اوس شخص کے گنہگار ہونے میں بسبب جھوٹ دعوے کرنے کے اور جھوٹے گواہ پیش کرنے کے اور بسبب قاضی کے فریب دینے کے امام کے نزدیک بھی کچھ شبہ نہیں ہے بحر الرائق میں ہے لایلزم من القول بحل الوطی عدم اثمہ فانہ اثم بسبب اقدامہ علی الدعوی الباطلۃ وان کان لازما علیہ بسبب الوطی انتہی یعنے نہیں لازم ہے حلال ہونے وطی سے نہ گنہگار ہونا اوس شخص کا پس تحقیق وہ گنہگار ہے بسبب پیش کرنے اوسکے دعوی باطلہ کو اگرچہ نہ گناہ ہوگا اوسپر بسبب وطی کے اور یہی اوسمیں ہے واثم اثما عظیما انتہی یعنے گنہگار ہونگے دونوں گواہ جنہوں نے جھوٹ گواہی دے دی بڑا گناہ قولہ سو امام اعظم نے خلاف کیا اس حدیث کا جو بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا انما انا بشر وانکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی نحو ما اسمع منہ فمن قضیت لہ بشئی من حق اخیہ فلا یاخذ نہ فانما اقطع لہ قطعۃ من النار یعنے سوا اسکے نہیں کہ میں آدمی ہوں اور تحقیق تم جھگڑتے آتے ہو طرف میرے اور شاید کہ بعض تمہارا ہووے فریب تقریر کرنے والا ساتھ دلیل اپنی کے بعض سے پس حکم کرتا ہوں میں واسطے اوسکے اوپر مانند اوس چیز کے کہ سنتا ہوں میں اوس سے پس وہ شخص کہ حکم کروں میں واسطے اوسکے ساتھ کسی چیز کے حق بھائی اوسکے سے پس نہ لیوے اوسکو پس سوا اسکے نہیں کہ حکم کرتا ہوں میں واسطے اوسکے ایک ٹکڑہ آگ سے اقول آپ کی عجیب عادت ہے کہ جس حدیث کو چاہا موافق اپنی سمجھ کے مخالف مذہب امام کہدیا اور جس قول امام کو چاہا بے سمجھے بوجھے خلاف قرآن و حدیث کہدیا ۵ مصحف وہی ضم پر خود غلط ایسا نہو ۱۲ منہ نکما و گاغذ کالو کیا تو یہاں جھوٹ کی بھی کچھ حد ہے حدیث میں صاف آیا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کا مال ناحق مارے گا اللہ تعالیٰ اوسپر جہنم واجب کرے گا اور جنت حرام کر دے گا اور آپ کہتے ہیں کہ فیصلہ قاضی کا عقود اور فسوخ میں کہ قاضی کو ولایت انشاء کی اوسمیں فاصل ہے ظاہراً و باطناً نافذ ہوتا ہے اور دعوے اموال وغیرہ میں جو قسم عقود اور فسوخ سے نہوں فیصلہ قاضی صرف ظاہر میں نافذ ہوتا ہے اور یہ مدعا جو آپنے نقل کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فیصلہ قاضی کا صرف باعتبار زبان ہر کے ہے وہ محمول ہے اوپر دعاوی کا

اسوال وغیرہ کے جیسا کہ طحاوی نے لکھا ہے فتکون الآثار الاول فی القضاء بالاسوال انتہی اور دلیل امام کی کہ فیصلہ قاضی کا عقود و فسوخ میں نافذ ہے ظاہراً و باطناً چند حدیثیں ہیں علامہ قاسم بن قطلوبغا رسالہ القول القائم فی تاثیر حکم الحاکم میں لکھتے ہیں واستدل الطحاوی بما رواہ عن یونس نا سفیان عن عمرو بن دینار عن سعید بن جبیر عن ابن عمر قال فرق النبی صلے اللہ علیہ وسلم بین اخوی بنی عجلان وقال لہما حسابکما علے اللہ واحد منکما لا اصل لک علیہا انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ طحاوی نے شرح معانی الآثار میں امام کے مذہب کی دلیل میں روایت لعان عویمر عجلانی کی پیش کی جو کتب صحاح میں بطرق متعددہ مروی ہے کہ عویمر عجلانی نے اپنی بی بی کو متہم بالزنا کیا اور عورت نے انکار کیا اور عویمر کے پاس کوئی گواہ نتھا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم لعان کا دیا بعد لعان کے آپ نے تفریق فرمادی اور شوہر سے کہا کہ اب تجکو اوس عورت سے کچھ واسطہ نہیں اس قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ حکم قاضی کا فسوخ میں نافذ ہے ظاہراً و باطناً کیونکہ پر ظاہر ہے کہ اون دونوں میں ایک ضرور جھوٹا تھا مگر چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص خاص کا جھوٹا ثابت نہیں ہوا تھا اور اون دونوں نے اپنی سچائی پر لعان بھی کر لیا آپ نے فسخ نکاح کا حکم دیا اور یہ حکم ظاہراً و باطناً نافذ ہو گیا حتے کہ خدا کے نزدیک بھی وہ عورت اوسپر حرام ہو گئی اور نکاح میں مطلقاً باقی نرہی ہر شخص اس امر کا قائل ہے کہ جب عورت و مرد لعان کریں اور قاضی دونوں میں تفریق کرا دے اور حکم فسخ نکاح کا دے دے تو وہ عورت شوہر پر ظاہراً و باطناً سب طرح سے حرام ہو جاتی ہے اور صحبت اوس سے بعد تفریق قاضی کے حکم زنا میں سمجھی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حکم قاضی کا فسوخ میں ظاہراً و باطناً نافذ ہو جاتا ہے اور یہی شرح معانی الآثار میں ہے وحکم رسول اللہ فی المتبایعین اذا اختلفا فی الثمن والسلعۃ قائمۃ فانہما یتحالفان ویترادان فتعود الجاریۃ للبائع ویحل لہ فرجہا ویحرم علے المشتری انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ اگر ایک شخص کوئی لونڈی یا کوئی اور چیز کسی کے ہاتھ فروخت کرے اور بعد اوسکے دونوں میں مقدار ثمنیت میں نزاع پڑے مثلاً بائع کہے کہ میں نے دو سو روپے کے عوض میں فروخت کیا اور مشتری کہے نہیں سو روپے کے عوض میں فروخت کیا اور کسیکے پاس گواہ نہوں اور وہ شے فروخت شدہ موجود ہو ہلاک نہوئی ہو ایسی صورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تحالفا وترادا جیسا کہ صحاح ستہ احمد سنن ابو داؤد وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہے یعنے دونوں اپنی سچائی پر قسم کہا جاویں پس اگر ایک نے قسم سے انکار کیا معلوم ہوا کہ وہی جھوٹا ہے اور اگر دونوں قسم کھا گئے اوسوقت آپ نے حکم فسخ بیع کا دیا اگرچہ پر ظاہر ہے کہ اون دونوں میں ایک ضرور جھوٹا ہوگا مگر چونکہ کسیکا جھوٹ بظاہر ثابت نہیں ہوا حکم فسخ بیع کا دیا گیا اور یہ حکم باطناً و ظاہراً نافذ ہو گیا حتے کہ اگر سیدہ خریدہ فروخت لونڈی کا ہو اور بعد طرفین کے قسم کھا جانے کے وہ لونڈی بائع کے پاس پہر آوے بائع کو اوس سے صحبت حلال ہو گی اور مشتری کو حرام ہو گی

پس اس سے معلوم ہوا کہ فیصلہ قاضی کا ایسے امور میں کہ جنکی انشا و احداث کی ولایت شرعاً اوسکو حاصل ہو ظاہراً و باطناً نافذ ہے اب سمجھیے کہ جو حدیث آپ نے بیان کی وہ اگر بالکل عام ہوتی اور حکم قاضی کا صرف ظاہراً نافذ ہوتا باطناً مطلقاً نہ ہوتا تو آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم باب نکاح میں اور باب تخالف میں صرف ظاہر میں نافذ ہوتا اور خدا کے نزدیک اوس حکم پر عمل نہ جائز ہوتا حالانکہ اسکو کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا ہے **قولہ** خلاف کیا اسمیں امام اعظم کا امام ابو یوسف اور محمد نے اور کرا موافق شافعی کے جیسا کہ مصنف شرح کنز اور متخلص میں لکھا ہے **وقال** ابو یوسف و محمد والشافعی لا ینفذ باطناً انتہی **اقول** ایک جماعت فقہاء حنفیہ نے تصریح کی کہ فتوی قول صاحبین پر ہے جیسا مواہب الرحمن میں ہے وقصارہ علی اظہر کما فی الاشباہ والمالک الرسلۃ وعلیہ الفتوی انتہی اور بحر رائق میں ہے قال الفقیہ ابو اللیث الفتوی علی قولہما انتہی اور ایسی ہی شرنبلالیہ سے درمختار میں اور حقائق سے جامع الرموز میں منقول ہے اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں قول امام کو اقوی لکھا ہے اور اونکے شاگرد قاسم بن قطلوبغا نے اوسکی تحقیق میں ایک رسالہ مستقل لکھا ہے نام اوسکا القول القائم فی تاثیر حکم الحاکم ہے جسکو شوق تحقیق ہو اوسکا مطالعہ کرے الغرض کو بعض حنفیہ کے نزدیک فتوے قول صاحبین پر ہو اور قول امام کا بہ نسبت قول صاحبین کے ضعیف ہے یا ائمہ امام کا قول ایسا نہیں کہ آپ ایسا شخص اوسپر کوئی اعتراض کر سکے یا حکم مخالف قرآن و حدیث کا دے سکے **قولہ** اور دلیل امام اعظم کی حنفیہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں جسکو ذکر کیا امام محمد نے مبسوط میں کہ سپرد کیا ہمکو حضرت علی سے کہ ایک شخص نے اونکے پاس گواہ قائم کر دیے ایک عورت کے نکاح پر اور عورت نے انکار کیا تو حضرت علی نے حکم دے دیا عورت کو کہ جاوے مرد کے پاس تو کہا عورت نے کہ اس مرد نے نہیں نکاح کیا مجھسے اب اگر آپ نے ایسا ہی حکم کیا ہے تو آپ نکاح توڑ ہوا دیجیے فرمایا حضرت علی نے نہیں نہیں تجدید کر نکاح کر لو تیرا دونوں شاہدوں نے جواب اسکا تین طرح پر ہے **اقول** یہ تینوں طرح کے جواب خلاف صواب ہیں ایک بھی اوسمیں سے قابل اعتبار نہیں ہے اب آپ ان جوابات کے ابطال کے وجوہ ملاحظہ فرمائیے اور اس شمع کا وظیفہ کیجیے ؎ نخل امید نہ اکبار ہی سرسبز ہوا ✦ لاکھ ارمان کیے پورے پہلے کے لیے ✦ **قولہ** اول یہ کہ حدیث بلا اسناد ہے اور حدیث بلا اسناد جسکے مبدء سند میں سقوط و انقطاع ہو معلق کہلاتی ہے اور وہ ضعیف اور مردود شمار کیجاتی ہے چنانچہ نخبۃ الفکر میں ہے ثم المردود اما ان یکون لسقط او لطعن فالسقط اما ان یکون من مبادی السند من مصنف او من آخرہ بعد التابعی او غیر ذلک فالاول المعلق یعنے یہ مردود دو باتوں کے واسطے گرنے اسناد کے ہے یا طعن راوی کی سو گرنا اسناد کا یا تو ابتداء سند سے مصنف سے یا آخر سند کا کہ بعد تابعی کے یا سوائے اوسکے پس اول معلق ہے **اقول** سبحان اللہ آپکی سمجھ کے اور افترا پردازی کے قربان جاؤں محفل میں روز ہوتے ہیں سایان نئے نئے ✦ پیدا کیے ہیں طرز مری جان نئے نئے ✦ جس حدیث کے

مبدء سند مین سقوط ہوا وسکو کسنے مطلقاً ضعیف لکھا ہے اور کس کتاب مین اوسکو مطلقاً ساقط عن الاعتبار
کہا ہے شاید آپ کو لفظ مردود سے اشتباہ ہوا مگر یہ اشتباہ خود ہی مردود ہے مردود کے معنے جو عبارت نخبہ وغیرہ
مین واقع ہے ضعیف کے نہین ہین بلکہ وہ مردود مقابل ہے مقبول کے اور مقبول وہ حدیث ہے جسپر عمل واجب ہے
اور اوسکے سند کی تحقیق سے فراغت ہوگئی ہو اور غلبہ ظن اوسکے صدق وثبوت کا ہوگیا ہو آپ نے یا تو نخبہ و شرح
نخبہ دیکھی نہین یا مطلب سمجھے نہین کسی نے ہدایت کی نہین حافظ ابن حجر نے نخبہ و شرح نخبہ مین بعد ذکر کرنے تعریف
متواتر و مشہور و غریب و عزیز کے لکھا ہے وکلہا ای الاقسام الاربعۃ سوی الاول وہو المتواتر آحاد انتہی یعنے
یہ چارون سوائے اول یعنے متواتر کے سب اخبار آحاد ہین اوسکے بعد ترقیم کیا وفیہا ای فی الآحاد مقبول و
ہو ما یجب العمل بہ عند الجمہور وفیہا المردود وہو الذی لم یترجح صدق المخبر بہ بتوقف الاستدلال بہا عن البحث
عن دواتہا انتہی یعنے اون اخبار آحاد مین بعض احادیث مقبول ہین اور وہ وہ ہین کہ جنپر عمل واجب ہے
نزدیک جمہور کے اور اونمین مین بعض مردود ہین یعنے مقبول نہین اور وہ وہ ہین کہ نہین مرجح ہوا صدق
اوسکے راوی کا بسبب موقوف ہونے حجت پکڑنے کے ساتھ اونکے اوپر تحقیق حال روات اونکی کے بعد اوسکے
ابن حجر نے اقسام مقبول کے بیان کیے پھر بیان اقسام مردود اوس عبارت سے شروع کیا جو آپ نے نقل کی
اور بعد چند سطور اوس عبارت کے جو ابھی ہمنے لکھی یہ تحریر کیا واذا توقف عن العمل بہ صار کالمردود للثبوت
صفۃ الرد بل لکونہ لم یوجد فیہ صفۃ توجب القبول انتہی یعنے جب کہ توقف کیا گیا عمل کرنے سے ساتھ اوس
حدیث کے اور منتظار رہا اوسکے تفتیش وتحقیق سند کے کی گئی تو ہوگئی وہ حدیث مثل مردود کے نہ واسطے ثابت ہونے
صفت رد کے بلکہ اسواسطے کہ نہ پائی گئی بیچ اوسکے ایسی صفت کہ واجب کرتی ہو قبول کو اور بھی ابن حجر نے بعد اوس
عبارت کے جو آپ نے نقل کی ہے تحریر کیا وانما ذکر التعلیق فی قسم المردود للجہل بحال المحذوف وقد یحکم بصحتہ
ان عرف بان یجیء بصیغۃ من وجہ آخر انتہی یعنے جز این نیست کہ ذکر کی گئی معلق کہ جسکے مبدء سند مین سقوط ہو
قسم مردود مین بسبب نہ معلوم ہونے حال راوی محذوف کے کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ ہے اور کبھی حکم کیا جاتا ہے
ساتھ صحت معلق کے اگر حال اوسکا معلوم ہوگیا ہو باین طور کہ ذکر اوس محذوف اور ساقط کا دوسرے طریق مین
آگیا ہو اور حال اوسکا معلوم ہوگیا ہو آن عبارت سے صاف واضح ہوگیا کہ معلق کو جو مردود کہتے ہین اوسکے
یہ معنی نہین کہ وہ بالکل ضعیف ہے اور قابل احتجاج کے نہین ہے جیسا کہ آپ سمجھے ہین بلکہ اوسکے معنے یہ ہین کہ
وہ قسم مقبول سے نہین ہے کہ جسکے صدق وثبوت کا غلبہ ظن ہوگیا ہو اور واجب العمل ہو بلکہ اوسکے بارے مین
توقف ہوگا یہانتک کہ سند اوسکی ملجاوے اور تحقیق اوسکے روات کی ہوجاوے پس اگر سند اوسکی معتبر ہوگی
وہ روایت قابل احتجاج ہوجاویگی اور اگر سند اوسکی ضعیف ہوگی تو وہ ضعیف سمجھی جاویگی نہ یہ کہ مجرد اوسکے

معلق ہونے نے وہ درجہ اعتبار سے ساقط کر دیا جاوے اور علم ضعف کا اوسپر کر دیا جاوے تو اوس
یہ بات کہ حدیث حضرت علی کی مسند کہاں ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ جس طرح بخاری کے تعلیقات محبت ہیں
اوسی طرح سے بلاغات امام محمد کے خلاصہ میں جیسا کہ رد اعتبار نہ ہیں ہے علامات محمد مسندۃ انتہی یعنے جو
احادیث کو حنفیہ امام محمد بغیر سند کے بیان کریں اور اوسکو ہمیں ملنا فرماویں یعنے خبر ہمکو نہیں ہوئی ہے تو وہ
سب واہی ہیں مسند ہیں ایسی نہیں ہیں کہ کہیں اونکی سند نہو مطلقا نے سند ہوں اور اگر یہ اشتباہ ہو کہ
معلوم نہیں کہ اسکے سند کی روات کیسی ہیں ثقہ اور معتبر ہیں یا نہیں پس ہر دو تحقیق حال [illegible] کے
کیونکر اوسکے ساتھ استناد درست ہو سکتا ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ [illegible] اصول میں اور
دیگر علماء نے کتب اصول میں لکھا ہے کہ المجتہد اذا استدل بحدیث کان تصحیحا لہ انتہی یعنے مجتہد جسوقت
استدلال کرتا ہے کسی حدیث کے ساتھ تو وہ استناد اوسکا حدیث کی تصحیح کرنے کے واسطے کافی ہو جاتا ہے
پس اس مقام پر جب کہ خود امام محمد نے کہ مجتہدین سے ہیں اس حدیث کے ساتھ استناد کیا اور اوسکو
معرض احتجاج میں پیش کیا اسقدر اوس روایت کے معتبر ہونے کے واسطے کافی ہوگیا [illegible] کی
کہ نخبۃ الفکر اور منہج الوصول کی عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ [illegible] معلق کو بخاری کی [illegible] ہی
ہونگی جواب اسکا یہ ہے کہ منہج الوصول کے اصطلاح احادیث الاصول میں لکھا ہے کہ بخاری جسقدر حدیثیں
معلق لایا ہے اون سب کو ابن حجر نے اپنی کتاب التشویق الی بعض تعلیقات البخاری میں وصل کر دیا ہے علاوہ اسکے
فتح الباری اور قسطلانی اور کرمانی وغیرہ بخاری کی شرحوں میں بخاری کی معلق حدیثوں کا بھی وصل موجود ہے

**اقول** ۔ اگلی کہلی باتیں سب کہلا جائینگی جبکہ رہو + نہیں ہمارا مطلب [illegible] کے واسطے + اول تو
آپکا اعتراض کا معنی ہی فاسد ہے کیونکہ یہی معلوم ہو چکا کہ یہ معلق مردود و ضعیف نہیں ہے بلکہ مثل مقدمہ
متنہ کے کہیں صحیح ہوتی ہے کہیں ضعیف تو دوسرے یہ آپکا جواب اوپر ہی ہو چکا بوجہ سے کہ جب ہر معلق مردود
وضعیف ٹھہری جیسا کہ آپ تحریر کر گئے تو بالضرور بخاری کے تعلیقات سب ضعیف ہونگے کیا وجہ ہے
کہ بخاری کی احادیث معلقہ تو ضعیف نہوں اور اونکے سوا سب ائمہ و محدثین کے تعلیقات ضعیف ہوں
معلق ہونے میں دونوں برابر ہیں اور بلا سند ہونے میں دونوں مفترق نہیں ہیں پس آپکی فہم عالی
کے موافق اگر کوئی شخص کہدے کہ بخاری کے سب معلقات مردود ہیں اور لائق احتجاج نہیں تو آپ کو
بعینہ جہاں تک کہ پڑیگی اور اسکے جواب میں بڑی مشکلیں پیش آوینگی [illegible] یہ بات کہ
بخاری کی شروح میں وہ سب موصول کر دی گئی ہیں یہ کیا مفید ہے اسوجہ سے کہ شراح بخاری خصوصا
ابن حجر و قسطلانی بخاری کی تصنیف کو کئی سو برس کے بعد اس عالم میں آنے لانے اور اون

احادیث معلقہ کے وصل پر مستعد ہوئی پس لازم آتا ہے کہ تمام بیان ان حضرات کے وہ سب تعلیقات بخاری کی مردود رہین اور بتفصیل وصل ان حضرات کے مرتبۂ قبول میں داخل ہوئین علاوہ ازین شراح کے وصل کرنے سے معلق کی معلقیت نہین جاتی ہے پس جو تعلیقات بخاری کی ہین گو شروح مین اونکی سند بیان کی گئی ہو صحیح بخاری مین تو وہ معلق ہی رہین پس صحیح بخاری کا اشتمال اوپر احادیث مردودہ کے لازم آگیا کیون تمہو آپ کو اپنے گھر کی خود ہی خبر نہیں رہی ائمہ پر ایسے اعتراض پر مستعد ہوے کہ صحیح بخاری کا بھی مشتمل ہونے کا احادیث مردودہ پر التزام کر لیا فانا للہ وانا الیہ راجعون **قولہ** دوم یہ روایت موقوف ہی حضرت علی پر اور روایت موقوف قابل حجت کے نہین ہوتی ہے **اقول** سبحان اللہ آپ اعتراض کرنے کو تو تیار ہوگئے مگر اونکے اصول کو نہ دیکھا کہ اونکے نزدیک کیا قاعدہ ہے اور کس ضابطہ سے کون مسئلہ مستنبط ہوا ہے ؎ جھوٹے سوالی کی طرف کب دیکھتے ہین جوہری ؎ بے صداقت آبروے بد گہر ملتی نہین ؎ قاسم بن قطلوبغا حنفی اپنے فتاوے مین لکھتے ہین قول الصحابی حجۃ عندنا انتہی یعنے صحابہ کا قول ہمارے نزدیک حنفیہ کے حجت ہے اور ابن ہمام حنفی فتح القدیر مین لکھتے ہین قول الصحابی حجۃ مالم یخالف شیئا من السنۃ انتہی یعنے قول صحابی کا حجت ہے جب تک کہ نفی نہ کرے اوسکو کوئی حدیث مرفوع یعنے کوئی حدیث مرفوع جب تک مخالف قول صحابی نہ ہے اوسوقت قول صحابی حجت ہے اور شیخ عبد الحق دہلوی نے فتح المنان فی تائید مذہب النعمان مین لکھا ہے قال ابن المبارک قال ابو حنیفۃ ما جاء عن رسول اللہ فعلی الرأس والعین وما جاء عن اصحابہ نتخیر انتہی یعنے کہا عبد اللہ بن مبارک نے کہ فرمایا امام ابو حنیفہ نے کہ جو کچھ خبر ہو نبی سے ہمکو رسول اللہ سے پس وہ سر و چشم مقبول ہے اور جو صحابہ رسول اللہ سے ہمکو ہو نبی اوسکو مین نچوڑ دونگا **قولہ** سوم جب کہ سنن اربعہ کی حدیث مرفوع اگرچہ صحیح ہو فقط بخاری کی حدیث کا مقابلہ تو کر سکتی نہین تو بہلا اثر صحابی کا تو مقابل ایسے حدیث کے کہ جسپر بخاری اور مسلم دونون نے اتفاق کیا ہو کب اوسکے معارض اور لائق حجت کے ہو سکتا ہے **اقول** سلمنا کی بناوٹ بہت سی باتون مین ؎ پر کہین چپتی ہے بنائی بات غیر صحیحین کی حدیث کے مقابلہ نہ کر سکنے کے سبب حدیث صحیحین کے یہ معنی نہین ہین کہ وہ حدیث بالکل مردود ہو جاتی ہے اور لائق حجت نہین ہو سکتی ہے اگرچہ دونون مین مخالفت نہو اور محمل صحیح پر ہر ایک محمول ہو سکتی ہو بلکہ جب دونون مین مخالفت تامہ ہوگی اور کسیطرح صورت جمع نہ نکل سکتی ہوگی تب البتہ حدیث غیر صحیحین کی متروک کر دیجاوینگی اور حدیث صحیحین محمول ہوگی ابن امیر حاج حلبی حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی مین لکھتے ہین الجمع بین المتعارضین عند الامکان اولی من اعمال احدہما بالکلیۃ انتہی یعنے جمع کرنا درمیان دو حدیثون کے بقدر امکان ضروری ہے جب کہ ہر دو اثر ہو وے درمیان جمع کے اور درمیان باطل کرنے کے ساتھ ایک کے

اور یہ ظاہر ہے کہ اس مقام پر مجمع حکم ایسا ہی ہے بنظر کہ حدیث مرفوع دعاوی اموال وغیرہ پر محمول ہووے
اور اثر علی مرتضےٰ باب عقود و فسوخ میں محمول ہووے پس ۱ وجود امکان تطبیق کے ترک کر دینا اثر مرتضےٰ کا
بالکلیہ خلاف معقول و منقول ہے **قولہ** چہارم کتاب کہ کسکی یہ حدیث ہے اور سوائے اسکے اور جا رکتا ہیں امام محمد کی
یعنے جامع صغیر اور جامع کبیر اور زیادات اور سیر مثل حدیث کے کتابوں کی نہیں کہ اوپر عمل واجب ہووے اس سے کہ یہ کتابیں
نہیں ہوا کہ ان کتابوں کی حدیثیں بھی حضرت اور حضرت کے اصحاب ہی سے مروی ہیں **اقول** یہ آپ کو
اگر ثابت نہیں ہوا تو نہو حنیفہ تو اس امر کو خوب جانتے ہیں کہ امام محمد نے جو حدیثیں ان کتابوں میں درج کی ہیں وہ
بالکل غیر معتبر نہیں ہیں باقی رہا ضعف سو یہ تو ہاے عالمگیر ہے کتب سنن ابو داؤد مسند امام احمد مسند امام شافعی
وغیرہ کتب فن حدیث کے سب روایات میں ضعف ہے پھر کیا اس امر سے اون کتابوں کی حدیثیں بالکل غیر معتبر
سمجھی جاوینگی ہرگز نہیں ایسی کتب امام محمد کی احادیث مطلقاً غیر معتبر نہ سمجھے جاوینگے **قولہ** اور ایک یہ کہ امام اعظم کا
اور اونکے شاگردوں ابو یوسف اور محمد کا مخالف پیغمبر کی حدیثوں کے یہ ہے کہ ہدایہ اور منتقی و قایہ اور کنز الدقائق
وغیرہ میں لکھا ہے من امتنع عن الجزیۃ او قتل مسلما او سب النبی او زنی بمسلمۃ او تقیض عہدہ یعنے جو دے
جزیہ دینے سے انکار کرے یا کسی مسلمان کو مار ڈالے یا گالی دے نبی کو یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے
تو ان امور سے اوسکا عہد ذمی کا نہیں ٹوٹتا امام اعظم اور اونکے شاگردوں نے خلاف کیا ہے جرح ان دونوں
حدیثوں کا پہلی حدیث ابو داؤد میں روایت ہے علی سے ان یہودیۃ کانت تشتم النبی الخ یعنے تحقیق ایک عورت
یہودیہ برا کہتی تھی آن حضرت کو اور عیب اور طعن کرتی تھی پس گلا گھوٹا ایک شخص نے اوسکا یہانتک کہ مر گئی پس
معاف فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خون اوسکا دوسری حدیث ابو داؤد میں روایت ہے ابن عباس سے
ان اعمی کانت لہ ام ولد الخ یعنے تحقیق ایک اندھا کہ تھی اوسکے پاس ام ولد گالی دینے والی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پس منع
کرتا تھا وہ اندھا اوسکو اس بات سے پس باز نہ آتی تھی پس جب ہوئی ایک رات تو اوس اندھے نے ایک لکڑی
سینچ لگی ہوئی پس رکھا اوسکو اوسکے پیٹ پر اور تکیہ کیا اوسپر یعنے زور سے دبا یا پس قتل کیا اوسکو پس ہو گئی خبر
اسکی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پس فرمایا خبردار گواہ رہو تحقیق خون اوسکا رائیگاں ہے **اقول** ۵ وہم نہیں جیسے
تو اے فلک بگار سکے ۵ کہ ہر خیال ہے اتنی تری مجال نہیں ۵ ان دونوں حدیثوں میں اور امام کے مذہب میں
کیا مخالفت ہے امام یہ کہتے ہیں کہ جو کافر ذمی کہ مطیع اہل اسلام ہو گیا ہو اور جزیہ دینا اوسنے قبول کر لیا ہو
اور بادائے جزیہ اوسنے اپنی جان و مال کی حفاظت کر لی ہو وہ اگر آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دے
تو اس گالی دینے سے اوسکا عہد امان نہیں ٹوٹے گا اور عقد ذمیت اوس سے مرتفع نہو گا بشرطیکہ اعلان
اور برملا دشمنی نہ کرے اور سوا یہ سے کہ گالی دینا آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کفر ہے اور ذمی میں کفر پہلے ہی سے موجود ہے

گالی دینے والا ذمی کا قتل کیا جائیگا جب کہ اعلان کرے ساتھ گالی دینے کے تصریح کی ہے اسکی کتاب السیر من ذخیرہ برہانیہ کی اسی اور کتب فقہ مین ہے خلاصہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ذمی اگر آنحضرت کو اتفاقاً گالی دے دے تو عہد ذمیت اُسکا صرف اس گالی دینے سے نہ ٹوٹیگا اور بجز اس گالی کے وہ حربی نہ ہوجائیگا اور قتل اوسکا واجب نہوگا مگر تعزیر اوسپر قائم کیجاویگی اور سیاست اگر چہ سابقہ قتل کے ہمراوسپر جاری ہوگی اور اگر گالی وہ باعلان دیتا ہو یا عادت اسکی رکھتا ہو تو اوسکو مار ڈالنا ضرور ہے ہر گاہ یہ معلوم ہوا میں اب سمجھنا چاہیے کہ مذہب حنفیہ مین اور اون دونون حدیثون مین جو آپ نے ذکر کین کچھ بھی مخالفت نہین ایک تو اسوجہ سے کہ مذہب حنفیہ کا یہ نہین کہ مارنا کافر کو بسبب گالی دینے نبی کے ہی مین ہے نہ ہر کافر مین اور اون دونون حدیثون مین یہ تصریح نہین کہ وہ دونون عورتین کہ بوجہ گالی دینے کے ماری گئین ذمی تھین بلکہ اول حدیث مین تو تصریح ہے کہ وہ عورت یہودیہ تھی اور یہود جو مدینہ منورہ مین تھے وہ ذمی نہ تھے کیونکہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی اونپر جزیہ نہین مقرر کیا اور نہ اونپر حکم اہل ذمہ کا جاری کیا بلکہ اوائل مین اونسے مصالحہ بلا عوض مال کر لیا گیا تھا بعد چند سال کے یہود کا اخراج کر دیا گیا اور بعضون سے مقاتلہ کیا گیا جیسا کہ فتح القدیر مین مذکور ہے اما الیہود فلم یکونوا اہل ذمۃ بعقد اعطاھم الجزیۃ بل کانوا اصحاب موادعۃ بلا مال یوخذ منھم الی ان اجلاھم الخ نعم لا نسلم ان الجزیۃ قطعت علی الیہود انتہی یعنے لیکن یہود پس نہ تھے وہ لوگ اہل ذمہ یعنی دینے اونکے جزیہ کو بلکہ تھے وہ اصحاب مصالحت بغیر مال کے کہ لیا جاتا تھا اوسے یہانتک کہ قادر کیا اللہ نے اپنے رسول کو اونپر اور غالب کیا اونپر سو سے اونپر مقرر کیا گیا جزیہ کبھی اونپر یہود کے پس اگر ایسی کوئی روایت ہوتی جس سے یہ صاف ثابت ہوتا کہ کوئی کافر ذمی تب گالی دینے نبی کے عہد نبوی مین مارا گیا یا آپ نے کسی ایسے کافر کے مارنے کا حکم کیا تو البتہ مذہب حنفیہ پر اعتراض ہوتا اور یہ حدیثین جو آپ نے بیان کین اونمین اسکا نشان نہین دوسری یہ کہ ان دونون حدیثون سے یہ ثابت ہے کہ وہ دونون عورتین جو ماری گئین وہ آن حضرت کو باعلان گالی دیتی تھین اور عادت اسکی رکھتی تھین اور ابھی معلوم ہوگیا کہ ایسی صورت مین حنفیہ کے نزدیک قتل ضرور ہے اور نہ واجب ہونا قتل کا اوسوقت ہے جب ذمی گالی کے ساتھ اعلان نہ کرے اور اوسکی عادت نہ رکھے ہان اگر ایسی کوئی حدیث ہووے کہ جس سے مارا جانا ذمی کا صرف دو ایک مرتبہ گالی دینے سے ثابت ہووے تو البتہ اعتراض ہوسکتا ہے ورنہ نہ تیسری یہ کہ جس صورت مین کہ حنفیہ کے نزدیک عہد ذمہ نہین ٹوٹتا ہے اوس صورت مین بھی مار ڈالنا ذمی کو بقصد زجر و سیاست جائز ہے اور ان دونون حدیثون سے اسقدر ثابت ہے کہ وہ دونون عورتین بسبب گالی دینے کے ماری گئین اور آن حضرت [illegible]

جائز رکھا اور مارنے والے پر کچھ زجر نہین کیا یہ نہین ثابت ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو خواہ مخواہ مار ڈالنا
واجب ہے تاکہ اعتراض مخالفت درست ہووے علاوہ ازین ایسی بھی حدیثین وارد ہین کہ جنسے
یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ کفار نے بارہا آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دی ہے اور آپ نے انکو
نہین مارا ابو نعیم نے دلائل النبوۃ مین ابن عباس سے روایت کی ہے تفسیر مین اس آیت کے
یا ایہا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا قولوا انظرنا یعنے اے ایمان والو نہ کہو تم ہمارے رسول سے راعنا
بلکہ کہو انظرنا راعنا لسان الیہود واسب القبیح فکان الیہود یقولون لرسول اللہ سرا فلما سمع اصحابہ یقولون
اعلنوا بہا فکانوا یقولون ذلک لیکونوا فیما بینہم فانزل اللہ ہذہ الآیۃ انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ راعنا
بلغت یہود بُری گالی ہے پس جب وہ آنحضرت کی خدمت مین آتے تھے راعنا کہتے تھے صحابہ اونکے
کہنے سے یہ سمجھے کہ یہ کوئی کلمہ اچھا ہے وہ بھی کہنے لگے پس اللہ نے اس آیت کو نازل کیا اور
حکم کیا کہ تم راعنا نہ کہو اگر کہنا ہو تو انظرنا کہو کہ جسکے معنے یہ ہین کہ اے رسول اللہ آپ ہماری طرف
دیکھیے اور توجہ کیجیے اور صحیح بخاری و مسلم و سنن وغیرہ مین موجود ہے کہ یہود جب آن حضرت کی
خدمت مین آتے بجاے السلام علیکم السام علیکم کہتے اور سام کے معنے اونکے نزدیک موت اور لعنت
کے ہین آن حضرت اونکے جواب مین صرف علیکم فرما دیتے پس ان احادیث سے یہ ثابت ہے
کہ یہود آن حضرت کو گالیان دیتے تھے مگر آپ اونکی مارنے کا حکم نہین فرماتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو
بسبب گالی دینے کے مار ڈالنا ضرور نہین ہے ہان اگر تعزیرا مار ڈالیگا تو کچھ حرج بھی نہوگا بخلاف مسلمان
کے کہ اگر وہ نبی کو گالی دیگا وہ کافر ہوجاویگا اور مسلمانون پر اسکا مار ڈالنا لازم و واجب ہوجاویگا
**قولہ** ورایک مسئلہ امام اعظم کا اور رائے شاگرد ابو یوسف و محمد کا مخالف حدیث کے یہ ہے جو کہ ہدایہ اور
شرح وقایہ اور کنز اور در مختار مین لکھا فان قید الخامسۃ بسجدۃ الغی فرضہ عندنا یعنے اگر اوسنے پانچوین
رکعت کا قعدہ کرلیا تو باطل ہوگئی نماز یعنے مذہب امام اعظم کا یہ ہے کہ جو کوئی پانچ رکعت نماز پڑھتا تھی اور
بھول کر پانچ رکعت پڑھ گیا تو اس صورت مین نماز اوسکی باطل ہوجاوے گی اس مسئلہ مین امام اعظم
اور اونکے شاگرد ابو یوسف و محمد نے خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم مین روایت ہے
عبد اللہ بن مسعود سے ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صلی خمسا فقیل لہ ازید فی الصلوۃ فقال وما ذاک یا رسول اللہ
قالوا صلیت خمسا فسجد سجدتین بعد ما سلم یعنے تحقیق رسول خدا نے نماز پڑھی پانچ رکعت پس کہا گیا
واسطے اونکے زیادتی کی گئی ہے نماز مین پس فرمایا تمہارے سبب پوچھنے کا کیا ہے عرض کیا صحابہ نے پڑھی
آپ نے نماز پانچ رکعت پس سجدے کیے حضرت نے دو سجدے بعد سلام پھیرنے کے **اقول**

راہ سیدھی چل کہ اک عالم بھیجا کہ ۔ کجروی بہتر نہیں اے شوخ یہ رفتار چھوڑ ۔ بے سمجھے بوجھے امام کے مذہب کو مخالف حدیث کے کہنا آپ ہی کا کام ہے عبارات فقہیہ میں قطع و برید کردینے میں آپ کو ملکہ تام ہے ان سب کتابوں میں جنکا آپ نے ذکر کیا اور ایسی اور فقہ کی کتابوں میں صرف اسقدر نہیں لکھا ہے جو آپ نے عوام کے دھوکا دینے کے واسطے نقل کیا بلکہ سب کتابوں میں یہ تفصیل مرقوم ہے کہ جو شخص چار رکعت کا پڑھنے والا قعدہ اخیرہ کو کہ ارکان نماز سے ہے چھوڑ کے پانچویں رکعت پڑھنے لگے پس جب تک کہ پانچویں رکعت کا اوسنے سجدہ نہیں کیا ہے اوسکو چاہیے کہ بیٹھ جاوے اور قعدہ کرکے سجدہ سہو کرے اسوجہ سے کہ ایک رکعت سے کم کوئی نماز معتبر نہیں پس اوسکا باطل کرنے میں واسطے اصلاح نماز کے کچھ حرج نہیں اور اگر اوسنے پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا ہے نماز اوسکی باطل ہوجاتی ہے اسوجہ سے کہ اوسنے نفل میں شروع مستحکم کرلیا بدون اکمال ارکان فرض کے کیونکہ ایک رکعت نماز معتبر ہے اور اگر قعدہ اخیرہ کرکے بھولے سے پانچویں رکعت پڑھنے لگا پس اسوقت جب تک کہ پانچویں رکعت کا سجدہ نکرے اوسوقت تک بیٹھ جاوے اور سجدہ سہو کرکے نماز تمام کرے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا اور ایک رکعت کو اوسنے مکمل کردیا اس صورت میں اوسکو چاہیے کہ چھٹی رکعت اور بھی ملالے اور سجدہ سہو کرکے نماز تمام کرلے تا یہ دو رکعت نفل ہوجاویں اور چار رکعت فرض ادا ہوویں یہی حاصل ہے اس عبارت ہدایہ کا وان سہی عن القعدۃ الاخیرۃ حتی قام الی الخامسۃ رجع الی القعدۃ مالم یسجد لان فیہ اصلاح صلوتہ ما امکنہ لان ما دون الرکوعۃ یحمل الرفض والغی الخامسۃ وسجد للسہو لانہ اخر واجبا وان قید الخامسۃ بسجدۃ بطل فرضہ عند نا لانہ استحکم شروعہ فی النافلۃ قبل کمال ارکان الصلوۃ ولو قعد فی الرابعۃ ثم قام ولم یسلم عاد الی القعدۃ مالم یسجد الخامسۃ وسلم وان قید الخامسۃ بالسجدۃ ثم تذکر ضم الیہا رکعۃ اخری وتم فرضہ ویسجد للسہو استحسانا انتہی ملخصا خلاصہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک چار رکعت پڑھنے والا اگر بھول سے پانچویں رکعت کے واسطے کھڑا ہوگیا تو نماز اوسکی ہر صورت میں نہیں باطل ہوتی ہے جیسا کہ آپ کے کلام ناتمام سے سمجھا جاتا ہے بلکہ اوس صورت میں کہ قعدہ اخیرہ کہ رکن نماز ہے اوس سے چھوٹ گیا ہو اور بدون قعدہ اخیرہ کے وہ کھڑا ہوگیا ہو اور پانچویں رکعت کا اوسنے سجدہ بھی کرلیا ہو اور سوائے اسکے اور صورتوں میں بطلان نماز کا حکم نہیں دیتے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اگر پانچویں رکعت کے سجدہ کرنے کے قبل اوسکو یاد آگیا تو وہ اوسقدر زائد نماز کو کہ ایک رکعت سے کم ہے چھوڑ دے اور بیٹھ کے سجدہ سہو کرکے نماز تمام کرے خواہ اوسنے پانچویں رکعت قعدہ اخیرہ کرکے اوسنے شروع کی ہو یا قعدہ اخیرہ اوس سے چھوٹ گیا ہو اور اگر پانچویں رکعت کی طرف قعدہ اخیرہ کرکے

کھڑا ہوا اور اوس رکعت کے سجدہ کرنے کے بعد اوسکو یاد پڑا اپنی صورت مین بھی اوسکی نماز ثمین باطل ہوگی بلکہ وہ ایک رکعت اور ملاکے نماز تمام کرے اب دیکھیے کہ جو حدیث آپ نے بیان کی اوسمین یہ کہان مذکور ہے کہ آن حضرتؐ پانچوین رکعت بدون قعدہ اخیرہ جو تی رکعت کے پڑہنے لگتے تاکہ حکم مخالفت کا درست ہووے بلکہ ظاہر حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ قعدہ اخیرہ کرکے سہو کے باعث خیال کہ یہ قعدہ اولے ہی کھڑے ہوگئے تھے اسوجہ سے کہ جب ایک صحابی نے کہا کہ یارسول اللہ کیا نماز مین زیادتی ہوگئی ہے اور آپ نے پوچھا کہ کیا ہوا تو صحابہ نے عرض کیا کہ آپ نے پانچ رکعت ادا کین اور ظاہر ہے کہ ظہر کی نماز چار رکعت مع قعدہ اخیرہ ہوتی ہین نہ بدون اوسکے پس اگر قعدہ اخیرہ آپ چھوڑ گئے ہوتے صحابہ یہ کہتے کہ آپ نے ایک قعدہ چھوڑ دیا اور ایک رکعت کی زیادتی کی یہ نہ کہتے کہ آپ نے پانچ رکعت ادا ہوئی بنا علیہ یہ حدیث موافق حنفیہ کے ٹھہری اور سطرح کی مخالفت نہوئی کیونکہ حنفیہ بھی اسی صورت مین کہ قعدہ اخیرہ کرکے پانچوین رکعت کی طرف بھولے کھڑا ہوگیا ہو بطلان نماز کا حکم نہین دیتے ہین تبیین شرح ہدایہ مین لکھتے ہین وتاویل الحدیث

انہ علیہ السلام قعد علی الرابعۃ بدلیل انہ قال صلی الظہر خمسا واظہر اسم لجمیع الارکان ومنہا القعدۃ الاخیرۃ انتہی یعنے تاویل حدیث کی یہ ہے کہ آن حضرتؐ قعدہ اخیرہ کرکے کھڑے ہوے تھے بدلیل اسکے کہ صحابی راوی حدیث نے بیان اس قصہ مین صلی الظہر خمسا فرمایا یعنے آپ نے پانچ رکعت ظہر پڑہی اور ظہر نام ہے مجموع ارکان کا کہ منجملہ اونکے قعدہ اخیرہ بھی ہے نہ صرف چار رکعت کا بدون قعدہ اخیرہ کے پس اگر آپ نے قعدہ اخیرہ چھوڑ دیا ہوتا راوی یہ لفظ نہ کہتا الحاصل سیاق قصہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قعدہ کر لیا تھا اور بالفرض اگر اس ظاہر سیاق کا لحاظ نہ کیجیے تب بھی قصہ محتمل دونون صورتون کو ہے صرف ایک ہی صورت کہ آپ نے قعدہ اخیرہ بھی چھوڑ دیا تھا نہین نکلتی بالجملہ خواہ مخواہ اس حدیث کو مخالف مذہب حنفیہ سمجھنا اور مذہب حنفی پر طعن کرنا خالی سخافت وسفاہت سے نہین

**قولہ** اور ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف حدیث کے یہ ہے جو کہ ہدایہ اور شرح وقایہ اور کنز اور درمختار وغیرہ مین لکھا ہے ولا یشیر عند ابی حنیفۃ یعنے زخم نکیا جاوے اونٹ نزدیک ابو حنیفہ رح کے اونکے نزدیک اشعار مثلہ ہے یعنے تکلیف دینا ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا اس مسئلہ مین اس حدیث کا جسکو مسلم اور ابو داود اور ترمذی اور نسائی اور موطا مین روایت کیا ہے ابن عباس سے کہ کما صلی رسول اللہ الظہر بذی الحلیفۃ ثم دعا بناقۃ فاشعرہا فی صفحۃ سنامہا الایمن الخ یعنے نماز پڑہی رسول اللہ نے ظہر کی بیچ ذی الحلیفہ کے پہر منگوائی اونٹنی اپنی پس زخم کیا اونٹنی کو بیچ کوہان کے داہنی طرف کا

اقول ۵ سرکش کوئی ہو کرکبھی سر بانہین ہوتا ۶ انجام بُرے کام کا اچھا نہین ہوتا ۷ بے فائدہ شمار پر شمت لگانا اور مجتہدین پر افترا کرنا بہتر نہین ہے اور طعن و تشنیع مین جرأت کر بیٹھنا اچھا نہین ہے اگر بطفیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عذاب استیصال دنیوی اس امت سے اوٹھا نہ لیا گیا ہوتا تو بیشک ایسے طاعنین پر عذاب استیصال نازل ہوتا تعجب ہے کہ آپ کو امام ابوحنیفہ کی مذہب کی تو خبر ہی نہین خواہ مخواہ پانچوین سواروں مین اپنا نام کیون داخل کرتے ہین اور طاعنین مین کیون اپنا نام لکھوا کے مستحق گناہ ہوتے ہین اور زیادہ عجب یہ ہے کہ جن کتابون سے آپ مذہب امام کا نقل کر رہے ہین اونہین مین تقبیح مذہب امام تمام مذکور ہے یا اونکی شروح مین اچھی طرح سے ماثور ہے اون سب سے چشم پوشی کرنا اور جو مذہب امام کا نہو اوسکو مذہب اونکا قرار دیکے اعتراض کرنا کس کتاب شرعی کی رو سے جائز ہے نہین سہی کتب شرعیہ کو جانے دیجیے کسی شاستر یا پوتھی سے اسکا جواز نکال دیجیے در مختار مین کہ جسکا آپ حوالہ دے رہے ہین مسطور ہے

کرہ الاشعار وہو شق سنامہا من الالیسر او الایمن لان کل احد لایسنہ فاما من حسنہ فان قطع الجلد فقط فانہ انتہی یعنے مکروہ ہے اشعار اور وہ شق کرنا اونٹ کی کوہان کا بائین جانب یا داہنے طرف سے اسوجہ سے کہ ہر شخص نہین کرتا ہے اشعار اچھی طرح بلکہ اکثر ایسے زخم لگاتے ہین کہ گوشت تک زخم پہونچ جاتا ہے اور جانور سخت تکلیف اوٹھاتا ہے پس لیکن وہ شخص کہ اچھی طرح سے اشعار کرے بانیظر کہ صرف چمڑہ کاٹے پس نہین حرج ہے اوسکے واسطے اشعار مین اور ہدایہ مین ہے قیل ان ابا حنیفۃ انما کرہ اشعار اہل زمانہ لانہم یفعلونہ علی وجہ یخاف منہ السرایۃ انتہی یعنے ابوحنیفہ نے نہین مکروہ کہا مطلق اشعار کو بلکہ اشعار اپنے زمانہ والون کو کہ وہ مبالغہ کرتی ہے اشعار مین یہان تک کہ خوف ہوتا ہے پہونچ جانے زخم کا گوشت تک اور عینی کی شرح ہدایہ مین ہے ابوحنیفۃ انما کرہ اہل الاشعار لکیف یکرہ ذلک مع ما اشتہر فیہ من الآثار وقال الطحاوی وانما کرہ ابوحنیفۃ اشعار اہل زمانہ لانہم یفعلون ذلک علی وجہ یخاف منہ ہلاک البدنۃ سرایۃ خصوصا فی حر الحجاز وفی الصواب

فی سندہ ابا یعلی عن العلاء ابہم لا یقین علی الحدود ما من وقف علی ذلک بان قطع الجلد فقط دون اللحم فانہ یمکث انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ ابوحنیفہ نے مطلقا اشعار کو مکروہ نہین کہا اور کیونکر کہتے باوجود مشہور ہونے اخبار و آثار کے اس باب مین الطحاوی نے کہا کہ نہین مکروہ کہا ابوحنیفہ نے مگر اپنے زمانہ والون کے اشعار کو کیونکہ دیکھا امام نے اونکو کہ وہ اسطور سے اشعار کرتے تھے کہ اوسمین خوف ہلاک اونٹ کا ہوتا تھا خصوصا گرمی ملک عرب کے زمانے مین کہ جانور زیادہ زخم کھاکے اکثر مر جاتے تھے پس مناسب سمجھا امام نے منع کرنے اس طریقہ کو عوام سے اور فتوے کراہت کا دیا اسوجہ سے کہ عوام حد شرعی سے تجاوز کر جاتی تھی لیکن وہ شخص جو حد شرعی سے تجاوز نہووے بانیظر کہ صرف چمڑا کاٹے اوسکے واسطے کچھ مضائقہ نہین ہے

اور عینی کی شرح صحیح بخاری مسمے بہ عمدۃ القاری مین ہے الطحاوی الذین ہو اعلم الناس بمذاہب الفقہاء
لاسیما بمذہب ابی حنیفۃ ذکران ابا حنیفۃ لم یکرہ اصل الاشعار ولا کونہ سنۃ وانما کرہ ما یفعل علی وجہ یخاف منہ ہا لکما
سراۃ الجرح لاسیما فی حرالمجازم مع الطعن بالسنان او السفرۃ فاراد سد الباب علی العامۃ لانہم لا یراعون الحدفی
ذلک امامن وقف علی الحد فی ذلک فقطع الجلد دون اللحم فلا یکرھہ فوذکر الکرمانی صاحب المناسک عنہ استحسانہ
قال وہو الاصح انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ طحاوی نے جو بڑے عالم تھے مذاہب فقہا کے اور اختلافات ائمہ کے
خصوصاً مذہب امام ابوحنیفہ کے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے نہین مکروہ جانا اصل اشعار کو اور نہ انکار کیا اوسکے
سنت ہونے کا جزین ہیئت کہ مکروہ جانا اوس اشعار کو کہ اوس سے خوف ہلاک ہووے اور ذکر کیا ہے کرمانی
صاحب مناسک نے ابوحنیفہ سے استحسان اور استحباب اشعار اور کہا کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے اسیطرح سے اور بھی
کتب فقہ مین مذکور ہے بنظر اختصار نقل عبارات مین تطویل نہین کی گئی الغرض جو شخص مطلقاً اشعار کو
منع کرے اور مکروہ کہے بیشک قول اوسکا مردود ہے بسبب اسکے کہ احادیث صحیحہ سے آن حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور صحابہ کا اشعار کرنا ثابت ہے اور ابوحنیفہ اس قول سے مبرا ہین مطلقاً اشعار کو مکروہ نہین
کہتے ہین بلکہ جو اشعار بقدر حد شرعی ہووے اوسکو وہ بھی مستحسن اور مسنون سمجھتے ہین ہان جو حد شرعی سے متجاوز
ہو جاوے اوسکو البتہ مکروہ کہتے ہین پس جو مذہب امام کا ہے وہ مخالف حدیث نہین اور جو مخالف حدیث
ہے وہ مذہب امام کا نہین قولہ راقم کہتا ہے کہ مسائل امام اعظم کے جو فقہ کی کتابون مین درج ہین صحیح صحیح
حدیثون کے مخالف اسقدر ہین کہ مین اونکا شمار نہین کرسکتا اور اس دریاے ناپیدا کنار کو کوزے سے
ناپ نہین سکتا لیکن بطور مشت نمونہ خروارے سے واسطے معلوم کرنے عوام کے میرا ارادہ یہ ہے کہ اکیسو
مسئلہ امام اعظم کا جو کہ حدیثون صحیحہ کے مخالف ہین نقل کردون اقول سہ نہ چھیڑو بس اب کہ ہم بھی
کہین گے ۱۲ ثبت ہو چکی بدزبانی تمہاری ۱۲ یہ آپکا زبانی جمع خرچ پایہ اعتبار سے ساقط ہے ارباب عقل
وانصاف کے نزدیک یہ دعوے غیر مسموع ہے اگر آپ اسیکا نام مخالفت ہے کہ مذہب امام کا جو کچھ اپنی سمجھ مین
آیا قرار دیکے حدیث کا مطلب اپنی طرف سے کر کے جھٹ یہ حکم مخالفت کا لگا دیا تو ایسی مخالفت
تو تمام ائمہ ومحدثین کے اقوال مین بہت نکل آوینگی حنفیہ کی کیا خصوصیت ہے اگر اسکے جواب مین ہم آپکے
مقتداؤن کے اگلے زمانے کے اور اس زمانے کے اقوال مخالف حدیث و قرآن نکالین تو آپ کو بڑی مشکل
پڑے گی اور بجز خاموشی کے کچھ نہ بن پڑیگی مگر ہم سلف صالحین اور ائمہ سابقین کے ساتھ ادب سے پیش
آتے ہین اور کسی پر طعن نہین کرتے ہین ہم بھی اگر آپ کی طرح سے بیباک ہو جاوین اور خوف پروردگار
اور ممانعت دین کو جواب تہ کی ہووے آپ کی طبع مبارک بھی مسرور ہووے مگر ہم کہتے ہین خفف الوطم

باعراض واعراض عن الجاہلین پر عمل کر کے صبر کرتے ہیں اور وہ ان سب لعن وتشنیع کا آپ ہی پر رہنے کو پسند کرتے ہیں **قولہ** اور ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف حدیث پیغمبر کے یہ ہے جو کہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے ومن انتہی الی الامام الخ یعنے فجر کی نماز کے وقت اگر کوئی شخص مسجد میں آوے اور دیکھے کہ فرضوں کی جماعت ہو رہی ہے لیکن اوس شخص نے دو رکعت سنت نہیں پڑھی ہے تو اس صورت میں اگر وہ ڈرتا ہے کہ سنت پڑھنے سے ایک رکعت جماعت کی جاتی رہیگی اور ایک لجاویگی تو چاہیے کہ دو رکعت سنت مسجد کے دروازے پر پہلے پڑھ لے پھر جماعت میں داخل ہووے سو امام اعظم نے خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ مسلم میں روایت ہے ابوہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ نے اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ یعنے جسوقت کہ کھڑی کیجاوے نماز یعنے تکبیر ہو فرضوں کی پس نہیں ہے کوئی نماز سوائے فرض کے **اقول** اگرچہ یہ حدیث یعنے اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ جو کہ سنن ابوداؤد وسنن نسائی وسنن ابن ماجہ وصحیح مسلم وجامع ترمذی ومسند امام احمد ومسند امام ابوحنیفہ وغیرہ میں باسانید معتبرہ مروی ہے بسبب اپنے اطلاق کے اسی پر دلالت کرتی ہے کہ جب تکبیر نماز فرض کے واسطے شروع ہووے اوسوقت کوئی نماز نہ پڑھنا چاہیے مگر وہی فرض خواہ سنت فجر کی ہو یا صبح کی یا اور کوئی نفل ہو مگر جماعت سے صحابہ سے اسکے خلاف مروی ہے طحاوی نے شرح معانی الآثار میں عبداللہ بن مسعود سے روایت کی انہ دخل المسجد والامام فی الصلوۃ فصلی رکعتی الفجر انتہی یعنے وہ مسجد میں آئے اوسوقت کہ امام نماز صبح پڑھ رہے تھے پس پڑھی اونہوں نے سنت فجر بعد اوسکے شریک ہوئے فرض میں اور یہی دوسری سند سے روایت کی انا سعید بن العاص ابا موسی وحذیفہ وعبداللہ بن مسعود قبل ان یصلی الصلوۃ ثم خرجوا من عندہ وقد اقیمت الصلوۃ فجلس عبداللہ الی اسطوانۃ من المسجد یصلی رکعتین ثم دخل فی الصلوۃ انتہی یعنے بلایا سعید بن عاص نے ابوموسی اشعری اور حذیفہ اور ابن مسعود کو قبل ادا کرنے نماز فجر کے پھر نکلے یہ سب اونکے پاس سے اوس حالت میں کہ فرض صبح کی اقامت ہوگئی تھی پس بیٹھ گئے ابن مسعود ایک ستون مسجد کے پاس اور دو رکعت سنت پڑھنے لگے اوسکے بعد شریک جماعت ہوئے اور یہی طحاوی نے ابومخلد سے روایت کی دخلت فی صلوۃ الغداۃ مع ابن عمر وابن عباس والامام یصلی فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما ابن عباس فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر حتی طلعت الشمس فرکع رکعتین انتہی یعنے داخل ہوا میں نماز صبح میں اوس حال میں کہ امام نماز پڑھتا تھا سامنے عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس کے پس لیکن ابن عمر تو داخل ہوگئے صف میں اور شریک فرض ہوگئے اور لیکن ابن عباس پس ادا کیں اونہوں نے دو رکعت سنت بعد اوسکے شریک جماعت ہوئے پس جب سلام پھیرا امام نے بیٹھے رہے ابن عمر

یہانتک کہ طلوع ہوا آفتاب پس ادا کیں ابن عمر نے دو رکعت سنت اور یہی ابو عثمان انصاری سے روایت
کی جاء عبداللہ بن عباس والامام فی صلوۃ الغداۃ ولم یکن صلے الرکعتین فصلے عبداللہ بن عباس الرکعتین
خلف الامام ثم دخل معہم انتہی یعنے آئے ابن عباس اوسوقت کہ امام صبح کی نماز مین تھے اور نہین پڑہی تھی انہون نے
دو رکعت سنت پس ادا کیں ابن عباس نے پیچھے صفوف کے دو رکعت سنت پہر داخل ہوے نماز مین اور یہی
محمد بن کعب سے روایت کی خرج عبید اللہ بن عمر من بیتہ فاقیمت الصبح فصلے رکعتین قبل ان یدخل المسجد وہو
فی الطریق ثم دخل المسجد فصلے الصبح مع الناس انتہی یعنے نکلے عبداللہ بن عمر اپنے گہر سے پس اقامت ہوئی
نماز صبح کی پس پڑہ لین ابن عمر نے دو رکعت سنت راہ مین قبل داخل ہونے مسجد کے پہر داخل ہوے
مسجد مین پس پڑہی نماز صبح ساتہ لوگون کے اور یہی نافع سے روایت کی الیقظت ابن عمر لصلوۃ الفجر و
قد اُقیمت الصلوۃ فقام فصلے الرکعتین انتہی یعنے جگایا مین نے ابن عمر کو نماز صبح کے واسطے اور تحقیق
اقامت کہی گئی نماز صبح کی پس کہڑے ہوے ابن عمر اور دو رکعت سنت پڑہ لین بعد اوسکے مسجد مین جاکر
شریک فرض ہوے اور یہی زید بن اسلم سے روایت کی جاء ابن عمر والامام یصلے صلوۃ الصبح ولم یکن
صلے الرکعتین قبل صلوۃ الصبح فصلاہما فی حجرۃ حفصۃ ثم انہ دخل مع الامام انتہی یعنے آئے ابن عمر اوس حالت
مین کہ امام نماز صبح پڑہ رہے تھے اور نہین ادا کیں تھین ابن عمر نے دو رکعت سنت صبح کی پس ادا کیں وہ
دونون رکعت انہون نے حجرہ مین اپنی ہمشیرہ ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پہر داخل ہوے نماز مین ساتہ
امام کے اور یہی ابو عبداللہ سے روایت کی ان ابا الدرداء کان یدخل المسجد والناس صفوف فی المسجد فی
صلوۃ الفجر فیصلے الرکعتین فی ناحیۃ ثم یدخل مع القوم فی الصلوۃ انتہی یعنے تھے ابو الدرداء داخل ہوتے تھے
مسجد مین اوس حال مین کہ لوگ صفین باندہے ہوتے تھے صبح کی نماز مین پس پڑہ لیتے تھے دو رکعت سنت
ایک کنارہ مین پہر داخل ہوتے تھے نماز مین ساتہ لوگون کے پس ان آثار سے جو شرح معانی الآثار مین باسند
معتبرہ وطرق متعددہ مروی ہین معلوم ہوا کہ حنفیہ کا مذہب موافق ہے فعل جماعۃ صحابہ کے جیسے عبداللہ
بن عمر وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن مسعود وابو الدرداء وغیرہم اور یہی مذہب ایک جماعت تابعین کا ہے
جیسا کہ طحاوی نے ابو عثمان نہدی سے روایت کی ہی کنا نجیئ وعمر بن الخطاب فی صلوۃ الصبح فتر کع الرکعتین
ثم ندخل معہ فی الصلوۃ انتہی یعنے تھے ہم کہ آتے تھے مسجد مین اوس حال مین کہ حضرت عمرؓ صبح کی نماز
پڑہاتے ہوتے پس ادا کر لیتے ہم دو رکعت سنت پہر داخل ہوتے اونکے ساتہ نماز مین اور شعبی سے
روایت کی کان مسروق یجیئ القوم وہم فی الصلوۃ ولم یکن رکع رکعتی الفجر فیصلے الرکعتین فی المسجد ثم یدخل
مع القوم فی صلاتہم انتہی یعنے تھے مسروق کہ آتے تھے مسجد مین اور لوگ نماز فرض پڑہتے ہوتے

پس پڑھ لیوے دو رکعت سنت مسجد میں پھر داخل ہووے ساتھ قوم کے نماز میں اور حسن بصری سے روایت کی ہے
اذا دخلت المسجد والمؤذن یقیم فصل رکعتی الفجر فصل فان کان الامام یصلی ثم ادخل فیها انتهی یعنے جب تو آوے تو مسجد میں اور
نہ پڑھی ہو تو نے دو رکعت سنت پس پڑھ لے تو اسکو اگرچہ امام فرض پڑھ رہا ہو پھر داخل ہو نماز میں امام کے اور
یونس سے روایت ہے کان الحسن یقول یصلیهما فی ناحیة المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلاتهم انتهی یعنے کہتے تھے حسن بصری
پڑھ لے دو رکعت سنت گوشۂ مسجد میں پھر داخل ہو جاوے ساتھ امام کے ان روایات سے معلوم ہوا کہ سنت پڑھ لینا
صبح کے بعد اقامت صبح زمانہ صحابہ میں شائع تھی اور کسی سے اوسپر انکار منقول نہیں پس یہ عمل صحابہ (غیر ہم کا مؤید ہوگا
اوس حدیث کے جو بیہقی وغیرہ نے روایت کی اذا اقیمت الصلوٰة فلا صلوٰة الا المکتوبة الا رکعتی الصبح یعنے جبکہ
اقامت کہی جاوے فرض کی پس نہیں ہے کوئی نماز مگر نماز فرض مگر دو رکعت سنت صبح کی کتب اصول میں یہ بات ثابت ہے کہ
کبھی حدیث ضعیف بوجہ قرائن خارجیہ کے قوی ہو جاتی ہے بنا بر علیہ یہ حدیث اگرچہ من حیث السند ضعیف ہے اسوجہ سے
کہ اسکی روات میں حجاج بن نصیر وعباد بن کثیر ضعیف ہیں مگر عمل صحابہ موافق اُسکے اوسکا مقوی ہوگا اور اوسکے ضعف کو
رفع کر دیگا پس بوجہ اس حدیث کے ساتھ عمل صحابہ کے دو رکعت سنت کا اوس حدیث سے جو مطلق ہی استثنا کر لیا جاوے گا
اور وہ حدیث جسمیں سنت فجر کی بھی ممانعت وارد ہوئی یعنے اذا اقیمت الصلوٰة فلا صلوٰة الا المکتوبة قالوا ولا رکعتی الفجر
قال ولا رکعتی الفجر یعنے جب اقامت کہی جاوے نماز فرض کی پس نہیں ہے کوئی نماز مگر نماز فرض کہا صحابہ نے یا رسول اللہ
اور نہ دو رکعت سنت فجر کی فرمایا آپ نے نہ دو رکعت فجر کی یعنے بعد اقامت کے یہ بھی نہ پڑھی جاویں اس حدیث کو
روایت کیا ابن عدی وغیرہ نے اور کہا ابن حجر نے فتح الباری میں اسنادہ حسن انتہی یعنے اسناد اسکا حسن معتبر ہے پس
حنفیہ کے نزدیک یہ ممانعت محمول ہے اوس صورت پر جب کہ خوف ہو فرض نہ ملنے کا باوجود اس صورت پر کہ سنت متصل صفوف
فرض ادا کی جاوے اسوجہ سے کہ سنت پڑھ لینا حنفیہ کے نزدیک اوس صورت میں جائز ہے جب یہ خیال ہو کہ
بعد ادا کرنے سنت کے جماعت فرض کے میسر نہ ہوگی اور اگر خوف نہ ملنے کا ہو تو سنت چھوڑ دینا چاہیے اور ادا کرنا سنت کا
مشروط ہے اسلام کے ساتھ کہ متصل صفوف مسجد کے ادا نہووے بلکہ اپنے گھر میں یا مسجد میں صفوف سے علیحدہ
غنیہ شرح منیہ میں ہے یکرہ فی جمیع ذلک ان یصلی خلف الصف او خلف الصف من غیر حائل بل یصلی فی المسجد الصفی
ان کان الامام فی المستوی او فی المستوی ان کان الامام فی الصفی او خلف اسطوانة انتهی حاصل اسکا یہ ہے کہ سنت فجر
وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے بعد اقامت فرض کے صفوف فرض کے متصل یا بیچ صفوف کے بدون حائل کے بلکہ چاہیے کہ
جس درجہ میں امام ہو اوس درجہ میں سنت نہ پڑھے بلکہ دوسرے درجہ میں یا کسی ستون مسجد کی آڑ میں ادا کرے
اور یہی غنیہ میں ہے ولا یصلی علی ما ذکرنا من صلوٰة سنة الفجر بعد شروع الامام فی الفرض ما رواه البخاری من حدیث
عبد الله بن بحینة ان النبی صلے الله علیه وسلم رای رجلا من الازد یصلی رکعتین وقد اقیمت الصلوٰة فلما انصرف سول الیه

صفت ہو اور علیہم ان سیاق قصہ رجم الیہود شاہد بان الرجم کان ثابتا فی الاسلام ولکن یعارضہ شرعا عندذلک لانکر حکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم متواترا فلان تعرعا تعارت شرعیۃ انما کالم الزاما علیہم فلم یعترض کیا گیا ہم ان لوگوں پر جنہوں نے وہ جواب دیا ہم باین طور کہ سیاق روایت قصہ رجم یہود شاہد ہا اس امر پر ہم کہ اسوقت حکم رجم ہماری شریعت مین موجود تھا اور اسلام احصان مین شرط نہ تھا اور نہین ممکن ہم حکم کرنا آن حضرت کا باسا تھ تورات کے برخلاف اپنی شریعت کے اسوجہ سے کہ احکام تورات کے منسوخ ہو گئے تھے پس اگر ہماری شریعت مین حکم رجم کا اوسوقت مین نہوتا آپ کبھی رجم کا حکم نہ فرماتے اور آپ نے یہود سے سوال اونکے تورات کے حکم کا صرف واسطے الزام یہود کے فرمایا تہا نہ اسواسطے کہ اوسی کے موافق حکم فرماوین فالصواب ان یقال ان ہذہ القصۃ دلت علے عدم اشتراط الاحصان والحدیث المذکور دل علیہ والقول المقدم علے الفعل یعنے پس صحیح جواب مین طرف سے حنفیہ اور مالکیہ کے یہ ہے کہ کہا جاوے کہ اس قصہ نے دلالت کی اوپر نہ شرط ہونے احصان اور اسلام کے اور حدیث سابق لا یحل دم امرئ مسلم الخ یعنے من اشرک باللہ فلیس بمحصن وغیرہ نے دلالت کی اوپر اشتراط کے اور وہ حدیث قولی ہی اور حدیث قصہ رجم یہود فعلی ہے اور قول مقدم ہے فعل پر پس جو امر قول نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اوسی پر عمل کرنا چاہیے مع ان فی اشتراطہ احتیاطا وہو مطلوب فی باب الحدود وبا وجود اسکے کہ شرط لگانے مین اسلام کی احتیاط ہے اور احتیاط باب حدود مین مطلوب ہے کذا حققہ ابن الہمام فی فتح القدیر ایسی تحقیق کیا ہم کمال الدین محمد بن عبدالواحد سیواسی ابن الہمام نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین وہو تحقیق حسن الا انہ موقوف علے ثبوت الحدیث المذکور بسن طریق صحیح انتہی یعنے اور وہ تحقیق اچھی ہے مگر یہ کہ موقوف ہم ثابت ہونے حدیث قولی پر کسی طریق معتبر ومعتمد سے خلاصہ مرام یہ ہے کہ اگرچہ حدیث رجم یہود سے یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ احصان مین اسلام شرط نہین ہم مگر چونکہ حنفیہ کو ایک حدیث قولی ایسی مل گئی کہ اشتراط پر دلالت کرتی ہے اسوجہ سے اونہون نے کہا کہ احصان مین اسلام شرط ہو اور موافق قاعدہ اصول کے اوسکو ترجیح دی قولہ[۱۱۲] اور ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف حدیث کے یہ ہے جو کہ ہدایہ اور شرح وقایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے وان کانت العصر او المغرب او الفجر الخ یہ عبارت دلیل ہے اس بات پر کہ اگر کوئی شخص صبح یا عصر کی فرض پڑہ چکا ہو تو وہ اگر اوس مسجد مین چلا جاوے جہان صبح یا عصر کی نماز کی تکبیر یا جماعت ہو رہی ہو تو اوسکو امام اعظم کے نزدیک جماعت مین شامل ہونا نہ چاہیے سو اس مسئلہ مین امام اعظم نے مخالفت کیا ہے حدیث کا جو کہ مسلم اور ابوداؤد اور نسائی مین روایت ہم زید بن اسود سے شہادت مع رسول اللہ الخ قولہ اس مقام پر بھی آپ نے عادت قدیمہ کو اختیار کیا کہ جو احادیث موافق مذہب امام اعظم کے صحاح ستہ مین عدد مین ازکم چھ کے ایک حدیث جو بظاہر مخالف معلوم ہوتی ہے ذکر کرکے اعتراض کر دیا ہے مثل رقیب جھوٹ کے ہم آشنا نہین ہے جو راست راست بات ہو کہدین ہزار مین ہے صحیح مسلم مین ابراہیم سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صل الصبح تم اقصر عن الصلوۃ حتے تطلع الشمس یعنے نماز صبح کی پڑہو

بعد اسکے نماز نہ پڑھو یہانتک کہ آفتاب طلوع کرے اور یہی اوسی روایت میں ہے ثم انتصر عن الصلوٰۃ حتی تغرب الشمس یعنے بعد نماز عصر کے نماز نہ پڑھو یہانتک کہ غروب ہو جاوے آفتاب اور مسند احمد میں راہویہ اور صحیحین بیہقی میں علی مرتضے سے مروی ہے کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلی بعد کل صلوٰۃ مکتوبۃ الا الفجر والعصر یعنے تھے آن حضرت کہ پڑھتے تھے نوافل ہر فرض کے بعد مگر نماز صبح اور نماز عصر کے بعد نفل نہیں پڑھتے تھے اور صحیح مسلم میں حفصہؓ سے مروی ہے کان رسول اللہ اذا طلع الفجر لا یصلی الا رکعتین خفیفتین یعنے تھے آنحضرت کہ جب طلوع کرتی صبح صادق نہیں پڑھتے تھے نوافل مگر دو رکعت قبل فرض کے اور سنن ابوداؤد میں ابن عمر سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لا تصلوا بعد الفجر الا سجدتین یعنے نہ پڑھو بعد طلوع صبح صادق کوئی نماز نفل مگر دو رکعت سنت اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لا صلوٰۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس ولا صلوٰۃ بعد المغرب حتی تغرب الشمس یعنے نہیں جائز ہے نماز نفل پڑھنا بعد نماز صبح کے یہانتک کہ طلوع کرے آفتاب اور نہیں جائز ہے بعد نماز عصر کے یہانتک کہ غروب ہووے آفتاب اور صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے مروی ہے نہی رسول اللہ عن الصلوٰۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس وعن الصلوٰۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس یعنے منع فرمایا آنحضرت صلے نے نماز سے بعد نماز صبح کے تا بہ طلوع آفتاب اور نماز سے بعد نماز عصر کے تا غروب آفتاب اور ترمذی نے لکھا ہے وفی الباب عن علی وابن مسعود وابی سعید وابی ہریرۃ وعقبۃ بن عامر وابن عمر وسمرۃ بن جندب وسلمۃ بن الاکوع وزید بن ثابت وعبد اللہ بن عمرو معاذ بن عفراء وکعب بن مرۃ وابی امامۃ وعمرو بن عبسۃ یعنے فی امتہ و معاویۃ والصنابحی وعائشۃ انتہی یعنے اس باب ممانعت نماز میں بعد صبح اور بعد عصر کے روایت کی ہے آنحضرت سے علی مرتضے اور عبد اللہ بن مسعود اور ابوسعید خدری اور ابوہریرہ اور عقبہ اور عبد اللہ بن عمر اور سمرہ اور سلمہ اکوع اور زید اور عبد اللہ بن عمرو اور معاذ بن عفراء اور کعب بن مرہ اور ابوامامہ اور عمرو بن عبسہ اور یعنے بن امیہ اور معاویہ اور عائشہ اور صنابحی نے اور قبل اس عبارت کے ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی ہے سمعت غیر واحد من اصحاب رسول اللہ منہم عمر بن الخطاب وکان من اجلہم الی ان رسول اللہ نہی عن الصلوٰۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس وعن الصلوٰۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس یعنے سنا میں نے بہت سے صحابہ رسول اللہ سے اور منجملہ اونکے حضرت عمر ہیں اور تھے وہ سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نزدیک میرے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا نماز سے بعد نماز فجر کے یہانتک کہ طلوع کرے آفتاب اور نماز سے بعد عصر کے یہانتک کہ غروب کرے آفتاب بعد اوسکے ترمذی نے لکھا ہے وہو قول اکثر الفقہاء من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم ومن بعدہم یعنی کہ ہوا العصوۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس وبعد العصر حتی

تغرب الشمس واما الصلوات المفروضات فلا باس ان تقضی بعد العصر وبعد الصبح انتہی یعنے یہی قول ہے اکثر فقہاء کا صحابہ رسولؐ سے اور بعد صحابہ کے تحقیق ان لوگون نے مکروہ سمجھا ہے نماز نفل کو بعد نماز صبح کے تا طلوع آفتاب اور بعد عصر کے تا غروب آفتاب اور لیکن نماز قضا پس نہین مضائقہ ہے اس امر مین کہ ادا کیجاوے بعد صبح اور بعد عصر کے ان احادیث سے اور ایسی اور روایات سے جو صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث مین ہا نید صحیحہ مروی ہین یہ امر ثابت ہے کہ بعد نماز عصر کے تا بغروب آفتاب مطلقاً نوافل مکروہ ہین اور ایسی بعد نماز صبح کے تا بہ طلوع آفتاب اور ایسی بعد طلوع صبح صادق کے تا طلوع آفتاب نوافل ممنوع ہین مگر دو رکعت سنت فجر پس اسی وجہ سے حنفیہ کہتے ہین کہ جو شخص ایک مرتبہ صبح اور عصر کی فرض پڑھ چکا ہے اور پھر اوسنے جماعت نماز کی کسی مسجد مین پائی تو وہ شریک نہو اسوجہ سے کہ اگر شریک ہوا تو یہ نماز اوسکے حق مین نفل ہوگی جیسا کہ امام احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور دار قطنی اور حاکم اور ابن السکن اور ابن حبان نے بزید بن الاسود سے روایت کی کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اون دو صحابی سے جو فرض گھر مین پڑھ آئے تھے اور شریک جماعت نہین ہوے تھے فرمایا اذا صلیتما فی رحالکما ثم اتیتما مسجد جماعۃ فصلیا معھم فانھا لکم نافلۃ یعنے جب نماز پڑھ چکو تم اپنے گھرون مین پھر آؤ تم اوس مسجد مین کہ وہان جماعت ہو رہی ہو تو شریک ہو جاؤ تم اونکے ساتھ پس تحقیق یہ نماز جماعت تمہارے واسطے نفل ہوگی اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ جب ایک مرتبہ فرض پڑھ چکا اور شریک جماعت ہوا تو یہ نماز جو جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے اوسکے واسطے نفل ہوگی پس اگر صبح اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد شریک جماعت ہوگا تو ادا کرنا نفل کا بعد صبح اور عصر کے لازم آویگا اور وہ باحادیث صحیحہ ممنوع ہے اور مغرب مین ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک مرتبہ فرض مغرب پڑھ چکا اور پھر شریک جماعت ہوگیا تو یہ نماز اوسکے حق مین نفل ہوگی اور نفل تین رکعت کی ہمارے دین مین نہین ہے پس جب شریک جماعت مغرب ہوا دو حال سے خالی نہین یا تو امام کے ساتھ تین رکعت پر سلام پھیریگا اس صورت مین تین رکعت نفل پڑھنا لازم آویگا اور یا بعد سلام امام کے چوتھی رکعت ملا دیگا اس صورت مین مخالفت امام کی لازم ہوگی اور یہ دونون شرعاً نہین جائز ہین اسوجہ سے عبد اللہ بن عمر نے فرمایا ہے من صلے صلوٰۃ المغرب فی بیتہ او الصبح ثم ادرک الامام فلا یصلی معہ فانھا نافلۃ لہ رواہ مالک اسکو مالک نے موطا مین نقل کیا ہے اور اسکا یہ ہے کہ جو شخص نماز مغرب اور صبح پڑھ چکا اور پھر اوسنے جماعت پائی تو وہ شریک جماعت نہووے باقی رہی وہ حدیث جسکو آپ نے منشاء اعتراض بنایا ہے کیونکر اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحابی جو گھر سے فرض صبح پڑھ کر آئے تھے [illegible] آپ نے ہدایت شرکت کی فرمائی اوسکا جواب یہ ہے کہ وہ حدیث معارض ہے ساتھ اور احادیث صحیحہ کی اسوجہ سے کہ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو صبح کی نماز ایک مرتبہ پڑھ چکا ہو وہ بھی دوبارہ شریک جماعت ہو سکتا ہے
اور احادیث صحیحہ جو متعدد طرق سے بہت سے صحابہ کے طریقہ سے باب ممانعت نوافل میں بعد نماز صبح اور نماز
عصر کے مروی ہیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ بعد ادا کرنے نماز صبح اور عصر کے دوبارہ شریک جماعت ہونے
اور جب دو حدیثوں میں تعارض ہووے اس طرح پر کہ ایک امر کے جواز پر ایک حدیث دلالت کرے
اور دوسری حدیث اوسکے عدم جواز پر دلالت کرے تو احتیاطاً وہی حدیث مقدم کیجاتی ہے جس سے
ممانعت نکلتی ہے جیسا کہ کتب اصول میں بتفصیل تمام مذکور ہے اسی سبب سے حنفیہ نے اون احادیث
کثیرہ پر عمل کیا جنسے ممانعت نکلی ہے اور اس حدیث پر عمل نہیں کیا جو جواز پر دلالت کرتی ہے اور اگر آپ
اس قاعدہ کو نہ مانیے گا تو بڑی دقت آپ کو پیش آویگی اور ترک احادیث کثیرہ کا بمقابلہ ایک حدیث
کے لازم آویگا ہمکو بڑا تعجب ہے کہ ایک حدیث کے چھوڑنے کو تو آپ گوارا نہیں کرتے ہیں اور حنفیہ پر
اعتراض اوسکی مخالفت کا کر رہے ہیں اور بہت سی احادیث صحاح ستہ کو جو ممانعت پر دلالت کرتی ہیں
واگذاشت کیے دیتے ہیں سچ کہا ہے جسنے کہا ہے لیک من علم را دہ من عقل باید فی الواقع اگر انسان کو عقل
وفہم نہووے تو صرف علم اوسکو مفید نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ علم اوسکے نقصان عقل کی وجہ سے راہ ضلالت تک
پہونچا دیتا ہے نعوذ باللہ منہ قولہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس عورت کی شادی ہوئی ہووے
اگر زنا کرے تو اوسکو شہر سے نکالدینا اور کوڑے مارنا دونوں کام جائز نہیں سو امام اعظم نے اس مسئلہ میں
خلاف کیا ان دو حدیثوں کا **اقول** کیوں جھوٹ پر کمر باندھی ہے کچھ خدا کا بھی خوف باقی ہے یا نہیں اگر بندوں
سے حیا و شرم اٹھا دی اور یہ نہ سمجھے کہ ہمارے جھوٹ کی حقیقت کھل جاویگی سفت رسوائی ہوگی تو کیا خدا سے بھی شرم
باقی نہیں **ب** کون سنتا ہے کہانی تری اے یا غلط ۔ کیوں بقل میں لیے پھرتا ہے تو طومار غلط ۔ خدا جانے
کس احمق نے آپ کو یہ مسئلہ بتا دیا اور ہدایہ کا حوالہ دے دیا کہ آپ خوش ہو کے اعتراض کرنے لگے اور بسبب وفور سرور
کے ایسے مدہوش ہوئے کہ قرآن کو بھول گئے ورنہ اس بحث میں حدیثوں کے بیان کی کیا ضرورت تھی خود
قرآن شریف میں آیت الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ سے حکم کوڑے لگانے کا ثابت ہے
یہ آیت اعتراض جانے کے لیے کافی ووافی تھی یہ مسئلہ جو آپ نے بیان کیا ہے اسکا پتہ نشان ہدایہ میں کیا بلکہ
تمام کتب حنفیہ میں کہیں نہیں ہے ہدایہ اور وقایہ اور کنز اور شرح وقایہ بلکہ تمام کتب فقہ میں یہ امر مصرح ہے
کہ جو عورت یا مرد محصن ہووے اور زنا کرے تو وہ سنگسار کیا جاویگا اور محصن کہتے ہیں ہر اوس شخص کو جو مرد مسلم عاقل بالغ
اور نکاح صحیح طے کر چکا ہو اور جو غیر محصن ہووے اوسکو سو درے لگانے جاویں عبارت شرح وقایہ کی یہ ہے
وہو المحصن ہے کہ مکلف مسلم ولی بنکاح صحیح وہما لصفۃ ان حصان رجمہ وغیر المحصن جلدہ مائۃ انتہی اور ایسا ہی

ہدایہ وغیرہ میں ہے پس جس عورت کی شادی ہوئی ہو بشرطیکہ وہ مکلفہ ہو نابالغہ اور مجنونہ نہو اور حرہ ہو لونڈی نہو
اور مسلمہ ہو کافر نہو اور سیر سو درسے باتفاق حنفیہ ماسے جاوینگے ان شہر سے نکال دینا زنا کرنے والے کو حنفیہ کے
نزدیک حد میں داخل نہیں ہے بلکہ بطور سیاست امام کو اختیار ہے **قولہ** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے
کہ واسطے ثبوت رضاع کے فقط عورتوں کی گواہی معتبر نہیں اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا سو اس مسئلہ میں خلاف کیا
امام اعظم نے اس حدیث کا جو کہ بخاری میں روایت ہے عقبہ سے کہ تحقیق اوسنے نکاح کیا بیٹی کی ماں کو جو مثلی تھیں
ان اہاب کی پس آئی ایک عورت اور بولی میں نے دودھ دیا ہے تم دونوں کو میرا یہ جانا نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پس
فرمایا کیونکر ہوگا اور تحقیق کہا گیا پس جدا کر دیا عقبہ نے اور نکاح کیا عورت نے دوسرے کو **اقول** سبحان اللہ کیا
زمانے کا انقلاب ہے کہ جس کو حدیث کا ترجمہ کرنا بھی نہیں آتا ہے اور ٹھیک ترجمہ اوس سے نہیں ہو سکتا ہے
وہ امام اعظم رضی اللہ عنہ پر مخالفت قرآن و حدیث کا الزام لگاتا ہے عوام کے بہکانے کو فتوا دیتا ہے
تیم ملاحظہ ایمان رکھتے تھے اب آنکھوں سے دیکھتے ہیں مقلدین دین اسلام میں طرح طرح کے فساد سے پیدا کرتے ہیں
ایسے لوگوں کی تحقیقات واہیہ سے بچاے جاہلوں کی حق برباد جاتی ہے تمکو اوزاد و ظائف نفع بخش ہیں تمسے
اور تمہارے اقران و امثال سے نصیحۃً کہتے ہیں کہ بے سمجھے بوجھے حدیث کے کسی امام پر اعتراض نہ کرو اور جب تک
استعداد علمی حاصل نہو میدان تحقیقات امور شرعیہ میں قدم نہ دھرو ورنہ جتنے فسادات دین میں واقع ہونگے
اور جتنے لوگ گمراہ ہو جائینگے ان سب کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا اور بروز حشر تمکو لاجواب ہونا پڑیگا

ع تکلف برطرف رنگ حنا کو کوئی نہ سمجھیگا ہمارے خون میں کیوں آپ اپنا ہاتھ بھرتے ہیں ۔ اب ذرا صحیح بخاری کا
مطلب ہمسے سمجھ لیجیے اور اپنی ناسمجھی پر نادم ہو جیسے عبارت حدیث صحیح بخاری کی کتاب النکاح میں صفحہ ۷۶۸ مطبوعہ
مطبع احمدی جسکا حوالہ آپنے دیا ہے یہ ہے قال تزوجت امرأۃ فجاءت فقالت امرأۃ سوداء وقالت ارضعتکما فاعرضت
النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقلت تزوجت فلانۃ بنت فلان فجاءتنا امرأۃ سوداء فقالت لی انی قد ارضعتکما وہی کاذبۃ
فاعرض عنی فاتیتہ من قبل وجہہ قلت انہا کاذبۃ قال کیف بہا وقد زعمت انہا ارضعتکما (یعنی عقبہ نے کہا)
کہ کہا عقبہ نے نکاح کیا میں نے ساتھ ایک عورت کے پس آئی ہمارے پاس ایک عورت سیاہ حبشیہ اور کہا اوسنے
کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے پس آیا میں آن حضرت کے پاس اور کہا میں نے کہ نکاح کیا تھا میں نے
فلانی عورت کے ساتھ پس آئی ہمارے پاس ایک حبشیہ اور کہا اوسنے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے
اور وہ عورت جھوٹی ہے پس منہ پھیر لیا آن حضرتؐ نے مجھسے اور کہا جواب نہ دیا پس آیا میں سامنے سے آپکے
اور کہا کہ یا رسول اللہؐ وہ عورت جھوٹی ہے پس فرمایا آپنے کیونکر تو اوس عورت کے ساتھ جس نے نکاح
کیا ہے ساتھ رخصت کر سکتا ہے اور اوسکو کہہ سکتا ہے حال یہ ہے کہ اوس حبشیہ نے ایک بات تو کہدی کہ جس سے

تو دونوں کا بھائی بہن ہونا معلوم ہوتا ہے پھر دے تو اوس عورت کو اور عبارت حدیث صحیح بخاری صفحہ ۷۶۴ کی
جسکا حوالہ آپ نے دیا ہے یہ ہے ان امراۃ سوداء جاءت فزعمت انہا ارضعتہما فذکر للنبی فاعرض عنہ وتبسم قال
کیف وقد قیل وکانت تحتہ ابنۃ ابی اہاب التمیمی حاصل اسکا یہ ہے کہ تحقیق ایک عورت حبشیہ آئی اور کہا اوسنے کہ
دودہ پلایا میں نے ان دونوں کو یعنے عقبہ کو اور اوسکی بی بی جو بیٹی تھیں ابو اہاب تمیمی کی پس ذکر کیا عقبہ نے یہ امر
آنحضرت سے پس منہ پھیر لیا آپ نے اور متبسم فرمایا اور ارشاد کیا کیونکر تو اوسکو رکھ سکتا ہے حال یہ ہے کہ ایک
بات تو کہدی گئی اور بخاری نے اس حدیث کو باب تفسیر المشتبہات میں کتاب البیوع میں درج کیا ہے اور پھر
بخاری نے اس حدیث کی روایت کی ہے کتاب العلم میں باب الرحلۃ فی طلب العلم اور کتاب الشہادات میں
باب شہادۃ الاماء والعبید میں اور روایت کیا اسکو ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی وغیرہ نے بھی ان تمام روایات
کے الفاظ اگر دیکھیے تو کہیں اس امر کا نشان نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کی گواہی کو
باب رضاعت میں مقبول فرمایا بلکہ ان احادیث سے صاف یہ ثابت ہے کہ آپ نے اوس عورت کے قول کو معتبر
نہیں سمجھا اولاً تو اسوجہ سے کہ آپ نے پہلے عقبہ کے بیان پر روگردانی فرمائی اور پر ظاہر ہے کہ اگر ایک عورت کا
قول شرعاً مقبول ہوتا تو آپ اول ہی مرتبہ حکم فرما دیتے کہ رضاعت ثابت ہوگئی اور نکاح تمہارا باطل ہوگیا
ثانیاً اسوجہ سے کہ اگر رضاعت ثابت ہوگئی تھی تو آپ کیف وقد قیل نہ فرماتے بلکہ صاف کہدیتے کہ نکاح تیرا
باطل ہوگیا اس قول سے آپ کے معلوم ہوتا ہے کہ غرض بیان احتیاط ہے باین تقریر کہ گو وہ عورت جھوٹی ہو
اور قول اوسکا معتبر نہو مگر تو کو اپنی زوجہ سے معاشرت کرنا مناسب نہیں ہے اسوجہ سے کہ ایک شبہہ رضاعت کا
زبان زد تو ہوگیا اور یہ امر کہ تو دیا گیا پس اس حدیث سے اگر ثابت ہوا تو یہ ثابت ہوا کہ ایک عورت کی خبر رضاعت
دینے سے احتیاط ہے کہ ترک کردے اور مقام شبہات سے بچے اسی اشارہ کے واسطے بخاری نے اس حدیث کو
باب المشتبہات میں ذکر کیا اور اس امر کے حنفیہ بھی قائل ہیں قاضی خان اپنے فتاوے میں لکھتے ہیں رجل
تزوج امراۃ فشہدت امراۃ انہا ارضعتہما لا تثبت الحرمۃ بقولہا وان کانت عدلۃ وان تنزہ کان افضل انتہی
یعنے ایک شخص نے نکاح کیا ساتھ ایک عورت کے پس گواہی دی ایک عورت نے کہ اوسنے ان دونوں زن و
مرد کو دودہ پلایا ہے پس اسصورت میں نہیں ثابت ہوگی حرمت صرف اوس عورت کے کہنے سے اگرچہ وہ عورت
عادلہ ہو اور اگر احتراز کریگا تو یہ افضل ہے اور تنہایہ میں ہے اذا وقع فی قلبہ انہا صادقۃ فالاحوط ان
ینزہ عنہا سواء اخبرت بذلک قبل النکاح او بعدہ وسواء شہد بہ رجل او امراۃ انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ جسوقت
رضاعت کی خبر ایک مرد یا ایک عورت دیوے اور مرد کے دل میں اوسکی سچائی کا خیال گذرے تو اوسکو افضل یہ ہے
کہ ایسی عورت سے جسکے سلسلہ شبہہ رضاعت کا ہوا ہے اجتناب کرے خواہ قبل نکاح کے ہو یا بعد نکاح کے

اور ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں: حنفیۃ فی قبول قول المرأۃ الواحدۃ بارضاع الزوجین فذہب
مالک وغیرہ الی قبولہ عملا بظاہر قولہ صلے اللہ علیہ وسلم لعقبۃ ونحوہا کما وقع فی بعض الروایات للبخاری وغیرہ من العلماء قالوا
ان الامر کان لاستحباب بدلیل قولہ کیف وقد قیل انتہی یعنے مخالف ہوے علماء قبول کرنے میں قول ایک عورت کے
در باب دودھ پلانے زن وشوہر کے پس گئے امام مالک وغیرہ طرف قبول کرنے قول ایک عورت کے بسبب ظاہر قول
آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے عقبہ کے دغیرہ یعنے چھوڑ دو تم اپنی بی بی کو جیسا کہ بعض روایات بخاری
میں موجود ہے اور سوا اونکے اور علماء نے کہا ہے کہ یہ امر آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا واسطے استحباب کے تھا
نہ واسطے وجوب کی بدلیل آپ کے قول کیف وقد قیل کے جو امر احتیاطی پر دلالت کرتا ہے اور فتح القدیر میں ہے
لا تقبل فی الرضاع شہادۃ النساء منفردات عن الرجال وانما یثبت بشہادۃ رجلین او رجل وامرأتین وقال مالک
یثبت بشہادۃ امرأۃ واحدۃ ان کانت موصوفۃ بالعدالۃ ونقل عن احمد واسحق وابی ثور والشافعی فی بارع نسوۃ والذی
فی الفہم شہادۃ امرأتین وکذا عند مالک انتہی یعنے نہیں مقبول ہے رضاعت میں گواہی صرف عورتوں کی اور
جدا میں نیست کہ ثابت ہوتی ہے رضاعت ساتھ گواہی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت کی اور کہا مالک نے جیسا کہ مرأۃ
میں ہے کہ ثابت ہوتی ہے ساتھ گواہی ایک عورت کے اگر ہو موصوف ساتھ عدالت کے اور نقل کیا گیا ہے امام احمد
[illegible] کہ ثابت ہوتی ہے رضاعت ساتھ گواہی عورتوں کا اور اونکی گواہی [illegible] ہے کہ ثابت ہوتی ہے رضاعت
ساتھ گواہی دو عورت کے اور ایسا ہی امام مالک کے نزدیک ہے انتہی فتح القدیر میں مرقوم ہے لنا ان ثبوت
الحرمۃ لا تقبل الفصل عن زوال النکاح والاملاک لا تزال الا بشہادۃ رجلین او رجل وامرأتین انتہی یعنے ہماری
دلیل یہ ہے کہ ثبوت حرمت نہیں جدا ہوتی ہے زوال نکاح سے یعنے جب حرمت رضاعت ثابت ہوگی ملک
نکاح زائل نہ ہو جائیگی اور زوال ملک نہیں ہوتا ہے مگر ساتھ گواہی دو مرد یا ایک عورت کے پھر بعد اسکے مرقوم ہے
واما الحدیث فکان للتورع انتہی یعنے لیکن حدیث عقبہ کی پس محمول ہے اوپر احتیاط اور تقوے کے انتہی اصل
جواب حدیث سے ثابت ہے امام ابو حنیفہ بھی اوسکے منکر نہیں ہیں اور جس امر کے وہ قائل ہیں اوسکے
خلاف پر حدیث عقبہ کی کیا کوئی حدیث دلالت نہیں کرتی ہے پس اعتراض کرنا اوپر اوسکے محض مہمل ہے اور زیادہ
تحقیق اس مسئلہ کی رسالہ الافصاح عن حکم شہادۃ المرأۃ فی الرضاع میں موجود ہے جسکو شوق تحقیق ہو
اوسکو دیکھنا چاہیے قولہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں [illegible] تصنیف صدر الشریعۃ [illegible] ہے [illegible] دیا اوسکی عورت مسلمان ہو کر دار الحرب سے
دار الاسلام میں آجاوے تو اونکا نکاح آپسمیں ٹوٹ جاتا ہے سوا امام اعظم نے خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ مسند
امام احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہے ابن عباس سے کہ کہا پھیردی رسول اللہ نے
اپنی بیٹی ابی العاص بن ربیع پر [illegible] کے ساتھ پہلے نکاح کے اور نہ نکاح کیا اوسکا نیا اقول تکلم امام اعظم

اور اونکے مقلدون سے عداوت قلبی ہے یا اتہام کرنے کی عادت جبلی ہے کہ جس قول کے امام اعظم قائل ہون اگرچہ وہ موافق قرآن شریف کے ہو اور ایک جم غفیر فقہا و محدثین کا اونکے ساتھ ہو پھر بھی ہٹ دہرمی سے نشانہ بنانا اونکے قول کو خلاف حدیث لکھدینا بدنامی دینا و موافذہ اخروی کا خیال نکرنا تمہارا ہی کام ہے اسیوجہ سے تمہارا فرقہ خارج از دائرہ اسلام ہے ہٹ دہرم تہمت لگانا چھوڑ دے + راستی پر آخدا کو مانکر + لطف یہ ہے کہ جن کتب حدیث سے آپ احادیث نقل کرتے ہین اونمین اگر اونکے موافق امام اعظم کے لکھا ہو تو اوسکو نہین دیکھتے یہ عمداً چھوڑ دیتے ہین اس ہٹ دہرمی کا نتیجہ آپ کو دنیا و آخرت دونون مین یہ کیا نامہ اعمال آپکا ایسی حرکتون سے سیاہ رہیگا اور اگر ہے پیدا کبھی جو آہ مین تاثیر ہو گئی + کیسیگا ہاتھ جگر کے آر پار ہو گئی + دیکھیے جامع ترمذی کی کتاب النکاح مین باب ما جاء فی الزوجین المشرکین سلم احدہما مین موجود ہے حدثنا احمد بن منیع وہناد یعنے خبر دی ہمکو احمد بیٹے منیع نے اور ہناد نے قالا حدثنا ابو معاویۃ کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو معاویہ نے عن الحجاج یعنے حجاج سے عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ اونہون نے عمرو بن شعیب سے اور اونہون نے اپنے باپ شعیب سے اونہون نے اپنے دادا سے یعنے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ان رسول اللہ اقر ابنتہ زینب علی ابی العاص بعد ست سنین بالنکاح الاول ولم یحدث نکاحا یعنے آن حضرتؐ نے پھیر دیا اپنی بیٹی زینب کو اونکے خاوند ابو العاص پر چھ سات برس کے بعد اور نئے نکاح کے یعنے آپکی صاحبزادی نے ہجرت کی تھی مکہ معظمہ سے حالت اسلام مین اور شوہر اونکے کافر تھے بعد اوسکے جب وہ اسلام لائے اور مدینہ مین حاضر ہوے تب آن حضرتؐ نے زینب سے اونکا نکاح کرا دیا اسوجہ سے کہ نکاح سابق بسبب ہجرت کرنے زینب کے اور باقی رہنے اونکے شوہر کے کفر پر ٹوٹ گیا ہذا حدیث فی اسنادہ مقال والعمل علی ہذا الحدیث یعنے اس حدیث کی سند مین کچھ گفتگو ہے اور عمل ائمہ کا اسی حدیث پر ہے حدثنا ہناد حدثنا یونس بن بکیر یعنے خبر دی ہمکو ہناد نے اونہون نے کہا خبر دی ہمکو یونس فرزند بکیر نے عن محمد بن اسحق محمد بن اسحق سے کہا اونہون نے حدثنی داؤد بن حصین کہ خبر دی ہمکو داؤد بن حصین نے عن عکرمۃ عن ابن عباس اونہون نے روایت کی عکرمہ سے اونہون نے عبداللہ بن عباس سے قال رد النبیؐ ابنتہ زینب علی ابی العاص بعد ست سنین بالنکاح الاول ولم یحدث شیئا کہا ابن عباس نے کہ پھیر دیا آن حضرتؐ نے زینب کو ابو العاص پر بعد چھ برس کے ساتھ نکاح سابق کے اور نیا نکاح نہین کیا ہذا حدیث لیس بہ باس ولکن لا نعرف وجہ الحدیث وہذا قد جاء ہذا من قبل داؤد بن الحصین من قبل حفظہ یعنے اس حدیث کی سند قابل اعتبار کے ہے لیکن نہین سمجھتے ہین ہم وجہ اسکی کہ آپ نے باوجود نکاح ٹوٹ جانے کے کیونکر نکاح سابق کا اعتبار کیا اور شاید خرابی ہوئی اس روایت مین داؤد بن حصین کے حفظ سے کہ وہ قلیل الحفظ تھے بعد اسکے ترمذی نے یزید بن ہارون سے نقل کیا حدیث ابن عباس اجود اسنادا واعمل علی حدیث عمرو بن شعیب یعنے حدیث ابن عباس کی اسناد جید اور قوی ہے اور عمل اوپر حدیث عمرو بن شعیب کے

کہ جسمین بحدیث نکاح مذکور ہے اور محمد بن عبد الباقی [illegible] نے شرح مواہب دنیہ مین لکھا ہے قال السہیلی ان کان
اصح اسنادا لم یقل بہ احد من الفقہاء لان الاسلام فرق بینہما قال اللہ تعالے لا ہن حل لہم ولا ہم یحلون لہن قال و
من جمع بینہما قال معنی حدیث ابن عباس علی مثل النکاح الاول فی الصداق لم یزد علیہ شرطا ولا غیرہ انتہی یعنے کہا
سہیلی نے کہ حدیث ابن عباس کی کہ جسمین نکاح سابق کا باقی رکھنا مذکور ہے اگرچہ اسنادا وسکا صحیح واقوی ہے
دوسری حدیث سے لیکن نہین قائل ہوا اوسکا کوئی شخص فقہاء امت اسلامیہ سے کیونکہ اسلام نے تفریق کردی
درمیان اون دونون کے یعنے جب ایک زن وشوہر سے اسلام لایا اور دوسرا کافر رہا نکاح اوسکا ٹوٹ گیا
فرمایا حق جل شانہ نے سورۃ ممتحنہ مین لا ہن حل لہم ولا ہم یحلون لہن یعنے نہین حلال ہین مسلمان عورتین کافرونکو
اور نہ حلال ہین وہ کافر اون عورتون کو بعد اوسکے سہیلی نے کہا کہ جس شخص نے تطبیق دی درمیان حدیث
ابن عباس کے اور حدیث عمرو بن شعیب کے اوسنے یہ کہا کہ مراد روایت ابن عباس مین یہ نہین ہے کہ نیا نکاح
نہین کیا بلکہ مراد یہ ہے کہ مثل نکاح سابق کے مہر وغیرہ مین نکاح کردیا اور کسی شرط وغیرہ کو زائد نہین کیا اور آپکے
مقتدی ومستند مثلی عبارت آپ جابجا نقل کرتے ہین مسک الختام شرح بلوغ المرام مین تفسیر اس حدیث مین
جسکو آپنے منشاء اعتراض بنایا ہے لکھتے ہین انتہی معلوم شد کہ تقریر مسلمہ زبیر کا فرجون اسلام وے از
اسلام او متاخر باشد باوجود انقضاے عدت جائز ست ولیکن احدے باین نرفتہ واین عبد البر بر عدم
وہاں بسوے این اجماع نقل کردہ واشارہ نمودہ کہ بعض اہل ظاہر قائل بجواز اند وقول ایشان مردود ست باجماع
انتہی الغرض حدیث ابن عباس کی جسکو آپ نے منشاء اعتراض بنایا ہے ظاہرا اوس سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ اگر عورت مسلمان ہوکے دار الحرب سے دار الاسلام مین چلی آوے اور شوہر کئی برس کے بعد مسلمان ہوکے
آوے نکاح سابق اون دونون کا باقی رہیگا اس امر کا کوئی قائل نہین ہوا اور اگر کوئی قائل بھی ہوا تو قول اوسکا
مردود کردیا گیا پس اس حدیث کے ظاہر کو واگذاشت کرنے مین صرف امام اعظم کیون مورد اعتراض بنائے گئے
ظاہر اس حدیث کو تو تمام صحابہ اور جمہور تابعین ومجتہدین ومحدثین چھوڑے ہوئے ہین اور اس حدیث کے
جواب مین طرح طرح کی گفتگو کرتے ہین اور کیون نہ چھوڑینگے کہ ظاہر مضمون اس حدیث کا مخالف ہے آیات
قرآنیہ واحادیث مشہورہ واصول شرعیہ کے اسوجہ سے کہ یہ سب اس امر پر دال ہین کہ مسلمان عورت کافر کے
نکاح مین اگر وہ سابقہ اسلام لاوے باقی نہین رہتی ہے پس ضرور ہے کہ یا تو حدیث ابن عباس کی روایت
مین کسی راوی سے شبہہ ہوگیا جیسا کہ ترمذی نے ذکر کیا یا مطلب اوسکا وہ ہے جو سہیلی نے لکھا قولہ ہدایہ
وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ قبل ذبح سر مونڈنے سے دم یعنے جانور ذبح کرنا آتا ہے سو امام اعظم اور
[illegible] نے اس حدیث مین خلاف کیا اس حدیث کا جو بخاری اور مسلم مین روایت ہے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہ

آیا حضرتؐ کے پاس ایک شخص اور کہا نہیں جانتا تھا میں پس مندڑا دیا میں نے سر کو پہلے ذبح کرنے کے پس فرمایا کہ تم نے اب اور نہیں ہے گناہ اقول چشم بد دور جو اعتراض آپکا ہوتا ہے آپ کی دیانت علم و مقدار فہم کو ظاہر کر دیتا ہے تعجب ہے اس سمجھ پر یہ جرأت اتنی آپ کو تمیز نہیں کہ اس حدیث میں اور قول امام میں کیا مخالفت ہے اس حدیث سے تو اتنا ہی ثابت ہے کہ حاجی نادانستہ پہلے ذبح کے سنی میں سر منڈا ڈالے تو اوسپر کچھ گناہ نہیں ہے اور یہ نہیں ثابت ہے کہ دم بھی نہیں ہے تا مخالفت لازم آوے گناہ کا ہونا اور چیز ہے اور دم کا لازم آنا اور چیز ہے ایسی صورتوں میں شرع میں بہت ہیں کہ جنمیں گناہ اخروی نہیں ہوتا ہے مگر کوئی اور بدلہ لازم آتا ہے مثلاً اگر ایک شخص نے نادانستگی سے کیکا مال تلف کر ڈالا اوسپر گناہ نہوگا مگر قیمت مالک کو دینا پڑیگی یا کسینے نادانستگی سے نماز میں باتیں کرنا شروع کیں اوسپر گناہ نہوگا مگر قضا لازم ہوگی یا کسینے تیر کسی شکار کو لگایا اور اتفاقاً وہ تیر کسی آدمی کے لگ گیا اور وہ مر گیا اوس شخص پر گناہ نہوگا مگر دیت دینا پڑیگی ایسی اور بھی صورتیں ہیں پس گناہ لازم نہونے سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ کچھ بھی اوسپر لازم نہوگا اور دم دینا نہ پڑیگا قولہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو شخص اپنے غلام کو قتل کر ڈالے اوسکو نہ قتل کرنا چاہیے سو امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا اس حدیث کا کہ فرمایا رسول اللہ نے جو شخص قتل کریگا اپنے غلام کو قتل کرینگے ہم اوسکو اور جو شخص کریگا اعضا اپنے غلام کے کاٹینگے ہم اعضا اوسکے اقول ذرا خدا سے ڈرو اے بتو جھانکرو ذرا یہ سوچو تو کیا ہم خدا نہیں رکھتے یہ حدیث آپ نے نقل کی جو سنن ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ میں مروی ہے حنفیہ کے نزدیک معمول ہے سیاست پر یعنے جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے اوسکو ہم قتل کرینگے بغرض تعزیر و سیاست اور حنفیہ کے موافق یہ حدیثیں وارد ہیں دار قطنی اور بیہقی نے ابن عباس سے روایت کی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لا یقتل حر بعبد یعنے نہ مارا جاوے قصاص میں حر بمقابلہ عبد کے اور یہی اوسنمیں دونوں نے روایت کی حضرت علی رضؓ سے کہا اونہوں نے من السنۃ ان لا یقتل حر بعبد یعنی سنت اور طریقہ شرعیہ یہ ہے کہ نہ قتل کیا جاوے حر بعوض غلام کے اور امام احمد نے عبداللہ بن عمرو ابن العاص سے روایت کی ان ابا بکر و عمر کانا لا یقیدان الحر بقتیل العبد یعنے تھے ابوبکر صدیق اور عمر بن الخطاب کہ نہیں قتل کرتے تھے اوس حر کو کہ قتل کرے غلام کو اور دار قطنی نے روایت کی ان رجلا قتل عبدہ متعمدا فجلده النبی وانفاه سنة ومحی سهمه من المسلمین والمعنیٰ یہ یعنے ایک شخص نے قتل کیا اپنے غلام کو قصداً پس درّے مارے آنحضرتؐ نے اوسکو اور شہر بدر کر دیا ایک سال تک اور محو کر دیا حصہ اوسکا و فئے اہل اسلام سے اور نہ قصاص لیا قولہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹے یا بہن کا نکاح اس شرط پر کسی سے کر دے کہ وہ اپنے بیٹے یا اپنی بہن نکاح میں اوسکو دیوے اور مہر کچھ نہ باندھے تو اس صورت میں نکاح دونوں کا صحیح ہے لیکن مدعونوں کو مہر مثل دینا آویگا سو امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا اس حدیث کا جو بخاری و مسلم میں روایت ہے ابن عمر سے کہ مانع فرمایا رسول خدا نے شغار سے

اور شغار یہ ہے کہ نکاح کردے مرد اپنی بیٹی کا اس شرط پر کہ نکاح کردے اوس سے دوسرا اپنی بیٹی کا اور نہو درمیان
اوسکے مہر اقول ۵ دشنام اگر یونہیں مجھے دیگا تو رات دن ۶ بگڑے گا کیا مراتری ہوگی زبان خراب ۷ تعجب نہیں
آپ نے مخالفت کسکا نام رکھا ہے اور کیا مقصود اس سے آپکا ہے کہ جہاں مخالفت نہ بھی ہو آپ اوسکو مخالفت
کہدیتے ہیں اور امام کو مورد الزام بنا دیتے ہیں ہم پوچھتے ہیں کہ اس حدیث میں اور مذہب امام میں کیونکر مخالفت
ہوئی مخالفت تو جب ہوتی کہ کسی حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی کہ نکاح شغار بالکل باطل ہے یا غیر صحیح ہے یا ازسیں
مہر واجب نہیں ہے مگر ان روایات میں اسقدر ثابت ہوا کہ نکاح شغار سے جو جاہلیت میں کفار میں مروج تھا
آن حضرتؐ نے منع فرمایا اس سے اگر ثابت ہوا تو اوسکا ممنوع ہونا اور ایسے نکاح کرنے والے کا گنہگار ہونا ثابت ہوا
اور اسکے امام بھی قائل ہیں لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ جو فعل شرعاً ممنوع ہووے وہ بالکل باطل ہو جاوے اور
اوسپر کوئی حکم مرتب نہووے عینی کی شرح ہدایہ میں مرقوم ہے انھی الوار وفیہ انما کان من اجل اخلائہ عن تسمیۃ المہر
وترکہ بالکلیۃ کما کانت عادۃ الجاہلیۃ لا لعین النکاح فاشبہ البیع وقت النداء والنکاح لا یبطلہ خلوہ من تسمیۃ المہر
انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ شغار سے جو نہی وارد ہے اسوجہ سے نہیں کہ ایسے نکاح کی ذات میں کچھ فساد ہے بلکہ بوجہ
خالی ہونے اوسکے مقرر کرنے مہر سے اور نہ دینے مہر سے جیسا کہ عادت ارباب جاہلیت کی تھی کہ ایک دوسرے سے
نکاح اپنے کسی عزیز و قریب کا کر دیتا اس شرط پر کہ وہ اپنے عزیز و قریب کا نکاح اسکے ساتھ کر دیوے اور مہر
طرفین سے کسیکو نہ دینا پڑے پس چونکہ یہ نکاح خالی مہر سے ہوا کرتا تھا اور ہماری شریعت میں کوئی نکاح بدون
مہر کے نہیں جائز ہے اسوجہ سے آپ نے اس نکاح سے منع فرمایا پس مشابہ بصورت بیع وقت النداء کے ہے
یعنے بوقت اذان جمعہ کے خرید و فروخت کی ممانعت وارد ہوئی جس قرآنی یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ
من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع یعنے اے مسلمانو جب کہ اذان دیجاوے واسطے نماز کے جمعہ کے روز
پس چلو تم واسطے سننے ذکر الٰہی کے یعنے خطبہ کے اور چھوڑ دو تم بیچنے کو پس یہ ممانعت صرف اسی وجہ سے ہے کہ
اوسوقت کاروبار تجارت کرنے سے اور امور دنیویہ میں مشغول رہنے سے نماز جمعہ کی ادا کرنے میں اور خطبہ سننے میں
تاخیر ہوگی پس اگر کسی نے اوسوقت معاملہ کیا وہ گنہگار ہوگا نہ یہ کہ وہ معاملہ اوسکا بالکلیہ باطل ہو جاوے گا
ایسہی نکاح شغار چونکہ بلا مہر ہوا کرتا تھا اور ایسے نکاح میں کوئی مہر نہ دیتا تھا اسوجہ سے آپ نے اوسکی ممانعت فرمائی
اس سے یہ نہیں لازم ہے کہ اگر کوئی ایسا نکاح کرے تو وہ بالکل باطل ہو جاوے اسوجہ سے کہ نکاح بوجہ عدم تقرر
مہر کے باطل نہیں ہوتا ہے بلکہ مہر مثل واجب ہو جاتا ہے یعنے اگر کوئی عورت کسی مرد سے نکاح کرے بدون ذکر مہر
کے یا شرط کرے کہ مہر نہیں ہے اس صورت میں نکاح صحیح ہو جاوے گا اور مہر مثل دینا پڑے گا اور شرط کرنا اوسکا
کہ ہم مہر نہ دینگے لغو ہو جاوے گا ایسہی نکاح شغار میں مہر طرفین سے واجب ہو جاوے گا اور شرط کرنا ہر ایک کا نہ دینگا

قولہ[۱۳۵] کہا طیبی نے نہیں ہے صحیح نذر اوسکی یعنے کافر کی اور یہ مذہب امام اعظم کا ہی سو امام اعظم نے خلاف کیا ان تین حدیثون کا اقول ۵ جھوٹی باتین جھوڑ دے اے ناسمجھ ۴ راستی پر خدا کو مان کر ۴ یہ جو حدیثین آپ نے بیان کین انسے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہی کہ آن حضرتؐ نے کافرون کی نذر کے وفا کرنے کو فرمایا خلاصہ پہلی حدیث کا تو یہ ہے کہ حضرت عمر نے حالت کفر مین نذر اعتکاف کی مسجد حرام مین کی تھی آپ نے اونسے فرمایا کہ تم اپنی نذر پوری کرو اور دوسری حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے حالت کفر مین نذر کی تھی کہ مین ایک اونٹ مقام بوانہ مین ذبح کرونگا آپ نے اوس سے فرمایا کہ پوری کر نذر اپنی اور خلاصہ تیسری حدیث کا بھی مثل اسی کے ہی ان احادیث مین اور مذہب امام مین کچھ مخالفت نہین ہے امام جو کہتے ہین کہ نذر کافر کی جو حالت کفر مین ہو اوسکا الغاء واجب نہین ہے اوسکی وجہ یہ ہے کہ نذر وہ ہے کہ جو نوع تقرب الی اللہ کیجاوے اور غیر خدا کی عبادت اور تعظیم اوسمین مقصود نہو ہے اور کافر جو نذر کرتا ہے اوسمین اوسکو صرف تقرب الی اللہ مقصود نہین ہوتا ہی بلکہ اپنے باطل معبودون کی خوشنودی کو بھی ملحوظ رکھتا ہے پس یہ نذر اوسکی نذر غیر شرعی ہوئی پس بالضرور اوسکی وفا نہ لازم ہوگی طحاوی نے شرح معانی الآثار مین چند طرق سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصیہ فلا یعصہ یعنے جو شخص نذر عبادت الٰہی کی کرے پس لازم ہے اوسپر کہ وفا کرے اور جو نذر گناہ کے کرے اوسکو لازم ہی کہ گناہ نکرے بعد اوسکے عبد اللہ عمر سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ نے انما النذر ما ابتغی بہ وجہ اللہ یعنے جس مین نذر وہ ہے کہ مقصود اوس سے ذات الٰہی ہو بعد اوسکے ترقیم کیا قالوا فلما کانت النذور اذا کانت مما یتقرب بہا الی اللہ ولا یجب اذا کانت فی معاصی اللہ وکان الکافر اذا قابل للہ علی صیام او قال للہ علی اعتکاف فھو بمنزلۃ فعل ذلک لکن یتقرب الی اللہ وھو فی ذلک وقت ما ارجعہ انما تقصد بہ التقرب الی ربہ الذی اعبدہ دون اللہ وذلک معصیۃ فدخل ذلک فی قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا نذر فی معصیۃ اللہ وقد یجوز ان یکون قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اوفوا بنذرکم لیس من طریق ان ذلک واجب علیہ ولکن علی انہ قد کان صح فی حال ما نذرہ ان یفعلہ فھو معصیۃ اللہ فامرہ ان یفعلہ علی انہ طاعۃ اللہ انتہی خلاصہ اسکا یہ ہے کہ چونکہ نذر جسکی وفا شرعاً واجب ہے وہی ہے جو بقصد تقرب الی اللہ ہو اور نذر کافر کی اپنے معبودون کے تقرب کے واسطے ہوتی ہے اسوجہ سے وفا اوسکی واجب نہین ہے اور آن حضرتؐ کا حضرت عمر وغیرہ کو حکم وفا کا فرمانا بطور وجوب کے نہ تھا بلکہ بطور ارشاد و استحباب تھا اس غرض سے کہ جس عبادت کی نذر حالت کفر مین کیجاوے اوسکی وفا اگر حالت اسلام مین بغرض تقرب الی اللہ ہو تو بہتر ہے پس یہ حقیقت مین وفا اوس نذر کی نہین بلکہ مثل اوسکے ایک طاعت الٰہی جداگانہ ہی

قولہ[۱۳۶] ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ رکوع اور سجود مین طمانینت فرض نہین اور یہ مذہب امام اعظم اونکے شاگرد محمد کا ہی سو امام اعظم نے اور اونکے شاگرد محمد نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ان دو حدیثون کا پہلی حدیث

بخاری اور مسلم مین روایت ہے ابوہریرہؓ سے الخ اقول اس مقام پر بھی آپ نے قدیم چال کو اختیار کیا ہے سمجھ بوجھ کر حکم مخالفت کا لگا دیا ہے وہی کرتے ہین اوند ہے منہ بہت جو جلد چلتے ہین + اسی اندیشے سے چلتے ہین ہم آہستہ آہستہ + یہ دو حدیثین جو آپ نے بیان کین انکا خلاصہ تو مرت سے یہ ہے کہ اعرابی نے روبرو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز جلدی جلدی ادا کی اور اطمینان حالت رکوع اور سجود مین اور بعد رکوع کے کھڑے ہونے مین اور درمیان دو سجدون کے بیٹھنے مین ترک کر دیا آپ نے اوس سے فرمایا کہ تو پھر نماز پڑھ بعد اوسکے پھر وہ اعرابی ویسی ہی نماز پڑھ کے آیا پھر آپ نے اعادہ کا حکم فرمایا پھر اوسنے ویسی نماز پڑھی پھر آپ نے وہی حکم دیا چوتھی بار اوسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو سوائے اس طریقے کے اور طریقہ نماز کا نہین معلوم ہے آپ مجھکو سکھا دیجیے تب آپ نے اوسکو نماز کا طریقہ شرعیہ تعلیم فرمایا اور رکوع اور سجود مین اور درمیان کے جلسہ مین اور درمیان رکوع و سجود کے قیام مین اطمینان کا حکم فرمایا اس حدیث سے نہ تو یہ معلوم ہوا کہ اطمینان ان مقامات مین فرض ہے اور نہ یہ معلوم ہوا کہ سنت یا واجب ہے البتہ اسقدر ثابت ہوا کہ جو شخص ایسی جلدی سے نماز پڑھے کہ ان مقامات مین اطمینان ترک کرے اوسپر اعادہ اوس نماز کا لازم ہے سو یہ امر ہرگز مخالف مذہب امام اعظم کے نہین ہے سو جہ سے کہ امام کے نزدیک اگرچہ اطمینان ان مقامات مین فرض اور رکن مثل رکوع اور سجود اور قیام کے نہین ہے مگر اب بھی نہین کہ بے اطمینان کے نماز اوسکی نزدیک کامل ہو جاتی ہو بلکہ موافق تصریح اور تحقیق بعض مشایخ کے اطمینان اونکے نزدیک واجب ہے کہ جسکے قصداً ترک کرنے سے نماز ناقص ہوتی ہے اور اعادہ اوسکا واجب ہوتا ہے اور سہواً ترک کرنے سے سجدہ سہو لازم آتا ہے اور موافق تحقیق بعض مشایخ کے سنت موکدہ ہے اور سنت موکدہ کی ترک سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے اور ایسی نماز کا بھی اعادہ ضرور ہے ہدایہ اور اوسکی شرح عینی مین موجود ہے

قم اقرء ما ای بعد الرکوع والجلسۃ الی ہین السجدتین سنۃ عندہما الخ عند ابی حنیفۃ ومحمد وکذا الطمانینۃ ای وکذا الاطمینان فی الرکوع والسجود سنۃ عندہما فی تخریج الجرجانی وفی تخریج الکرخی واجبۃ حتی تجب سجدۃ السہو تبیر کہا انتہی یعنے قیام بعد رکوع کے اور جلسہ درمیان دو سجدون کے سنت موکدہ ہے نزدیک ابو حنیفہ اور محمد کے اور ایسی اطمینان حالت رکوع اور سجود مین سنت ہے اونکے نزدیک موافق تحقیق ابو عبداللہ جرجانی کے اور موافق تحقیق کرخی واجب ہے یہانتک کہ واجب ہوگا سجدۂ سہو بسبب ترک اوسکے اور بھی ہدایہ اور اوسکی شرح عینی مین دوسرے مقام مین مذکور ہے وتقاد علی وجہ غیر مکروہ وہو الحکم فی کل صلوۃ ادیت مع الکراہۃ لیکون الادا علی وفق الوجوب فان ترک واجبا من واجبات الصلوۃ یجب ان تقاد انتہی یعنے جو نماز ساتھ کراہت کے ادا کی گئی ہو وہ اعادہ کیجاوے یکی طرز غیر مکروہ اور یہی حکم ہے ہر نماز کا کہ ادا کی گئی ہو ساتھ کراہت کے تاکہ ہووے ادا موافق وجوب کے پس اگر ترک کرے نماز پڑھنے والا کوئی واجب واجبات نماز سے پس واجب ہے کہ اعادہ کیجاوے وہ نماز

اور پھر اسی طرح سے پڑھی جاوے اور شرح وقایہ میں اثنائے ذکر واجبات نماز میں مرقوم ہے وتعدیل الارکان وھو الاطمینان فی الرکوع کذا فی السجود وکذا الاطمینان بین الرکوع والسجود وبین السجدتین انتھی یعنے سنجملہ واجبات کے تعدیل ارکان ہے اور وہ عبارت ہے اطمینان سے رکوع اور سجدے میں اور ایسا ہی اطمینان درمیان رکوع اور سجود کے اور درمیان دونوں سجدے کے اور شرح شرح وقایہ مسمے بہ السعایہ فی کشف مافی شرح الوقایہ میں کہ جسکے شامل شروح شرح وقایہ میں کوئی شرح نہیں ہے اس مقام میں خوب تحقیق کی ہے بقدر ضرورت اوسکے عبارت منقل کیجاتی ہے کہ سنجملہ ارکان کو استقدر تحقیق کافی ووافی ہے وخلاصۃ المرام ان الطمانینۃ فی الرکوع والسجود وفی القومۃ وفی الجلسۃ کلھا فرض علی رأی الشافعی وابی یوسف یعنے خلاصہ مقصد یہ ہے کہ اطمینان رکوع اور سجدے اور قومہ میں یعنے درمیان رکوع وسجود کے قیام اور درمیان دونوں سجدوں کے جلسہ میں یہ سب جگہ اطمینان فرض ہے امام شافعی اور امام ابو یوسف کے نزدیک وھا عند ابی حنیفۃ ومحمد فالطمانینۃ فی الاولیین واجب علی الاصح خلافا لما فی الخرجی اور لیکن نزدیک ابو حنیفہ اور محمد کی پس اطمینان رکوع اور سجود میں واجب ہے موافق قول اصح ومعتبر کے برخلاف تحقیق ابو عبد اللہ جرجانی کے وہ سنت کہتے ہیں والاخریان وکذا الطمانینۃ فیھما سنۃ باتفاق تخریجھما اور قیام درمیان رکوع اور سجدے کے اور جلسہ درمیان دونوں سجدوں کے اور ایسی اطمینان ان دونوں میں سنت ہے باتفاق تخریج جرجانی اور کرخی کے ھذا ھو المستفاد من کتب القدماء یہ وہ ہے کہ حاصل ہوتا ہے کتب قدماء حنفیہ سے واختار المحققون من المتاخرین وجوب القومۃ والجلسۃ مع وجوب الطمانینۃ فیھما ایضا عند ابی حنیفۃ ومحمد اور اختیار کیا ہے محققین نے متاخرین حنفیہ سے اس امر کو کہ قیام درمیان رکوع اور سجود کے اور جلسہ درمیان دونوں سجدوں کے اور ایسی اطمینان ان دونوں میں واجب ہیں نزدیک ابو حنیفہ اور محمد کے وھو الاصح بالنظر الدقیق اور یہی قول اصح اور معتبر ہے فقال ابن الھمام فی فتح القدیر پس کہا ابن ہمام نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں منبغی ان تکون القومۃ والجلسۃ ایضا واجبتین للمواظبۃ چاہیے کہ ہووے قیام درمیان رکوع اور سجدے کے اور جلسہ درمیان دونوں سجدوں کے بھی واجب نزدیک ابو حنیفہ اور محمد کے بسبب مواظبت کے یعنے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسپر ہمیشگی کی ہے اور کبھی اسکو ترک نہیں کیا اور مواظبت آپ کی کسی فعل پر اوسکو واجب کر دیتی ہے ولما روی اصحاب السنن الاربعۃ والدارقطنی والبیھقی من حدیث ابن مسعود عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم اور بسبب اسکے کہ روایت کیا ترمذی اور نسائی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ اور دارقطنی اور بیہقی نے بروایت عبد اللہ بن مسعود کے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے لا تجزی صلوۃ لا یقیم الرجل فیھا ظھرہ فی الرکوع والسجود نہیں کافی ہوتی ہے نماز ایسی کہ نہ سیدھا کرے نمازی اوسمیں اپنی پشت کو رکوع اور سجود میں یعنے رکوع وغیرہ جلدی جلدی ادا کرے اور اطمینان نہ کرے ولما کذلک عندھما اور شاید کی ایسی ہی ہے نزدیک ابو حنیفہ اور محمد کے

یعنے یہ سب واجب ہین ویدل علیہ ایجاب سجود السہو مما ذکرنی فتاوے قاضی خان اور دلالت کرتا ہے اسی امر پر
کہ یہ سب اونکے نزدیک واجب ہین واجب کرنا سجود سہو کا انکے ترک سے جیسا کہ فتاوی قاضی خان مین ہے
ان المصلے اذا رکع ولم یرفع راسہ من الرکوع حتے خر ساجدا ساہیا جاز صلوتہ عند ابی حنیفۃ ومحمد وعلیہ السہو تحقیق نمازی
جب رکوع کرے اور نہ اوٹھاوے اپنے سر کو رکوع سے اور گر پڑے سجدے مین بھولے سے جائز ہوگی نماز نزدیک
ابو حنیفہ اور محمد کے اور اوپر اوسکے واجب ہے سجدۂ سہو انتہی کلام ابن الہمام تمام ہوا کلام ابن ہمام کا وتبعہ صاحبہ
ابن امیر حاج فی حلیۃ المجلی اور موافقت کی اونکی اس تحقیق مین اونکے شاگرد شمس الدین محمد بن امیر حاج نے حاشیۃ المجلی
شرح منیۃ المصلے مین وفی غنیۃ المستملی اور غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلے مین ہے مقتضے الدلیل فی کل من الطمانینۃ
والقومۃ والجلسۃ بوجوب کما قال الشیخ کمال الدین یعنے مقتضے دلیل کا الطمینان اور قومہ اور جلسہ کے باب مین
وجوب ان سب کا ہی جیسا کہ کہا ہے شیخ کمال الدین بن ہمام نے ولا یبعد ان یعدل عن الدرایۃ اذا دا فقہا روایۃ
علی ما تقدم عن قاضی خان اور نہین سزاوار ہے کہ روگردانی کیجاوے مقتضاے دلیل سے جب کہ موافق ہووے
اوسکو روایت فقہی جیسا کہ قاضی خان سے منقول ہو چکا یعنے ہر گاہ قاضی خان نے امام کے نزدیک حکم بحالت ترک
قومہ وغیرہ سجدہ سہو کا لکھا اور دلیل سے بھی اسکا وجوب ثابت ہوتا ہے پس واجب نہ لکھنے کی کوئی وجہ نہین ہے
ومثلہ ما ذکرنی القنیۃ من قولہ اور مثل اوسکے جو قاضی خان نے ذکر کیا ہے قنیہ مین مذکور ہے عبارت اوسکی یہ ہے
وقد شدد القاضی الصدر فی شرحہ فی تعدیل الارکان جمیعہا تشدیدا بلیغا یعنے سختی کی ہے قاضی صدر نے باب تعدیل
ارکان مین بھال پس کہا صدر نے واکمال کل رکن واجب عند ابی حنیفۃ ومحمد وعند ابی یوسف والشافعی فرضیۃ یعنے
کامل کرنا ہر رکن کا رکوع ہو خواہ سجدہ واجب ہے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک
فرض ہے فیکث فی الرکوع والسجود وفی القومۃ بینہما حتے تطمئن کل عضو منہ پس ٹھہرے رکوع اور سجدے مین
اور درمیان ان دونون کے یہانتک کہ مطمئن ہو جاوے ہر عضو ہر اسہو الواجب عند ابی حنیفۃ ومحمد یہی واجب ہے
نزدیک ابو حنیفہ اور محمد کے حتے تو ترکہا او نسیانا منہا ساہیا یلزمہ سجود السہو یہانتک کہ اگر چھوڑ دیا نمازی نے اونمین سے
کچھ بھولے سے واجب ہوگا اوسپر سجدۂ سہو و تو ترکہا عمدا کرہ اشد الکراہۃ ویلزمہ ان یعید الصلوۃ اور اگر چھوڑ دیگا
الطمینان وغیرہ قصداً تو مکروہ ہوگی نماز اور سکی سخت کراہت کے ساتھ اور لازم ہوگا اوسپر کہ پھیر پڑھے نماز انتہی کلام
تمام ہوا کلام صاحب غنیہ کا وفی البحر الرائق اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق مین ہے مقتضے الدلیل وجوب الطمانینۃ
فی الاربعۃ ای فی الرکوع والسجود والقومۃ والجلسۃ ووجوب نفس الرفع من الرکوع والجلوس بین السجدتین یعنے مقتضے دلیل کا
وجوب ہے طمانینت کا چارون مین یعنے رکوع اور سجودمین اور قیام مین درمیان رکوع اور سجود کے اور جلسہ مین
درمیان دونون سجدون کے للمواظبۃ علی ذلک کذا یوجد ثابت مواظبت یعنے مداومت آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی

ان سب پر دلالت مرفی حدیث المسئی صلاتہ اور بسبب وارد ہونے امر بکبیر قصہ اوس اعرابی کے جسنے نماز کو
رچھی طرح سے نہین پڑہا تھا کیونکہ اوسمین وارد ہے کہ جب اوسنے کہا یا رسول اللہ مجکو طریقہ نماز کا بتلا دیجیے
آپ نے اوسکو طریقہ تعلیم کیا اور اطمینان وغیرہ کا حکم فرمایا ولماذکرہ قاضی خان من لزوم سجود السہو بترک الرفع
من الرکوع ساھیا اور بسبب اوس چیز کے کہ ذکر کیا ہے قاضی خان نے کہ سجدہ سہو واجب ہے بسبب چھوڑ دینے
قومہ کے بھولے سے وکذا فی المحیط اور ایسیہی ہے محیط مین والقول بوجوب الکل ہو مختار المحقق ابن الہمام وتلمیذہ
ابن امیر حاج حتے انہ قال انہ الصواب اور قول واجب ہونے ان سب کا مختار ہے ابن ہمام اور اونکے شاگرد
ابن امیر حاج کا یہانتک کہ کہا ابن امیر حاج نے کہ واجب ہونا صواب ہے اور واجب نہونا غلط ہے انتہی
کلامہ تمام ہوا کلام صاحب بحر رائق کا وفی فتح الغفار شرح المنار لصاحب البحر اور منار الاصول کی شرح مسمی بہ فتح الغفار
تصنیف مصنف بحر رائق مین ہے الاعتدال فی القومۃ والجلسۃ سنۃ عندہما اتفاقا ومقتضی المواظبۃ الوجوب فی الکل
یعنے اعتدال قومہ اور جلسہ مین سنت ہے نزدیک ابو حنیفہ اور محمد کے باتفاق تحقیق کرخی وجرجانی وغیرہ
کے اور مقتضی دلیل کا یہ ہے کہ اطمینان سب ارکان مین واجب ہے ورجحہ فی فتح القدیر اور مرجح کیا ہے وجوب کو
ابن ہمام نے فتح القدیر مین ولذا صرح فی الخانیۃ اور اسی سبب سے تصریح کی ہے فتاوی خانیہ مین بوجوب سجود السہو
بترک رفع الراس من الرکوع ساتہ واجب ہونے سجدہ سہو کے بسبب چھوڑ دینے قومہ کے انتہی تمام ہوا کلام صاحب
فتح الغفار کا الغرض امام ابو حنیفہ کے نزدیک اطمینان رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ وغیرہ مین یا تو سنت موکدہ ہے
یا واجب ہے پس عمداً ترک کرنا اسکا باعث گناہ کا ہی جیسا کہ تفتازانی نے تلویح مین لکھا ہی ترک الواجب حرام مستحق بہ التعزیر
بالنار وترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام یستحق حرمان الشفاعۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من ترک سنتی لم ینل شفاعتی
انتہی یعنے چھوڑ دینا کسی واجب کا قصداً حرام ہے مستحق ہوتا ہے بسبب اسکے عذاب جہنم کا اور ترک سنت موکدہ کا
قریب حرام کے ہے مستحق ہوتا ہے بسبب اسکے محروم ہونے کو شفاعت سے جیسا کہ فرمایا آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے کہ جو شخص میری سنت کو چھوڑیگا وہ نہ پاویگا میری شفاعت کو اور اگر بھولے سے یا بسبب نہ معلوم ہونے مسئلہ کے
واجب کو چھوڑ دے گا تو سجدہ سہو لازم ہوگا اور سنت کو اگر چھوڑ دیگا تو نماز مکروہ ہوگی پس اگر نماز مکروہ ادا کی
یا واجب چھوڑنے کی صورت مین سجدہ سہو نہ کیا تو اوس نماز کا اعادہ واجب ہوگا پس ثابت ہوگیا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم فرمانے مین اوس شخص کو جسنے اطمینان وغیرہ چھوڑ دیا تھا ساتہ اعادہ نماز کے اور امام
ابو حنیفہ کے قول مین کہ اطمینان فرض نہین بلکہ یا تو سنت موکدہ ہے یا واجب ہے جیسا کہ محقق ہے کچھ بھی
مخالفت نہین ہے بلکہ اسی حدیث پر اونکا عمل ہے کہ وہ بھی درصورت ترک اطمینان حکم اعادہ نماز کا دیتے ہین
ہمکو بڑا افسوس ہے ایسے لوگون کے حال پر کہ نہ مذہب امام کا سمجھتے ہین اور نہ کتب حنیفہ کو دیکھتے ہین اور نہ حدیث کا

مطلب سمجھتے ہین مگر خون لگا کے شہیدون مین داخل ہونے کی غرض سے امام پر اعتراض کر بیٹھتے ہین ۵ دل کہانا
عاشقون کا اے بت عیار چھوڑ ۴ باز آ جور و ستم سے شیوۂ آزار چھوڑ ۴ یا در کنہ تو ایک ان زلت اور ٹھائیگا فرد ۴ مان لے
کہنا یہ میرا صحبت اغیار چھوڑ ۴ راہ سیدھی چل کہ اک عالم تجھے اچھا کہے ۴ تجربہ بہتر نہین اے شوخ یہ رفتار چھوڑ ۴
بدمزاجی سے تجھے حاصل ہے کیا اے رشک مہر ۴ سایۂ شیرین کے مری جان تلخی گفتار چھوڑ ۴ قولہ ۱۳۱ ہدایہ وغیرہ مین
لکھا ہے کہ قومہ مین یعنے رکوع سے سر اوٹھانے کے بعد کچھ دیر ہونا فرض نہین اور یہ مذہب ہے امام اعظم اور محمد کا
سو امام اعظم اور محمد نے خلاف کیا اس مسئلہ مین اونہین دو حدیثون کا جو کہ اوپر مذکور ہوئین اقول ۵ جان
جائیگی کس خرابی سے ۴ ہاتھ اوٹھیگا نہ اس رکابی سے ۴ کچھ سمجھ مین آوے یا نہ آوے مگر اس عبارت آبدار نکین حد از کار
(سو امام اعظم نے خلاف کیا فلانی حدیث کا) لکھدینا ضرور ہے اس بحث کا جواب وہی ہے جو سابقاً مذکور ہے با ایں ہمہ
جونہ سمجھے اور پھر نکیے کلام سو کانہ چھوڑے اوسکے دماغ مین فتور ہے ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور ۱۳۲ قولہ
ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ دو سجدون کے درمیان مین بیٹھنا فرض نہین اور یہ مذہب امام اعظم اور
اونکے شاگرد محمد کا ہے سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہی اونہین دونون حدیثون کا جو پیچھے گذرین اقول ۵ اسکا
اسکا جواب وہی ہے جو سابقاً گذر چکا ہی کہ اُن دونون حدیثون سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص درمیان
دونون سجدون کے نہ بیٹھے اوسکو چاہیے کہ نماز بہ اچھی طرح سے پڑھے اور یہ مخالف مذہب حنفیہ نہین ہی اور ایک
چیز کے فرض نہونے سے نماز مین یہ نہین لازم ہے کہ بدون اوسکی نماز مکمل ہوجاوے اور حاجت اعادہ کی نہ ہے
ماہیت اون حدیثون کی لازم آوے تفصیل اسکی یہ ہے کہ نماز کے افعال حنفیہ وغیرہ کے نزدیک چار قسم پر منقسم ہین
ایک فرض جیسے رکوع اور سجدہ اور قیام اور قرأت قرآن وغیرہ انکا حکم یہ ہے کہ اگر انکو قصداً چھوڑ دیگا تو نماز
اوسکی بالکل باطل ہوجاویگی اور سخت گناہ لازم ہوگا اور اگر سہواً چھوڑ دیگا تب بھی نماز باطل ہوجاویگی مگر گناہ نہوگا
دوسری واجب جیسے التحیات پڑھنا بعد دو رکعت کے اور اخیر رکعت مین اور ترتیب درمیان سورہ فاتحہ اور
سورت کے یعنے پہلے سورۂ فاتحہ پڑھی جاوے اُسکے بعد کوئی اور سورت ملانا اور ایسی سورہ فاتحہ کا پڑھنا
اور سورت کا ملانا یہ بھی واجب ہے اور فرض مطلق قرأت ہی انکا حکم یہ ہے کہ اگر انکو قصداً چھوڑ دیگا تو بڑا گناہ ہوگا
اور نماز کا اعادہ ضروری ہوگا اور اگر سہواً چھوڑ دیا تو گناہ تو نہ لازم ہوگا مگر دو سجدے سہو کے ضروری ہونگے
اور اگر کسی نے سجدے سہو کے نہ کیے تو اوسپر اعادہ نماز کا لازم ہوگا تیسرے سنت موکدہ جیسے قیام کی حالت مین
ہاتھ باندھنا یا بعد التحیات کے درود پڑھنا یا بعد سورۂ فاتحہ کے آمین کہنا وغیر ذلک انکا حکم یہ ہے کہ انکے
چھوڑنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور اعادہ اُسکا لازم ہوتا ہے اور اگر قصداً چھوڑے گا تو گناہ بھی ہوگا چوتھے
مستحبات جیسے سات مرتبہ یا نو مرتبہ رکوع اور سجدے مین تسبیح پڑھنا یا بعد التحیات اور درود کے دعا پڑھنا وغیر ذلک

انکا حکم یہ ہے کہ انکے ادا کرنے سے نماز کامل و مقبول ہوتی ہے اور چھوڑنے سے نماز درجۂ کمال تک نہیں پہونچتی ہے گر گناہ نہیں ہوتا ہے اور نہ اعادہ لازم ہوتا ہے ان سب مضامین کی توضیح و تشریح کتب فقہ مین جیسی شروح ہدایہ و حواشی شرح وقایہ و شروح منیہ و شروح کنز وغیرہ مین مسطور ہے پس اگر درمیان دو سجدون کے بیٹھنا یا بعد رکوع کے کھڑا ہونا امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرض نہوا تو کیا گناہ ہوا آپ نہیں ہے کہ بدون ان افعال کے نماز انکی نزدیک کامل ہوجاتی ہے بلکہ یہ افعال انکے نزدیک یا تو سنت موکدہ ہین یا واجب ہین بہرحال انکے چھوڑنے سے نماز ناقص ہوتی ہے اور حاجت اعادہ کی پڑتی ہے آپ کو اتنی امتیاز تو ہے نہین کہ فرض اور واجب اور سنت فقہاء کے نزدیک کیا چیز ہین اور انکے کیا احکام ہین اور یہ بھی معلوم نہین کہ فرض نہونا کسی فعل کا اور چیز ہے اور نماز کا بدون اوسکے کامل ہوجانا اور چیز ہے مگر اعتراض کرنے پر تیار رہو جاتے ہین بے سوچے سمجھے جو کچھ جی مین آیا بک اوٹھے ہین ؎ قتل کی میرے اوسے رتی بھر فکر آٹھ پہر ؎ ہر جگہ فضل خدا الگ سیر ہوتا ہے ؎ قولہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ شہر والے اگر گانون مین اپنے قربانی بھیجدین تو اونکو بعد صبح قبل نماز عید قربانی کرنی جائز ہے سو امام اعظم نے اس مسئلے مین خلاف کیا ان تین حدیثون کا پہلے حدیث بخاری اور مسلم مین روایت ہے جندب سے الخ اقول ؎ سنگدل کا اس سے بہتر ہے نہین ہرگز علاج ؎ ایسے دیوانے کو زنجیر سے بہتر ہے نہین ہرگز علاج ؎ حنفیہ کے نزدیک بھی ہر شخص پر نماز عید واجب ہے اوسکو اوسی شہر مین جہان وہ رہتا ہو قبل نماز کے قربانی ناجائز ہے جیسا کہ ان احادیث سے جو آپنے ذکر کی ہین ثابت ہوتا ہے اور جس شخص پر نماز عید واجب نہین جیسے دیہات والے اونکو بعد طلوع فجر کے قربانی جائز ہے اور اگر شہر مین رہنے والا اپنی قربانی کسی ایسی جگہ بھیجدے جہان نماز عید واجب نہین اور کسی سے کہدے کہ تم ہماری طرف سے ذبح کردو تو اوسکو بعد طلوع فجر کے قربانی جائز ہے اوسکی وجہ اس عبارت ہدایہ وغیرہ سے واضح ہو تم المعتبر فی ذلک مکان الاضحیۃ یعنے معتبر اس باب مین مکان قربانی کا ہی نہ مکان قربانی کرنے والے کا حتے لو کانت فی السواد والمضحی فی المصر یجوز لما اشتق الفجر لہ دخول الوقت یہانتک کہ اگر ہووے قربانی دیہات مین اور قربانی کرنے والا شہر مین جائز ہے قربانی کرنا بعد طلوع فجر کے بسبب آجانے وقت کے کیونکہ وقت قربانی کا طلوع صبح یوم النحر سے ہے اور نماز ادا کرلینا پہلے یہ شرط ہے اور سرگاہ قربانی ایسی جگہ پر ہے کہ نماز عید وہان نہین ہوتی ہے بدون انتظار نماز وہ جائز ہوجاویگی وفی العکس وہو اذا کانت الاضحیۃ فی المصر والمضحی فی السواد لا یجوز الا بعد الصلوۃ لعدم دخول الوقت قبل الصلوۃ اور بعکس اس صورت کے یعنے یہ کہ قربانی شہر مین ہووے اور صاحب قربانی بیرون شہر ہووے نہین جائز ہے قربانی کرنا شہر مین مگر بعد نماز کے بسبب نہ پہونچنے وقت قربانی کے شہر مین قبل ادائے نماز کے وقال الکرخی فی مختصرہ ان کان رجل من اہل السواد دخل المصر یصلوۃ الاضحی وامر اہلہ ان یضحوا عنہ فامر یجوز ان یذبحوا عنہ بعد طلوع الفجر وان سافر رجل فامر اہلہ وہم فی المصر ان یضحوا عنہ فانہ لا یجوز ان یذبحوا عنہ الا بعد صلوۃ الامام

اور ذکر کیا ہے کہ حنفی نے اپنے مختصر میں کہ اگر ایک شخص دیہات کا رہنے والا شہر میں نماز عید کے واسطے آوے اور اپنے اہل و عیال سے کہ آوے کہ تم ہماری طرف سے قربانی کر دینا جائز ہے انکو کہ ذبح کر دیں اوسکی طرف سے بعد طلوع فجر کے بدون انتظار وقت نماز کے اور اگر سفر کرے کوئی شخص شہر کا رہنے والا اور حکم کر جاوے اپنے گھر والوں کو کہ قربانی کر دیں اوسکی طرف سے نہیں جائز ہے انکو کہ ذبح کریں اوسکی طرف سے مگر بعد نماز امام کے وحیلۃ المصری اذا اراد التعجیل ان یبعث بھا الی خارج المصر فیضحی کما طلع الفجر لان الاعتبار لمکان الاضحیۃ یعنے جو شخص شہر میں ہو اور اوسکو منظور یہ ہو کہ قربانی میری جملہ ذبح ہو جاوے اوسکے واسطے حیلہ یہ ہے کہ بھیجدے اپنی قربانی کو باہر شہر کی جہاں نماز عید واجب نہیں ہے کہ ذبح کر دی جاوے وہ اوسکی طرف سے بمجرد طلوع صبح کے بسبب اسکے کہ اعتبار قربانی کی جگہ کا ہوتا ہے نہ الاشارۃ الزکاۃ من حیث انہا تسقط بہلاک النصاب قبل مضی ایام النحر کالزکاۃ تسقط بہلاک النصاب بعیتبر فی الصرف مکان المحل ای محل الذبح لا مکان الفاعل اعتبارا بہا حیث تودی فی موضع المال دون موضع صاحبہ انتہی یعنے اعتبار کرنا مکان قربانی کا بسبب اسکے ہے کہ قربانی مشابہ ہے زکوۃ کے کہ اسبسے کہ اگر صاحب نصاب کا جسپر زکاۃ واجب ہے نصاب ہلاک ہو جاوے زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے اور صاحب قربانی کا نصاب اگر ہلاک ہو جاوے تو قربانی ساقط ہو جاتی ہے اور زکاۃ میں معتبر مکان مال ہے نہ صاحب مال مثلاً اگر صاحب مال ایک شہر میں ہووے اور مال اوسکا دوسرے شہر میں تو زکاۃ اوس مال کی اوسی شہر میں دیجاویگی جہاں مال ہے اور وہیں کے فقرا پر تقسیم ہوگی نہ اوس مقام پر جہاں صاحب مال ہے پس ایسی قربانی کے ذبح کرنے میں بھی اعتبار اوسی مکان کا ہوگا جہاں وہ قربانی ہے نہ اوس مکان کا جہاں قربانی کرنے والا رہتا ہے پس جب قربانی ایسی جگہ پر ہوئی کہ وہاں نماز عید واجب نہیں ہے یا ضرور اوسکو ذبح کر دینا موافق وہاں کے طریقہ کے درست ہوگا گو مالک قربانی شہر میں ہووے اور بدون نماز کے ذبح نہ کرسکے الحاصل اس باب میں کوئی آیت یا حدیث صحیح صریح ایسی نہیں وارد ہوئی جس سے یہ معلوم ہو کہ باب قربانی میں اعتبار مکان مالک قربانی کا ہے نہ مکان قربانی کا اگر ایسی حدیث یا آیت ہوتی تو بیشک امام پر یہ فتوے اعتراض وارد ہوتی اور یہ جو حدیثیں آپ نے بیان کیں انمیں اور مذہب امام میں کچھ مخالفت نہیں ہے اور بنظر نظر کر قربانی کے امام کا مذہب قوی معلوم ہوتا ہے قولہ فتاوی عالمگیری میں جامع صغیر سے نقل کر کے لکھا ہے کہ عقیقہ کرنا لڑکی اور لڑکے دونوں کا مکروہ ہے اور یہ مذہب ہمارا امام اعظم کا ہے امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے ان حدیثوں کا الخ اقول کہو کہ کس طرح سے ترا اعتبار جھوٹ ✦ ثابت کیا ہے میں نے تجھ کو الکمہ بار جھوٹ ✦ تیرے یقین کون ترے قول و فعل کا ✦ گفتار تیری جھوٹ ہے سب کردار جھوٹ ✦ کراہت حقیقہ کی امام اعظم کی طرف نسبت کرنا بالکل غلط ہے اور ایسی نسبت کرنا اوسکے بدعتی ہونے کی انکی طرف اقرار ہے البتہ انسے منقول ہے کہ عقیقہ مباح ہے اور انکے سوا دو ائمہ سے بعضوں سے سنت ہونا اسکا منقول ہے اور بعضوں سے واجب ہونا منقول ہے رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ میں مسطور ہے عند مالک والشافعی ہو سنۃ مؤکدۃ وقال ابو حنیفۃ ہی مباحۃ ولا اقول انہا مستحبۃ وعن احمد روایتان اشہرہما انہا سنۃ والثانیۃ انہا واجبۃ وعند بعض اصحابنا انہی

یعنے عقیقہ کرنا امام شافعی اور مالک کے نزدیک سنت ہے اور کہا امام ابو حنیفہ نے کہ یہ مباح ہے نہیں کہتا ہوں میں کہ
یہ مستحب ہے اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں مشہور روایت میں تو سنت ہے اور دوسری روایت وجوب کی ہے اور سند
کیا ہے اسکو بعض حنابلہ نے اور مولانا محمد معین ابن شارح سلم وغیرہ مولانا محمد حسین لکھنوی نہایۃ البیان فی اکمل وتحریم من الحیوان
میں تحریر کرتے ہیں بدانکہ عقیقہ سنت ست نزد امام مالک و شافعی و احمد در مذہب مشہور و بر اختیار اکثر اصحاب واجب ست و اکثر
احادیث ناظر بر عدم وجوب ست الا حدیث کل غلام مرتھن بعقیقتہ وچوں اغلب احادیث در آنجا نسبت آن نیز محمول بر
تاکید سنت و استحباب خواہد بود و نزد امام ابو حنیفہ عقیقہ سنت نیست انتہی محمد در موطا گوید کہ ما را ہمین رسیدہ است کہ عقیقہ
از رسوم جاہلیت بود و در اول اسلام نیز معمول بود پس ازان نسخ کرد اضحیہ ہر فطر را کہ پیش ازان بود و نسخ کرد صوم رمضان
ہر صومی را کہ پیش از وے بود و نسخ کرد غسل جنابت ہر غسلے را کہ پیش از وے بود و نسخ کرد زکاۃ ہر صدقہ را کہ پیش از وی بود
انجمین رسیدہ است ہا انتہی و نزد ابن حزم عقیقہ فرض ست و بعضے گفتہ اند کہ سنت ست برائے ذکور سواے اناث شیخ محمد
حسن در قتادہ عقیقہ را از جاریہ سنت نمی گویند و صاحب توضیح از امام اعظم و دیگر گویند نہین نقل کردہ کہ عقیقہ بدعت ست
و در شرح توضیح گفتہ کہ این افترائے محض ست بر امام اعظم بلکہ از امام اعظم در بعضے روایات آمدہ کہ عقیقہ سنت نیست
اے سنت تاکیدیہ یا مؤکدہ نیست بلکہ مستحب ست انتہی اور جامع صغیر مین امام محمد نے ترجمہ کیا ہے باب العق عن الغلام ولا
عن الجاریۃ انتہی اس عبارت سے بعض فقہاے نے اشارۃ نکالا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے اسی مضمون کو فتاوے عالمگیری
مین ذکر کیا ہے اور قول اباحت کو بھی نقل کیا ہے پوری عبارت اوسکی یہ ہے العقیقۃ عن الغلام والجاریۃ وہو ذبح
شاۃ فی سابع ولادتہ وضیافۃ الناس وحلق شعرہ مباح لا سنۃ ولا واجب کذا فی الوجیز للکردری یعنے عقیقہ فرزند اور دختر
کی طرف سے اور وہ عبارت ہے ذبح کرنے بکری سے ساتوین روز ولادت کے مع دعوت کرنے لوگون کے اور سر منڈانے
لڑکی کے مباح ہے نہ سنت ہے اور نہ واجب ہے ایسہی بیع وجیز کردری کی ہے و ذکر محمد فمن شاء فعل ومن شاء لم یفعل
وہذا الشیرائی الاباحۃ اور ذکر کیا ہے امام محمد نے باب عقیقہ مین کہ جو شخص چاہے عقیقہ کرے اور جو چاہے نکرے
اور یہ قول امام محمد کا اشارہ کرتا ہے طرف اباحت کے یعنے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ مباح ہے اوسکے کرنے
نکرنے مین آدمی مختار ہے و ذکر فی الجامع الصغیر والالیق عن الغلام ولا عن الجاریۃ یعنے جامع صغیر مین امام محمد نے ذکر کیا ہے
کہ نہ عقیقہ کیا جاوے لڑکے سے اور نہ دختر سے و ایما اشارۃ الی الکراہیۃ کذا فی البدائع اور یہ اشارہ ہے طرف مکروہ ہونی
عقیقہ کے ایسہی ہے بدائع مین اب آپ ہی ذرا انصاف سے کہیے کہ فتاوے عالمگیری سے جس مضمون کو آپ نے
نقل کیا ہے وہ کہان ہے نہ تو اوسمین جامع صغیر سے مکروہ ہونا نقل کیا ہے اور نہ اوسمین کراہت کو امام کی طرف
منسوب کیا ہے یا تو آپ کو عالمگیری کا دیکھنا نصیب نہین ہوا یا اوسکی عبارت کے مطلب سمجھنے مین قصور ہوا
ع زیف مخمار کو اے شیخ دل آزار نہ چھیڑ + جی نکل جائین گے عالم کے خبردار نہ چھیڑ + اب بیان عبارت

تعلیق محمد کی بقدر ضرورت ہم نقل کیے دیتے ہیں جسمیں اتفاق حق بظر اتفاق موجود ہے وقد ورد فی ہذا الباب احادیث کثیرۃ قولی
تصنیف نورالدین ابوالحسنات محمد ہادی السندی ثم المدنی "فقیہ"
فعلی مشروعیتہا واستحبابہا یعنے تحقیق وارد ہوئی ہیں اس باب میں بہت حدیثیں کہ دلالت کرتی ہیں اوپر مشروع ہونی عقیقہ
کے اور استحباب کے من ذلک حدیث عائشہ منجملہ اوسکے حدیث ہے عائشہ کی قالت امرنا رسول اللہ عن الغلام شاتین
وعن الجاریۃ شاۃ کہا اوسنوں نے کہ حکم کیا ہمکو آن حضرت نے پسر کی طرف سے دو بکری کا اور دختر کی طرف سے ایک بکری کا
اخرجہ الترمذی وابن ماجۃ وابن حبان والبیہقی واللفظ لابن ماجۃ یعنے روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ اور ابن
حبان اور بیہقی نے اور یہ لفظ ابن ماجہ کی ہے ومن ذلک حدیث سمرۃ مرفوعا اور منجملہ اوسکی حدیث ہے سمرہ کی فرمایا
رسول اللہ نے الغلام مرتہن بعقیقۃ تذبح عنہ فی الیوم السابع ویحلق راسہ ویسمی یعنے لڑکا رہن ہے ساتہ عقیقہ
بکری کے کہ ذبح کیجاوے اوسکی طرف سے ساتویں روز اور سر منڈایا جاوے اوسکا اور نام اوسکا رکہا جاوے اخرجہ احمد
واصحاب السنن والحاکم والبیہقی من حدیث الحسن عن سمرۃ وصححہ الحاکم وعبدالحق والترمذی روایت کیا اسکو احمد اور ترمذی
اور ابن ماجہ اور ابوداؤد اور نسائی اور بیہقی نے بروایت حسن بصری کے سمرہ سے اور تصحیح کی اسکی ترمذی اور حاکم اور
عبدالحق نے ومن ذلک حدیث ام کرز مرفوعا اور منجملہ اوسکی حدیث ہے ام کرز کی کہ فرمایا رسول اللہ نے عن الغلام شاتان
وعن الجاریۃ شاۃ یعنے پسر سے دو بکری اور دختر کی طرف سے ایک بکری اخرجہ ابوداؤد وابن ماجۃ والنسائی والحاکم
وابن حبان وہذہ طرق عند الاربعۃ والبیہقی روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن ماجہ اور نسائی اور حاکم اور ابن
حبان نے اور اسکی چند اسناد ہیں نزدیک اصحاب سنن اربعہ اور بیہقی کی ومن ذلک حدیث عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ
اور منجملہ اوسکی حدیث ہے عبداللہ بن بریدہ کی اپنے باپ سے کنا فی الجاہلیۃ اذا ولد لاحدنا غلام ذبح شاۃ ولطخ راسہ بدمہا
فلما جاء اللہ بالاسلام کنا نذبح شاۃ ونحلق راسہ ونلطخہ بزعفران کنتے ہم زمانہ کفر وجاہلیت میں جب پیدا ہوتا کسیکے
یہاں لڑکا ذبح کرتا وہ ایک بکری اور آلودہ کرتا لڑکے کے سر کو ساتہ خون اوس بکری کے پس جب کہ لایا اللہ حال خانہ دین اسلام
کو کنتے ہم کہ ذبح کرتے کنتے بکری اور سر منڈاتے کنتے لڑکے کا اور مل دیتے کنتے اوسپر زعفران اخرجہ ابوداؤد والحاکم والبیہقی
من حدیث عائشۃ روایت کیا اسکو ابوداؤد اور حاکم اور بیہقی نے بروایت عائشہ رضہ ومن ذلک حدیث ابن عباس
اور منجملہ اوسکی حدیث ابن عباس ہے ان النبی عق عن الحسن والحسین کبشا کبشا تحقیق کہ آن حضرت نے عقیقہ کیا حسن
اور حسین کی طرف سے ایک ایک مینڈہا اخرجہ ابوداؤد والنسائی وصححہ عبدالحق وابن دقیق العید روایت کیا اسکو
ابوداؤد اور نسائی نے اور صحیح کہا اسکو عبدالحق اور ابن دقیق العید نے وفی الباب اخبار واحادیث اخر ایضا مذکورۃ
فی مظانہا اور اس باب میں اور بہی حدیثیں ہیں کہ اپنے مقامات میں مذکور ہیں وہی کافی ہیں لشہد بمشروعیۃ العقیقۃ
بل بعضہا تدل علی الوجوب اور یہ سب گواہی دیتی ہیں مشروع ہونے عقیقہ پر بلکہ بعض انکی دلالت کرتی ہیں اوپر وجوب پر
فان لم یکن واجبا فلا اقل من ان یکون سنۃ بل سنۃ بس اگر نہو واجب پر نہیں ہے سفر اس سے کہ ہو وہی مستحب

بلکہ سنت و علمائے امت نے قال انہا مباحتہ لیست بمستحبہ انتہی ملخصا اور شاید کہ یہ حدیثیں نہیں ہیں جن سے ہمارے
امام کو کراہت نے کہا کہ عقیقہ مباح ہے مستحب نہیں ہے اسوجہ سے کہ ان حدیثوں سے صاف مستحب ہونا بلکہ سنت
ہونا معلوم ہوتا ہے قولہ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب تین رکعت وتر پڑھے تو دو رکعت پڑھ کے سلام نہ پھیرے
اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا الخ اقول اس مقام پر صفحہ ۱۴۱ اور صفحہ ۱۴۳ اور صفحہ ۱۴۴ میں آپ نے وہ جن پیشی کا کام کیا
اور عوام کو خوب دھوکا دیا صفحہ ۱۴۲ میں عینی وغیرہ سے نقل کر کے کہ ایک رکعت وتر نہیں درست ہے فوراً حکم
دے دیا کہ امام اعظم نے خلاف کیا ان پانچ حدیثوں کا اور وہ حدیثیں لکھدیں جنسے ایک رکعت وتر پڑھنا جائز معلوم
ہوتا ہے اور صفحہ ۱۴۳ میں ہدایہ وغیرہ سے نقل کر کے کہ نماز وتر تین ہی رکعت ہے نہ زیادہ تو لکھدیا کہ امام اعظم نے
خلاف کیا ان حدیثوں کا جنسے تین حدیثیں لکھدیں کہ جنسے نو رکعت اور تیرہ اور پانچ رکعت وتر پڑھنا ثابت ہے
اور صفحہ ۱۴۴ میں ہدایہ سے نقل کر کے کہ جب تین رکعت پڑھے تو دو رکعت پڑھ کے سلام نہ پھیرے حکم دے دیا
کہ امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ان دو حدیثوں کا اور انمیں کتب صحاح وغیرہ کتب حدیث میں جو حدیثیں
موافق مذہب امام اعظم کے ہیں جنسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وتر تین رکعت ہیں ہیچ سلام نہ کہ نہ تو اسکو آپ کہونہ دکھائی دیں
اور آثار صحابہ بھی جنسے موافق مذہب حنفیہ کی ہے آپ کی نظر سے نہ گذرے یا دیدہ و دانستہ فروگذاشت کیے گئے
بلکہ یقین ہے کہ آپ ان احادیث و آثار پر واقف ہوئے ہونگے مگر قصداً بہ فریب دہی عوام یا بین ارادہ کہ لوگ مذہب حنفی کو
برا کہیں اور اسکا ثواب آپ کو تا قیام قیامت ملا کرے واگذاشت کر دیے ۱۲ امتیاز حق و باطل خود ستاؤں کو
کہاں ۔ کیوں نہ فرعون ایک سمجھے سحر اور اعجاز کو جو کیا فرق منکر ہوئے دو چار اگر انصاف طبع ۔ سب نے دیکھا معجزت
خورشید کے اعجاز کو ان احادیث کی جو بظاہر مخالف مذہب امام اعظم کے معلوم ہوتے ہیں جوابات اور ان مسائل کی
تحقیقات کتب حنفیہ میں جیسی شرح معانی الآثار طحاوی کے اور بنایہ ہدایہ کی شرح عینی کی اور فتح القدیر وغیرہ میں
بتفصیل تمام مذکور ہیں جسکو استعداد و شوق ہو دیکھ لے ہم یہاں وہ احادیث اور آثار جنکے مذہب حنفی موافق ہے
نقل کرتے ہیں تا عوام فریب سے محفوظ رہیں اور سمجھ جاویں کہ مذہب امام اعظم بالکل موافق احادیث نبوی و افعال و اقوال
حضرات صحابہ ہے اور جو بے سمجھے بوجھے مخالفت کا حکم امام اعظم پر کر دے وہ بیشک گمراہ ہے طحاوی نے شرح
معانی الآثار میں عامر شعبی سے روایت کی سائلت ابن عباس و ابن عمر کیف کانت صلوۃ رسول اللہ فقالا ثلاث
عشرۃ رکعۃ ثمان و یوتر بثلاث و رکعتین بعد الفجر یعنے پوچھا میں نے عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ بن عمر سے کیفیت
آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز سے بوقت شب پس کہا دونوں نے کہ آن حضرتؐ کی نماز شب تیرہ رکعتی تھی
آنحضرت پڑھتے تھے پہر تین رکعت وتر اور دو رکعت سنت فجر بعد طلوع صبح صادق اور عائشہؓ سے روایت کی کان
نبی اللہ لا یسلم فی رکعتی الوتر یعنے تھے آن حضرت کہ نہیں سلام پھیرتے تھے بعد دو رکعت کے نماز وتر میں بلکہ تین رکعت

اور ایسی خبر دینا اوس چیز سے کہ حاصل ہو ساتھ فعل اوسکے ثواب خاص یا عذاب خاص کہ اس عبادت پر اسقدر ثواب ہے یا اس فعل مین اسقدر عذاب ہے اور مثال مرفوع فعلی حکمی کے یہ ہے کہ کرے صحابی کوئی ایسا فعل کہ اجتہاد کو اوسمین دخل نہین ہے پس سمجھی جاویگی یہ بات کہ وہ آن حضرتؐ سے ماخوذ ہے اور ایسی اور کتب اصول حدیث مین جیسے شرح النخبہ اور تدریب الراوی اور مقدمہ ابن الصلاح وغیرہ مین مسطور ہے چنانچہ بہت سی عبارتین متعلق اس بحث کی سعی مشکور رودند مذہب ماثور مین منقول ہین جسکو شوق ہو اوسکا مطالعہ کرے اور پر ظاہر ہے کہ رکعات نماز کی تعداد بیان کرنا یا کیفیت نماز کی بیان کرنا ایسا امر نہین ہے کہ اجتہاد و قیاس سے معلوم ہو سکے پس جب صحابہ نے باب وتر مین حکم دیا کہ یہ تین رکعت ہین مثل نماز مغرب کے بالضرور اونہون نے اس امر کو آن حضرتؐ سے دریافت کیا ہوگا ورنہ کیونکر عقل سے حکم ہو سکتا تھا پس قول صحابہ کا اس باب مین مثل قول نبوی کے سمجھا جاویگا اور یہ قاعدہ مستصبہ کہ اقوال و افعال صحابہ حجت نہین ہین یہان نہ سنا جاویگا کیونکہ یہ قاعدہ بشرط صحت اسکے اون امور مین ہے جنمین قیاس و اجتہاد کو دخل ہے خلاصہ مرام اس مقام مین یہ ہے کہ در باب وتر آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تین طریق ثابت ہین ایک ۱ رکعت وتر کا پڑہنا اور ۲ تین رکعت ایک سلام سے پڑہنا اور ۳ تین رکعت دو سلام سے پڑہنا روایات انکی صحاح ستہ مین موجود ہین اسیوجہ سے صحابہ کا عمل مختلف رہا سعد بن ابی وقاصؓ اور معاویہؓ سے ایک رکعت پڑہنا ثابت ہے اور عثمانؓ بھی سے روایت ایک رکعت آئی ہے اور ابن عمرؓ سے تین رکعت دو سلام سے ثابت ہین اس طرح پر کہ دو رکعت پڑہ کے سلام پھیرے اور ایک رکعت پھر پڑہے اور عمر بن الخطابؓ سے تین رکعت پڑہنا ثابت ہے اور یہی مذہب ابن مسعود کا ہے بلکہ اونکے نزدیک ایک رکعت ناجائز ہے اور بسبب اس اختلاف روایات حدیث و عمل صحابہ کے اقوال مجتہدین مین اختلاف واقع ہوا رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ مین مسطور ہے اقل الوتر رکعۃ واکثرہ احدے عشرۃ رکعۃ وادنی الکمال ثلاث رکعات عندالشافعی واحمد وقال ابوحنیفۃ الوتر ثلاث رکعات بتسلیمۃ واحدۃ لایزاد علیہا ولا ینقص وقال مالک الوتر رکعۃ قبلہا شفع منفصل عنہا انتہی یعنے اونے وتر کا ایک رکعت ہے اور اعلے گیارہ رکعت نزدیک امام شافعی کے اور ادنی کمال و افضلیت کا اونکے نزدیک تین رکعت ہین اور کہا ابوحنیفہؒ نے کہ وتر تین رکعت ہین ایک سلام سے نہ زیادتی کیجاوے اوسپر اور نہ کمی کیجاوے اور کہا مالک نے وتر ایک رکعت ہے کہ قبل اوسکے دو رکعت ہون جدا ایک رکعت سے یعنے تین رکعت ساتھ دو سلام کے اور شیخنی حنفی نے شرح مختصر وقایہ مین ترقیم کیا ہے مذہبنا قوی من حیث النظر لان الوتر لا یخلو اما ان یکون فرضا او سنۃ فلو کان فرضا فالفرض لیس الا رکعتین او ثلاثا اوار بعا وکلہم اجمعوا علی ان الوتر لا یکون اثنتین ولا اربعا فثبت انہ ثلاث وان کان سنۃ فلا توجد سنۃ الا ولہا مثل فی الفرض والفرض لم یوجد فیہ الوتر الا المغرب وہو ثلاث انتہی یعنے مذہب ہمارا کہ وتر تین رکعت ہے قوی ہے بہ نسبت اور مذاہب کے اسوجہ سے کہ دو حال سے خالی نہین نماز وتر یا فرض ہے یا سنت ہے پس اگر

فرض ہو پس فرض نہین ہے مگر دو رکعت جیسے نماز صبح کی یا تین جیسے نماز مغرب یا چار جیسے نماز ظہر اور عشا اور یہ
سب علماء امت نے اتفاق کیا ہے اس امر پر کہ وتر نہین ہے دو رکعت اور نہ چار رکعت پس ثابت ہوئی یہ بات کہ وتر
تین رکعت ہی مثل نماز مغرب کے کیونکہ نماز فرض کی کوئی اور صورت سوائے ان تین صورتون کے شرع مین نہین ہے اور
اگر وہ سنت ہے پس نہین پائی گئی کوئی سنت مگر یہ کہ مثل اوسکا فرایض مین موجود ہے جیسے سنت فجر و سنت مغرب
سنت عشاء کے مثل اسکے نماز صبح ہے اور سنت قبل ظہر کی مثل اسکے نماز ظہر و عصر و عشا ہے اور فرض مین کوئی نماز خلاف
نہین ہے مگر مغرب اور وہ تین رکعت ہین پس لابد وتر بھی تین ہی رکعت ہوگی اور ایک رکعت یا تین رکعت دو سلام سے کوئی نماز
فرائض مین نہین ہے اگر یہ شبہہ ہو کہ نماز وتر امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے نہ فرض ہے اور نہ سنت ہے پس
انحصار کرنا شمنی کا روحال مین درست نہین ہے تو اوسکا دفع یہ ہے کہ واجب حنفیہ کے نزدیک حکم مین فرض کے ہے
پس حال اسکا بعینہ حال فرض کا ہے قولہ ہدایہ وغیرہ مین لکھا ہے کہ نماز جنازے کی مسجد مین پڑھنا نہین درست ہے
اور یہ مذہب ہے امام اعظم اور ابو یوسف اور محمد کا سو امام اعظم اور اونکے شاگردون نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے
حدیث کا پہلی حدیث مسلم مین روایت ہے ابو سلمہ بن عبدالرحمن سے کہ جب وفات ہوئی سعد بن ابی وقاص کی کہا
حضرت عائشہ نے داخل کرو تم میرے جنازے کو مسجد مین تاکہ نماز پڑھون مین اوپر پس انکار کیا گیا یہ حضرت عائشہ پر
پس فرمایا حضرت عائشہ نے قسم ہے خدا کی نماز پڑھی رسول خدا نے اوپر دونون بیضاون سہیل اور
سہیل کے اور اونکے دوسرے حدیث موطا مین روایت ہے نافع سے اوسنے نقل کی عبداللہ بن عمر سے کہ نماز پڑھی گئی اوپر
عمر بن الخطاب کے مسجد مین تیسری حدیث روایت کی ابن ابی شیبہ وغیرہ نے کہ نماز پڑھی جنازے کی حضرت عمر نے
حضرت ابوبکر پر مسجد مین اور صہیب نے نماز پڑھی جنازے کی حضرت عمر پر مسجد مین اقول اللہ رے تعصب جہالت
وعداوت دو ایک حدیثین جو بظاہر مخالف مذہب امام اعظم معلوم ہوئین اونکو پیش کر دینا اور جہت بت امام اعظم پر
الزام مخالفت کا لگا دینا اور جو حدیثین موافق مذہب امام ہون اونسے قطع نظر کرنا آپ ہی کا کام ہے کیون نہو
شاہ باش ہی مقتضائے آپکے اسلام کا ہے خدا جانے کس استاذ نے آپکو پڑھایا ہے کہنے یہ طریقہ مکر و فریب کا بتایا ہے سا تو شیب
فراز کیا جانے پدسی عیار نے سکھائی بات چل کی بناوٹ بہت سی باتون مین ۔ پر کہین چھپتی ہے بنائی بات بداب سے
مذہب حنفیہ کی تحقیق سینے اور اوسکی دلیل سمجھے اور اپنی تقریر بیہودہ پر کچھ تو منفعل ہو جیے تحقیق مذہب حنفیہ ہی بات
مین یہ ہے کہ نماز جنازے کی امام اعظم کے نزدیک اگر ادا کریگا تو ادا ہو جاویگی مگر بلا ضرورت مکروہ ہے بعض فقہا کے
نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور بعضون کے نزدیک تنزیہی ہے قاسم بن قطلوبغا نے اول قول کو اختیار کیا ہے اور اونکے
استاذ ابن الہمام نے قول ثانی کو ترجیح کیا ہے اور دلیل کراہت کی حدیث سنن ابی داؤد و سنن ابن ماجہ ہے کہ
من صلی علی میت فی المسجد فلا شئ لہ یعنے جسنے نماز پڑھی اوپر میت کے مسجد مین پس نہین ہے کچھ ثواب اوسکو اور

اس حدیث کی سند میں اگرچہ ایک راوی صالح مولی توأمہ ضعیف ہے مگر ضعف اوسکا ایسا نہیں ہے جس سے یہ روایت
ساقط ہوجاوے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث حسن قابل احتجاج ہے عبارت کتب معتبرہ مع اونکے ترجمہ اور حاصل
دیکھیے کہ جسسے تحقیق مذہب حنفیہ کی اور موافقت اوسکی ساتھ قرآن وحدیث کے بخوبی ثابت وظاہر ہوتی ہے اور آپ کی
تقریر بخی لغت مردود ہوتی ہے شمس الدین ابن القیم تلمیذ رشید ابن تیمیہ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں تحریر کرتے ہیں
لم یکن من ہدیہ الراتب الصلوٰۃ علیہ فی المسجد وانما کان یصلی علی الجنازۃ خارج المسجد یعنے نہیں تھا طریقہ مستمرہ
آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑہنا میت پر مسجد میں نہیں تھے کہ نماز پڑہتے جنازہ پر مگر باہر مسجد سے
وربما کان احیانا یصلی علی المیت فی المسجد کما صلی علی سہیل بن بیضاء واخیہ فی المسجد ولکن لم یکن ذلک سنۃ وعادۃ
اور کبھی آپ نماز پڑہتے میت پر مسجد میں جیسا کہ نماز پڑہی آپ نے اوپر جنازہ سہیل بیٹے بیضاء کے اور اونکے بھائی پر
مسجد میں لیکن نہ تھی یہ عادت آپکی وقد روی ابوداؤد فی سننہ من حدیث صالح مولی التوأمۃ عن ابی ہریرۃ اور تحقیق
روایت کی ابوداؤد نے اپنے سنن میں بروایت صالح مولی توأمہ کے ابوہریرہ سے قال قال رسول اللہ کہا ابوہریرہ نے
کہ فرمایا رسول اللہ نے من صلی علی میت فی المسجد فلاشئے لہ یعنے جسنے نماز پڑہی جنازہ پر مسجد میں پس نہیں ہے کچھ
ثواب اوسکو وقد اختلف فی لفظ الحدیث اور تحقیق اختلاف کیا گیا ہے عبارت حدیث میں نقال الخطیب فی روایتہ
لکتاب السنن پس کہا خطیب بغدادی نے اپنی روایت میں کتاب سنن ابوداؤد کو فی الاصل فلاشئے علیہ یعنے اصل کتاب میں
بجاے فلاشئے لہ کے فلاشئے علیہ ہے کہ جسکا مطلب یہ ہے کہ کچھ مضائقہ اوسکو نہیں ہے وغیرہ یہ رویہ فلاشئے لہ اور سوائے
خطیب کے اور روات سنن ابوداؤد نے فلاشئے لہ کی روایت کی ہے وقد رواہ ابن ماجۃ فی سننہ بلفظ فلیس لہ شئے
اور تحقیق روایت کیا ہے اس حدیث کو ابن ماجہ نے اپنے سنن میں اور لفظ اونکی روایت کی فلیس لہ شئے ہے کہ جسکا
مطلب یہ ہے کہ کچھ ثواب اوسکو نہ ملیگا ولکن قد ضعف الامام احمد وغیرہ ہذا الحدیث ولیکن ضعیف کہا ہے اس حدیث کو
امام احمد وغیرہ نے قال الامام احمد ہو مما تفرد بہ صالح کہا امام احمد نے کہ اس حدیث کے ساتھ تفرد کیا صالح مولی توأمہ نے
اور سوائے اونکے ابوہریرہ سے اور کسی نے روایت نہیں کیا وقال البیہقی ہذا حدیث فی افراد صالح وحدیث عائشۃ
اصح منہ وصالح مختلف فی عدالتہ کان مالک یجرحہ اور کہا بیہقی نے کہ یہ حدیث متفردات صالح سے ہے اور حدیث عائشہ
کی کہ جسمیں آن حضرت کا نماز پڑہنا مسجد میں سہیل کے جنازہ پر مروی ہے صحیح زیادہ ہے اس حدیث سے اور صالح کی عدالت میں
اختلاف کیا گیا ہے کہا امام مالک نے کہ جرح اوطعن کرتے تھے صالح پر ثم ذکر عن ابی بکر وعمر انہ صلی علیہا فی المسجد پھر ذکر کیا
بیہقی نے ابوبکر وعمر کے حال کو کہ انکے جنازے کی نماز مسجد میں ہوئی قلت کہتا ہوں میں صالح ثقۃ فی نفسہ کما قال
عباس عن ابن معین کہ صالح مولی توأمہ فی نفسہ ثقہ ہے جیسا کہ عباس نے ابن معین سے روایت کی ہے وقال
ابن ابی مریم وسمعتہ یقول ثقۃ اور کہا ابن ابی مریم اور سنا میں نے کہ صالح ثقہ ہے قلت اور ابن مالک تو کہ کہا میں نے اوسنے کہ

امام مالک صالح کو ترک کر دیا اور راوں سے روایت نہ کی پس معلوم ہوا کہ وہ ثقہ نہیں ہیں ورنہ مالک اونسے روایت
ترک نکرتے بقال ان مالکا اور کر بعد ان خرف پس کہا کہ امام مالک نے صالح کو اوس زمانے میں پایا کہ وہ خرف ہو گئے تھے
اور بسبب کبر سنی کے اونکے ہوش وحواس میں تغیر واقع ہو گیا تھا اسوجہ سے اونہوں نے اونکو مخروج کیا اور روایت
کرنا اونسے ترک کر دیا وقال علی ابن المدینی ہو ثقہ الا انہ خرف وکبر فسمع منہ الثوری بعد ان خرف وسماع ابن ابی ذویب
عنہ قبل ذلک اور کہا علی ابن مدینی نے کہ صالح ثقہ ہیں مگر یہ کہ بہت سن رسیدہ ہو کر خرف ہو گئے تھے پس سننا اونسے
سفیان ثوری نے احادیث بعد اونکے خرف ہو جانے کے اور ابن ابی ذویب کا سننا احادیث کا صالح سے قبل خرافت
کے ہو وہذا الحدیث حسن اور یہ حدیث یعنے من صلی علی میت فی المسجد فلا شیء لہ حسن قابل حجیت ہے فانہ من روایۃ
ابن ابی ذویب عنہ وسماعہ منہ قدیم قبل اختلاط فلا یکون اختلاط موجبا لرد ما حدث بہ قبل الاختلاط انتہی پس تحقیق کہ اس
حدیث کے راوی صالح سے ابن ابی ذویب ہیں اور سننا اونکا احادیث کو صالح قبل خرافت اور اختلاط ہوش وحواس
اونکے تھا پس نہوگا اختلاط اونکا باعث رد اوس حدیث کا جو اونہوں نے قبل اختلاط کے روایت کی ہے خلاصہ
اس عبارت کا یہ ہوا کہ روات اس حدیث کی جس سے حنفیہ حکم کراہت کا دیتے ہیں سب قوی اور ثقہ ہیں صرف
ایک راوی صالح مولی توأمہ میں جرح کی گئی ہے مگر وہ جرح مضر نہیں ہے اسوجہ سے کہ اونکی عدالت وثقاہت میں
کلام نہیں صرف اسقدر کلام ہے کہ وہ آخر عمر میں بوجہ کبر سنی کے ہوش وحواس باختہ ومختلط العقل ہو گئے تھے
اور یہ امر اصول حدیث کے کتب میں ثابت ہے کہ جو شیخ بوجہ کبر سنی کے مختلط العقل ہو جاوے اوسکی روایتیں قبل
اختلاط کے سب مقبول ہیں اور روایتیں بعد زمانہ اختلاط کے مقبول نہیں بسبب اسکے کہ اونمیں احتمال سہو ونسیان
وا غلاط کا غالب ہے اور یہاں خوب معلوم ہے کہ یہ حدیث صالح سے ابن ابی ذویب نے سنا ہے کی اور ابن ابی ذویب
نے صالح سے اوس زمانے میں اخذ علم کیا ہے جب وہ خرف نہیں ہوے تھے پس بلاشبہ یہ روایت معتبر وحسن
ہوگی اور قابل حجیت کے ہوگی اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اکثر جنازوں پر مسجد میں نماز نہ پڑھنا اور اوسکے
اور کے باہر مسجد کے جانا زیادہ تر موید ہوگا اور قاسم بن قطلوبغا اپنے فتاوے میں لکھتے ہیں قال محمد فی الموطا
کہا امام محمد نے موطا میں حدثنا مالک حدثنا نافع عن ابن عمر انہ قال ما صلے علے عمر الا فی المسجد خبر دی ہمکو مالک نے کہا
اونہوں نے خبر دی ہمکو نافع نے ابن عمر سے کہا اونہوں نے نہیں نماز پڑھی گئی حضرت عمر پر مگر مسجد میں وقال محمد
لا یصلے علے جنازۃ فی المسجد وکذلک بلغنا عن ابی ہریرۃ کہا امام محمد نے نہ نماز پڑھی جاوے
جنازے پر مسجد میں اور ایسی خبر پہونچی ہمکو ابو ہریرہ سے کہ اونہوں نے ممانعت کی وموضع الجنازۃ بالمدینۃ خارج المسجد
وہو الموضع الذی کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یصلے علے الجنازۃ فیہ اور موضع نماز جنازے کی مدینہ طیبہ میں بیرون
مسجد ہے اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اکثر نماز جنازے کی وہیں ادا فرماتے تھے فاعتبار ان عمل النبی کان

علی خلاف ما وقع فی الصلوٰۃ علی امیر المومنین عمر فحمل علی العذر پس ارادہ کیا امام محمد نے اس امر کا کہ طریقہ آنحضرت کا
یہ تھا نماز جنازہ میں خلاف اوس امر کے تہا جو در باب نماز عمرؓ کے واقع ہوا پس محمول ہوگا جنازہ عمرؓ کی نماز مسجد میں بہ
حالت عذر پر اور یہ قال فی المحیط اور ساتھ اسکے تصریح کی ہے محیط میں وتقط اور عبارت اوسکی یہ ہے فلا تقام فیہ الا
فی المسجد غیر ہا الا لعذر ونداتا ویل حدیث عمر انما قتل صلے علیہ فی المسجد لانہ کان لعذر وہو خوف الفتنۃ والصحیح
الدفن عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعنے پس نہ ادا کی جاوے مسجد میں سوائے نماز پنجگانہ وغیرہ کے مگر کسی عذر سے
اور یہی تاویل ہے حدیث عمرؓ کی کہ جب وہ شہید ہوئے نماز پڑہی گئی اوپر مسجد میں اوسوجہ سے کہ یہ امر سبب عذر خوف
فتنہ کے اور خوف اس امر کے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس انکے دفن سے شاید کوئی ممانعت کرے واقع ہوا
وقال ابو الحسین القدوری فی التجرید اور کہا قدوری نے تجرید میں قال اصحابنا تکرہ الصلوٰۃ علی الموتی فی مسجد الجماعۃ وقال
الشافعی تجوز کہا ہمارے اصحاب حنفیہ نے کہ مکروہ ہے نماز اموات پر مسجد جماعت میں اور کہا شافعی نے جائز ہے لنا حدیث
ابی ہریرۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال من صلے علی میت فی المسجد فلا شئ لہ ذکرہ ابو داؤد وہماری دلیل حدیث ہے
ابوہریرہ کی کہ فرمایا آن حضرت نے جو شخص نماز پڑہے جنازے کی مسجد میں پس نہیں ہے ثواب اوسکو روایت کیا ہے
اسکو ابو داؤد نے قلت ورواہ ابن ابی شیبۃ بلفظ لہ میں کہتا ہوں میں اور روایت کیا ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو ساتھ
اس لفظ کے من صلے علی جنازۃ فی المسجد فلا صلاۃ لہ جو شخص نماز پڑہے جنازے کی مسجد میں پس نہوگی نماز اوسکی
قال وکان اصحاب رسول اللہ اذا ضاق بہم المکان رجعوا ولم یصلوا اور کہا کہ صحابہ جب تنگ ہوتا مکان نماز جنازہ کا
بوجہ کثرت کے رجعت کرتے تھے اور مسجد میں نماز نہیں پڑہتے تھے وروی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم عامتی النجاشی
خرج یصلے علیہ فی المصلے ولو کان یجوز الصلوٰۃ فی المسجد لم یکن للخروج معنے اور روایت ہے کہ جب آن حضرت نے خبر
موت نجاشی کی دی اور اوسپر نماز ادا کرنے کا قصد کیا باہر گئے مسجد کے واسطے ادا کے نماز کے اور اگر جائز ہوتی نماز جنازہ
مسجد میں آپ نہ نکلتے بلکہ مسجد میں نماز ادا کرتے وقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اور اسوجہ سے کہ آن حضرت نے
فرمایا ہے جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم یعنے بچاؤ تم اپنی مسجدوں کو اپنے لڑکوں اور دیوانوں سے یعنے لڑکوں کو اور
دیوانوں کو مسجد میں نہ لاؤ کہ وذکان انثنی فیہ انہ لا یومن من تلویث المسجد وہذا موجود فی المیت اور ہے وجہ اس
ممانعت میں یہ کہ لڑکوں کی اور دیوانوں کے مسجد میں آنے سے خراب ہونے مسجد کا اور ملوث ہونے مسجد کا ساتھ نجاست
کے خوف ہے اور یہ وجہ میت میں موجود ہے کہ شاید کوئی نجاست نکل آوے اور مسجد خراب ہو جاوے پس جس طرح
مسجد میں لڑکوں اور دیوانوں کا لانا بسبب احتمال خرابی مسجد کے مکروہ ہے اسیطرح جنازہ مسجد میں لانا بھی مکروہ ہوگا
وان اشاس افرد وا الجنازۃ فی سائر الاعصار وصلوا جازۃ فی المسجد لم یکن لانفراد موضع لہا معنے اور اسوجہ سے کہ تمام شہروں
میں نماز جنازے کے واسطے علیحدہ ایک مقام لوگوں نے مقرر کیا ہے اور اگر جائز ہوتی نماز جنازہ مسجد میں مکان علیحدہ مقرر کرنا

ضرورت نہوئی وروی ابوداؤد والطیالسی اور روایت کیا ابوداؤد طیالسی نے حدثنا ابن ابی ذئب عن صالح مولی التوأمۃ
کہا اونہون نے کہ خبر دی مجکو ابن ابی ذئب نے اونہون نے روایت کی صالح سے قال ادرکت رجالا ممن ادرکا یعنی
صلے اللہ علیہ وسلم وابا بکر اذا جاؤا فلم یجدوا الا الامام یصلوا فی المسجد رجموا فلم یصلوا انتہی کہا اونہون نے کہ دیکھا میں نے
بہت سے صحابہ کو اور ادن لوگون کو جنہون نے صحابت ابوبکرؓ کی تھی کہ جب آتے نماز جنازے کے واسطے اور نہ ممکن
ہوتا اونکو مگر یہ کہ مسجد مین نماز پڑہین لوٹ جاتے تھے وہ اور نماز مسجد مین نہین پڑہتے تھے اور ابن الہمام فتح القدیر
مین لکہتے ہین اخرج ابوداؤد وابن ماجۃ روایت کیا ابوداؤد اور ابن ماجۃ نے عن ابن ابی ذئب ابن ابی ذئب سے
عن صالح مولی التوأمۃ اونہون نے روایت کی صالح سے عن ابی ہریرۃ اونہون نے روایت کی ابوہریرہ سے قال قال
رسول اللہ کہا اونہون نے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے من صلے علے میت فی المسجد فلا اجر لہ جو شخص نماز پڑہیگا جنازہ پر مسجد مین
پس نہین ملیگا کچہ ثواب اوسکو ومولی التوأمۃ ثقۃ لکنہ اختلط فی آخر عمرہ فمن سمع منہ قبل ذلک فہو حجۃ وکلام علے ابن ذئب وراوی ہذا الحدیث عنہ سمع منہ قبل الاختلاط فوجب قبولہ
اور صالح مولے توأمۃ ثقہ ہے لیکن آخر عمر مین مختلط الحواس ہوگئے تھے پس جنسے اونسے روایت قبل اختلاط کے کی اوسکی روایت
قابل قبول کے ہے اور سب اہل حدیث اس امر پر متفق ہین کہ اس حدیث کے راوی ابن ابی ذئب نے صالح سے قبل اختلاط کے
روایت کی ہے پس ضرور ہوا قبول کرنا اس حدیث کا وامانی مسلم لما توفی سعد بن ابی وقاص قالت عائشۃ ادخلوا بہ المسجد
حتے اصلی علیہ فانکر ذلک علیہا فقالت واللہ لقد صلے النبی علی ابنی بیضاء فی المسجد سہیل واخیہ قلنا اولا واقعۃ حال
لا عموم لہا فیجوز کون ذلک کان لضرورۃ کونہ کان متنکفا وتوسلم عدہا فانکارہم وہم الصحابۃ رضی اللہ عنہم وقیل اعلہ
استقر بعد ذلک علے ترکہ حاصل اسکا یہ ہے کہ وہ جو روایت کی مسلم نے کہ جب وفات ہوئی سعد بن ابی وقاص کی
کہا عائشہ نے کہ انکا جنازہ مسجد مین لاؤ کہ مین بہی انپر نماز پڑہون پس انکار کیا عائشہ پر صحابہ نے پس کہا اونہون نے
کہ تم کیون انکار کرتے ہو قسم خدا کی نماز پڑہی ہے آن حضرتؐ نے بیضاء کے دونون بیٹون سہیل اور اخیہ کے جنازے پر مسجد مین اس حدیث
سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازے کی مسجد مین پڑہنا درست ہے پس اسکے دو جواب ہین ایک یہ کہ یہ واقعہ حال ہے
اس سے عموم نہین ثابت ہوتا ہے کیونکہ کہین آنحضرتؐ سے حکم کرنا ادا کرنے نماز جنازے کا مسجد مین بطور تشریع
عام کے نہین ثابت ہے جیسا کہ ممانعت ثابت ہے پس ہو سکتا ہے کہ یہ نماز پڑہنا انکا مسجد مین بوجہ ضرورت
اعتکاف وغیرہ کے ہوا دوسرے یہ کہ اگر تسلیم کیا کہ وہان ضرورت نہتی پس انکار صحابہ اور تابعین کا حضرت عائشہ پر
دلیل اس امر پر ہے کہ عمل مستقر بعد اسکے ترک پر ہوا اسوجہ سے صحابہ نے انکار کیا حاصل مقام یہ ہے کہ امام اعظم وغیرہ
نے جو حکم ممانعت کیا اوسکی چند دلیلین ہین اول حدیث من صلے علے میت فی المسجد فلا شے لہ کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ نماز جنازے کی جو شخص مسجد مین پڑہیگا اوسکو ثواب نہ ملیگا اور اس حدیث کی سند مین اگرچہ صالح راوی پر خدشہ

کیا گیا ہے مگر بنظر تحقیق وہ خدشہ لغو ہو گیا جیسا کہ سابقاً تحقیق ابن قیم و ابن ہمام سے واضح ہو چکا کہ صالح کی ثقاہت اور عدالت میں شبہ نہیں ہے البتہ وہ آخر عمر میں مختلط ہو گئے تھے اور کتب اصول حدیث میں یہ امر محقق ہے کہ جسکے راوی کی روایتیں سب مردود نہیں ہوتی ہیں بلکہ جو روایتیں اوسنے قبل اختلاط کے کی گئی ہوں وہ مقبول ہوتی ہیں اور اس مقام میں صالح سے راوی ابن ابی ذئب ہیں کہ اونہوں نے قبل اختلاط صالح کے روایت کی ہے پس بالضرور یہ روایت مقبول ہو گی دوسری دلیل یہ کہ صحابہ بہت سے جب جگہ نہ پاتے نماز مسجد میں نہ پڑھتے جیسا کہ روایت طیالسی سے ثابت ہے تیسرے حضرت عائشہ پر جب اونہوں نے جنازہ سعد کو مسجد میں طلب کیا بہت سے صحابہ نے انکار کیا چوتھے یہ کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فی عمرہ بجز دو شخص کے کسی اور کے جنازہ پر کبھی مسجد میں نماز نہیں ادا کی اور عادت غالبہ آپ کی یہی تھی کہ بیرون مسجد نماز ادا کرتے تھے باقی رہی حدیث عائشہ کی جسمیں انکا جنازہ سعد علیہ کرنا اور صحابہ منکرین پر رد فرمانا اور آن حضرت کے جنازہ فرزندان بیضا پر نماز مسجد میں پڑھکر بیان کرنا کہ ہوا اوسکا جواب حنفیہ کی طرف سے یہ ہو کہ اگر مجوزین عائشہ کے قول سے استدلال کریں تو استدلال اونکا فاسد ہے اسوجہ سے کہ کسی صحابی کا قول یا فعل جب اور صحابہ اوسمیں مخالفت کریں حجت نہیں ہوتا ہے پس اگرچہ حضرت عائشہ نے اسکو جائز رکھا مگر اور صحابہ نے اوپر انکار کیا پس قول عائشہ کا حجت نہیں رہا اگرچہ شبہ ہووے کہ جب عائشہ نے فعل نبوی سے استناد کیا صحابہ نے کیوں سکوت اختیار کیا اور جواب کیوں نہ دیا تو جواب اوسکا یہ ہو کہ چونکہ حضرت عائشہ مجتہدین سے تھیں اور رائے اونکی موافق اس حدیث کے جواز کی طرف مائل تھی اسوجہ سے اور صحابہ نے سکوت کیا کیونکہ صحابہ کی مثل عوام کے یہ عادت نہیں تھی کہ ہر وقت جھگڑا کریں اور مقابلہ میں مجتہدین کے مسائل اختلافیہ میں رد و قدح کریں پس انکا سکوت کرنا اس امر پر دلیل نہیں ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بھی موافقت حضرت عائشہ کی کر لی اگر یہ شبہ ہووے کہ اگر اونکی رائے مخالفت کی تھی تو انکو منع کرنا اور مقابلہ کرنا عائشہ سے ضرور تھا تو اوسکو یوں دفع کرنا چاہیے کہ انکار اور ممانعت امور اجتہادیہ اختلافیہ میں منصوص کتاب و سنت مجتہدین کچھ ضرور نہیں ہے اور ایسی حالت میں سکوت کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے الانکار الذی یجب عدم السکوت معہ ہو المنکر من المعاصی لا الفصول المجتہد فیہا وہم رضی اللہ عنہم لم یکونوا اہل الحاجۃ خصوصا مع من ہو من اہل الاجتہاد انتہی اور اگر مجوزین فعل نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے استناد کریں کہ آپ نے جنازہ فرزندان بیضاء پر مسجد میں نماز پڑھی تو اوسکا جواب کئی طرح پر ہے **اول** یہ کہ یہ حدیث فعلی ہے کہ آپ نے خود ایک مرتبہ نماز جنازہ مسجد میں ادا کی اور حدیث ممانعت کی جو سنن ابو داؤد وغیرہ میں مروی ہے قولی ہے اور کتب اصول فقہ و اصول حدیث میں مصرح ہے کہ جب حدیث قولی اور حدیث فعلی میں تعارض و تخالف واقع ہووے تو حدیث قولی مقدم ہوتی ہے اور اسکو دوسری حدیث پر ترجیح ہوتی ہے ابو بکر حازمی کی کتاب الناسخ والمنسوخ میں بحث ذکر طرق ترجیحات میں مسطور ہے الوجہ السابع والثلثون ان یکون احد الحدیثین قولا والآخر فعلا فالقول

اتبع فی البیان ولان الناس لم یختلفوا فی کون قولہ حجۃ واختلفوا فی اتباع فعلہ ولان الفعل لا یدل بنفسہ علی شیٔ بخلاف
القول فیکون اقوی انتہی لیکن چند امور ہین جو ترجیح کی یہ ہے کہ ایک دوسرے سے کہ وہ دونون متعارض ہون قول
نبوی ہوا ور دوسرا فعل نبوی ہو پس قول آپ کا مرجح ہوگا اسوجہ سے کہ قول بیان احکام شرعیہ مین اتبع ہی بخلاف
فعل کے اور اسوجہ سے کہ قول نبوی کا حجت ہونا اور واجب الاتباع ہونا متفق علیہ ہے اور فعل نبوی کے واجب الاتباع
ہونے مین اختلاف ہی اور اسوجہ سے کہ فعل نہین دلالت کرتا ہے بذاتہ کسی حکم پر بخلاف قول کے کہ وہ موضوع ہی واسطے
بیان حکم کے پس اس مقام مین حدیث ممانعت کو ترجیح ہوگی حدیث جواز پر دوسری یہ کہ حدیث سنن ابوداؤد وغیرہ
کی ممانعت پر دال ہے اور حدیث صحیح مسلم کی جواز پر دال ہے اور کتب اصول فقہ واصول حدیث مین مذکور ہی کہ جب دو
حدیثون مین اس طرح کا تخالف واقع ہو تو حدیث ممانعت پر اعتبار کا عمل اولی ہوگا ابوبکر حازمی نے ترجیح کیا ہے
لانہ اذا اجتمع مبیح وما یحظر غلب جانب الحظر لان الاثم حاصل فی فعل المحظور ولا اثم فی ترک المباح ولکن الترک اولی انتہی
یعنے اسوجہ سے کہ جب جمع ہووے ایک دلیل مباح کرنے والی کسی چیز کو اور ایک دلیل ممنوع کرنے والی اوسکو غالب
کیا جاویگا طرف ممانعت کا اس سبب سے کہ ممنوع کی کرنے مین گناہ ہی اور مباح کی چھوڑنے مین گناہ نہین ہے پس
ترک ایسی چیز کا بہتر ہوگا پس اس مقام مین ہرگاہ حدیث عائشہؓ سے جواز ادائے نماز جنازہ کا مسجد مین ثابت ہوا
اور دوسری حدیث سے ممنوع ہونا ثابت ہوا بالضرور ترجیح دینا حدیث ممانعت کا ضرور ہوگا تیسری یہ کہ حدیث عائشہؓ
کی صرف ایک واقعہ حال پر دلالت کرتی ہے کہ آن حضرت نے دو اعتکاف نماز جنازہ مسجد مین پڑہی اور یہ امر اس سے
نہین ثابت ہوتا ہے کہ یہ امر عموماً ہر شخص کو ہر وقت مین جائز ہے کیونکہ کتب اصول مین مذکور ہے کہ واقعہ
حال مین عموم نہین ہوتا ہی تنقیح الاصول مین مسطور ہی حکایۃ الفعل لا تعم وان احتمل المحکی وجوہا فلا یحتج بہ علی احد
علیہ وسلم فی الکعبۃ انتہی اور حدیث ممانعت بطریق عموم وارد ہے پس بالضرور وہ مرجح ہوگی یہ تیسری یہ کہ کتب حدیث و
تواریخ سے ثابت ہے کہ مقام نماز جنازہ آن حضرت کے زمانہ مین مسجد نبوی کے باہر مقرر تہا اور آن حضرت اکثر نماز جنازہ
ادا کرتے تہے اور بجز دو ایک مرتبہ کے کبھی آپ سے نماز جنازہ مسجد مین نہین ثابت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر نماز جنازہ
مسجد مین ہمیشہ جائز ہوتی آپ اکثر باہر مسجد کے نجاتے بلکہ مسجد ہی مین اکثر ادا فرماتے اور بیرون مسجد ایک مقام
نماز جنازہ کا مقرر نفرماتے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ نماز جنازہ عبادت ہے اور عبادت مسجد مین بہتر ہے پس آپ کی
عادت غالبہ و وظیفہ مستمرہ پر عمل کرنا دو ایک مرتبہ کے فعل پر عمل کرنے سے اولے و راجح ہوگا پانچوین یہ کہ نماز جنازہ
فرزندان بیضا پر مسجد مین پڑہنا جو آپ سے صادر ہوا محتمل ہے کہ کسی عذر خاص سے ہوا ہو مثلاً یہ کہ آپ معتکف ہون
باہر نہ جا سکتے ہون یا یہ کہ پانی برستا ہو بیرون مسجد نماز نہو سکتی ہو یا یہ کہ اوذکر دفن مین عجلت مناسب ہو اور
بیرون مسجد جانے مین تاخیر ہوتی ہو سوا اسکے اور بہت سے اعذار و احتمالات نکل سکتے ہین پس باوجود تطرق

ان احتمالات کے کیونکر اس قصہ سے جواز بلا کراہت کا حکم مطلقاً درست ہوسکتا ہے چھٹی یہ کہ ممکن ہو کہ آپ نے
دو ایک مرتبہ نماز جنازہ مسجد مین بیان جواز کے واسطے پڑہی ہو تا لوگون کو معلوم ہو جاوے کہ مسجد مین پڑہنے سے بھی
ذمہ پاک ہو جاتا ہے اور فرض ادا ہو جاتا ہی نظیرین اسکی کتب احادیث مین بکثرت ہین دیکھیے آپ نے کہڑے
ہو کے پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہی اور ایک مرتبہ بیان جواز کے واسطے آپ نے خود کہڑے ہو کے پیشاب کر لیا ہے
ایسی قبلہ کی طرف رخ یا پشت کر کے پیشاب کرنی یا پائخانہ پہرنے سے منع فرمایا ہے اور کسیوجہ سے بیان جواز کے
واسطے آپ نے قبلہ رخ ایک مرتبہ پیشاب کیا ہے تفصیل اسکی کتب حدیث صحاح ستہ اور اوسکی شروح مین موجود ہے
پس ایسی اگر دو ایک مرتبہ بیان جواز کے واسطے آپ نے نماز جنازہ مسجد مین پڑہ لی تو اس سے جواز اوسکا مطلقاً
ثابت نہین ہوتا ہی اگر کوئی جاہل کہے کہ حدیث جواز کی صحیح مسلم مین ہی اور حدیث ممانعت کی سنن ابوداود مین ہی اور حدیث صحیحین کے مقدم ہی حدیث غیر
صحیحین پر مطلقاً تو جواب اسکا یہی ہی کہ تقدیم حدیث صحیحین کی صرف باعتبار قوت اسناد کے ہی لیکن بقوانین خارجیہ و وجوہ ترجیحات اصولیہ حدیث غیر صحیحین
حدیث صحیحین پر مقدم ہو جاتی ہی جیسا کہ شرح نخبۃ وغیرہ مین مذکور ہی قولہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ
فرض نماز کی پہلی دو رکعتون مین آدمی کو اختیار ہے خواہ چپکا رہے یعنے کچھ نہ پڑہے خواہ پڑہے خواہ سبحان اللہ پڑہے
اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا سو امام اعظم نے اس مسئلے مین خلاف کیا بخاری اور مسلم کی حدیث ابو قتادہ کا اقول ہرگز
نہین اسوجہ سے کہ حدیث ابو قتادہ سے اسیقدر ثابت ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی اول دو رکعت
مین سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑہتے تھے اور اخیر دو رکعت مین صرف سورہ فاتحہ پڑہتے تھے پس اگر امام اعظم کا مذہب
یہ ہوتا کہ اخیر دو رکعت مین قرآن کا پڑہنا درست نہین ہے تو البتہ اس حدیث کے وہ مخالف قرار دیے جاتے اور کا
مذہب تو یہ ہے کہ پہلی دو رکعتون مین قرات قرآن فرض نہین ہے اگر کچھ نہ پڑہیگا تب بھی فرض ادا ہو جاوے گا
لیکن قرآن پڑہنے کی سنت ہونے کا اور نسے انکار منقول نہین ہے اور اس حدیث سے اگر ثابت ہوتا ہی تو اسیقدر کہ فاتحہ
پڑہنا سنت ہے پس درمیان مذہب امام اعظم کے اور اس حدیث کے کیا مخالفت ہوئی ہان اگر اس حدیث سے
یہ ثابت ہوتا کہ فاتحہ پڑہنا پچھلی رکعتون مین بھی فرض ہے یا امام سے یہ منقول ہوتا کہ پچھلی رکعتون مین فاتحہ پڑہنا سنت
نہین یا مکروہ ہے تو البتہ مخالفت ہوتی ہے عبارات کتب معتبرہ کو دیکھیے اور امام کی دلیل کو سمجھیے اور اپنی نادانی کا
اقرار کیجیے ع ظلم جو کر تجھ سے ہو تو ڈر تا نہین انجام سے ۱۲ روسیہ ہوتا ہے اگر ان خط عنبر فام سے ۱۲ بحر الرائق مین کہ
وفی البدائع یعنے بدائع شرح نقہ اقعنا مین ہے کہ ہذا التخییر مروی عن علی وابن مسعود و تخییر جو امام سے منقول ہے کہ
پچھلی رکعتون مین اختیار ہے قرات قرآن کرے خواہ تسبیح و تہلیل اور کرے خواہ چپکا کہڑا رہے مروی ہے حضرت علی
اور عبداللہ بن مسعود سے و ھما لا یرو ن الا عن توقیف انتہی اور یہ مسئلہ ایسی قسم سے ہے کہ اجتہاد کو اوسمین دخل
نہین ہے پس قول صحابی کا ایسے امر مین حکم مین حدیث مرفوع کی ہی حاصل اسکا یہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ مین

علی اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ اول دونوں نے اقرأ فی الاولیین وسبح فی الاخرین یعنے پڑھ تو قرآن اول دو رکعت میں اور تسبیح کر اخیر دو رکعت میں اور سرطا امام محمد وغیرہ میں علقمہ سے مروی ہے ان عبداللہ بن مسعود کان لا یقرء خلف الامام فیما یجہر فیہ وفیما یخافت فیہ فی الاولیین وفی الاخرین واذا صلی وحدہ قرء فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ ولم یقرء فی الاخرین شیئاً یعنے تحقیق کہ ابن مسعود نہیں پڑھتے تھے قرآن پیچھے امام کے نماز جہری میں جیسے صبح اور مغرب اور نہ نماز سری میں جیسے ظہر اور عصر نہ پہلے دو رکعت میں اور نہ پچھلی دو رکعت میں اور جب تنہا نماز پڑھتے تو پڑھتے تھے اول دو رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت اور نہیں پڑھتے تھے پچھلی دو رکعت میں کچھ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی نہیں ہے تا یہ خیال ہووے کہ ان صحابہ نے اپنی اجتہاد سے یہ امر کیا کیونکہ نماز کے ارکان اور سنن وغیرہ اجتہاد سے معلوم نہیں ہوسکتے ہیں اور مجتہدین اس بات میں عقل کو دخل نہیں دے سکتے ہیں اور سابقا شرح نخبہ وغیرہ کی عبارت سے معلوم ہوچکا کہ قول اور فعل صحابی کا ایسا کہ اجتہاد کو دخل نہیں مداخلت نہو محمول ہے اس امر پر کہ انہوں نے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اوس امر کو سنا ہوگا کیونکہ صحابی کی شان سے بعید ہے کہ بغیر دریافت کرنے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسے امور دینی عقل سے کرنے لگے پس ثابت ہوا کہ پچھلی دو رکعت میں اختیار ہونا درمیان اسکے کہ قرآن پڑھی یا سبحان اللہ کہی یا چپکا کھڑا رہے اور قرأت قرآن کا ضروری اور فرض نہونا جوان صحابہ سے منقول ہے حکم میں حدیث مرفوع کے ہے اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اسی وجہ سے امام اعظم نے حکم دیا کہ پچھلی رکعتوں میں قرآن پڑھنا فرض نہیں ہے بلکہ نمازی کو اختیار ہے چاہے پڑھے چاہے نہ پڑھے باقی رہی حدیث ابوقتادہ وغیرہ اوسکے موافق امام بھی پچھلی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا سنت کہتے ہیں سرطا امام محمد میں مرقوم ہے السنۃ ان یقرء فی الفریضۃ فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب وان لم یقرء فیہما اجزاک وان سبحت فیہما اجزاک وہو قول ابی حنیفۃ انتہی یعنے یہ سنت ہے کہ پڑھی تو فرض کی اول دو رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت اور یہ پچھلی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ فقط اور اگر نہ پڑھیگا تو پچھلی رکعتوں میں کافی ہوگا تجھکو اور اگر سبحان اللہ کہیگا ان دونوں میں کافی ہوگا تجھکو اور یہ قول ہے امام ابوحنیفہ کا اور حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی میں محیط رضی الدین سرخسی سے منقول ہے فی ظاہر الروایۃ ان القراءۃ سنۃ فی الاخریین وہو یسبح فیہما ولم یقرء لم یکن مسیئا وروی الحسن عن ابی حنیفۃ انہ ینبغی ان یقرء فیہما واجبۃ قلت تو ترکہا ساہیا ملزم سجود السہو انتہی یعنے ظاہر روایت امام اعظم سے یہ ہے کہ قرآن پڑھنا پچھلی دو رکعت میں سنت ہے اور اگر صرف سبحان اللہ کہیگا ان دونوں میں اور نہ پڑھیگا قرآن نہ گنہگار ہوگا یعنے ایسا گنہگار جیسے ترک فرض اور واجب سے ہوتا ہے اور روایت کیا ہے حسن ابن زیاد نے امام سے کہ قرآن پڑھنا پچھلی رکعتوں میں واجب ہے یہانتک کہ اگر چھوڑ دیگا اوسکو واجب ہے سجدہ سہو اور اگر سبحان اللہ کہیگا یا چپکا کھڑا رہیگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا اسے استخفاف کرنے والوں اعتراض کرنے والوں ناہوش سے ان عبارات کو اور ایسی اور عبارات کتب حنفیہ کو دیکھو اور اپنے اعتراض مہمل سے توبہ کرو اور اس قول کو یا در کھو تا ای یا بجہالتی کسیکو گالیاں نکالو

یہ یاد رہے وہ بھی نہ کل یاد رکھیگا ۔ اس وار مکافات میں سن لے غافل ۔ بیاد کرے گا آج کل یاد رکھیگا ۔ فوکہ ہدایہ وغیرہ
فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت مرد دونوں کانوں تک ہاتھ اوٹھائے اور یہ مذہب ہمارا امام اعظم کا سو امام اعظم رضی
اس مسئلہ میں خلاف کیا ان تین حدیثوں کا اقول ۔ ناحق یہ تراغیط میں آنا نہیں اچھا ۔ آپسمیں سخن رنج کے لانا نہیں اچھا
جو تیر نظر سے جگر اور دل کو اوڑا دے ۔ ایسے کی نگاہوں میں سمانا نہیں اچھا ۔ ہمکو بڑا افسوس آپ کی بربادی مخلف اوات
ہوتا ہے اور آپ کی ان حرکات جاہلانہ و متعصبانہ سے تعجب ہوتا ہے اندر سے نصانیت اور پیرا و سپر و عرے حقانیت
جو حدیثیں کانوں تک ہاتھ اوٹھانے کے باب میں وارد ہیں اور حنفیہ کے موافق ہیں اور کتب صحاح ستہ وغیرہ رفاتر حدیث
اوس کے سے مالا مال ہیں وہ آپ کو نہ سوجھیں صرف دو تین حدیثیں جو بظاہر مخالف ہیں نظر پڑگئیں ذرا آنکھ کھولیے اور کان
لگا کے سنیئے صحیح مسلم میں وائل بن حجر سے روایت ہے ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین دخل فی الصلوٰۃ وکبر و صفعما
حیال اذنیہ یعنے تحقیق آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اوٹھایا دونوں ہاتھوں کو جب کہ داخل ہوے نماز میں اور تکبیر کہی
اور رکھا دونوں ہاتھ کو بوقت اوٹھانے کے مقابل دونوں کان کے اور یہی حدیث سنن ابو داؤد اور سنن نسائی اور معجم طبرانی
اور سنن دار قطنی وغیرہ میں بھی موجود ہے اور یہی صحیح مسلم میں مالک بن الحویرث سے روایت ہے ان رسول اللہ کان اذا
کبر رفع یدیہ حتے یحاذی بہما اذنیہ یعنے تھے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب تکبیر تحریمہ کہتے اوٹھاتے تھے دونوں ہاتھوں کو
یہاں تک کہ برابر دونوں کان کے کر دیتے اور یہی صحیح مسلم میں مالک سے روایت ہے انہ رای النبی صلے اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ
حتے یحاذی بہما فروع اذنیہ یعنے اوٹھوں نے دیکھا آن حضرت کو کہ اوٹھائے آپ نے دونوں ہاتھ اپنے یہاں تک کہ مقابل کر دیئے
دونوں ہاتھوں کے اگلوں کے اور مسند امام احمد اور مسند اسحق بن راہویہ اور سنن دار قطنی وغیرہ میں براء بن عازب سے مروی ہے
کان رسول اللہ اذا صلے رفع یدیہ حتے تکون ابہاما ہ خذاذ اذنیہ یعنے تھے آن حضرت کہ جب نماز پڑہتے اوٹھاتے دونوں ہاتھوں کو
یہاں تک کہ ہو جاتے دو انگوٹھے مقابل دونوں کان آپکے اور مستدرک حاکم اور سنن دار قطنی اور سنن بیہقی میں انس سے
روایت ہے رایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبر فحاذی بابہامیہ اذنیہ یعنے دیکھا میں نے آن حضرت کو کہ تکبیر تحریمہ کہی اور
ہاتھ اوٹھایا پس مقابل کیا اپنے دونوں انگوٹھوں کو دونوں کانوں کے اور سنن ابو داؤد اور سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی میں
مالک بن الحویرث سے روایت ہے رایت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا کبر و اذا رکع و اذا رفع راسہ من الرکوع
حتے یلغ بہما فروع اذنیہ یعنے دیکھا میں نے آن حضرت کو کہ اوٹھاتے تھے دونوں ہاتھ کو جب کہ تکبیر تحریمہ کہتے اور جب کوع
کرتے اور جب رکوع سے سر اوٹھاتے یہانتک کہ پہونچاتے اون دونوں کو مقابل کناروں کان کے اور طحاوی نے شرح معانی الآثار
میں براء بن عازب سے روایت کی کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتے تکون ابہاما قریبا
من شحمتی اذنیہ یعنے تھے آن حضرت کو جب تکبیر کہتے تھے شروع نماز میں اوٹھاتے تھے دونوں ہاتھ اپنے یہاں تک کہ ہو جاتے
دونوں انگوٹھے قریب دونوں کان کے کنارے کے اور بن طحاوی نے دارقطنی سے روایت کی رایت النبی صلے اللہ علیہ وسلم

فرائض رفع یدیہ حذاو اذنیہ تھے اور اسی پر ان حضرت کے پاس پس دیکھا آپ کو کہ اوٹھاتے تھے دونوں ہاتھوں کو مقابل رکھتے کانوں کے
ان احادیث سے جو بہ اسانید معتبرہ کتب معتمدہ میں موجود ہیں حنفیہ کا مذہب بخوبی ثابت ہوتا ہے پس جو شخص کہے کہ حنفیہ کا
مذہب اس بحث میں احادیث کے خلاف ہے وہ جھوٹا ہے باقی وہ حدیثیں جنمیں یہ مروی ہے کہ ان حضرت ہاتھوں کو مونڈھوں تک
اوٹھاتے تھے جیسے حدیث ابوحمید ساعدی جو سنن ابوداؤد وغیرہ میں مروی ہے اور حدیث ابن عمر جو صحیحین میں مروی ہے
انکی صحت میں کسیکو گفتگو نہیں ہے لیکن بعض حنفیہ اوسکو حالت عذر پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ طحاوی نے تحقیق تمام لکھا ہے
اور استشہاد سابقہ حدیث وائل کے جو سنن ابوداؤد وغیرہ میں مروی ہے کیا ہے کیونکہ اوسمیں یوں وارد ہے کہ میں ان حضرت
کے پاس حاضر ہوا پس دیکھا آپ کو کہ ہاتھوں اوٹھاتے تھے کانوں تک بعد وسکے دوسرے سال یا میں سرما میں آپ کے پاس
حاضر ہوا اور وہ لوگ یعنے صحابہ بسبب سردی کے چادریں اوڑھے ہوئے تھے اور چادروں کے اندر ہاتھ اپنے مونڈھوں تک
اوٹھاتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ مونڈھوں تک ہاتھ اوٹھانا بسبب عذر سردی کے تھا یہی حاصل ہے اس عبارت طحاوی کا
الرفع الی المنکبین کان لعذر لان وائل قال ثم انتبہ من العام المقبل فعلیہم الاکثر فرفعوا ایدیہم تیما واشار
شریک الی صدرہ فاخبر وائل بن حجر فی حدیثہ ہذا ان رفعہم الی مناکبہم انما کان لان ایدیہم تحت الثیاب واخبرانہم کانوا یرفعون
اذا کانت ایدیہم لیست فی ثیابہم الی صدورہم فاعلمنا روایتہ کلہا فجعلنا الرفع اذا کانت الایدی فی الثیاب بعلۃ البرد
الی منتہی ما یستطاع الرفع الیہ وہو المنکبان واذا کانتا بادیتین یرفعہما الی الاذنین کما فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انتہی
اور بعض حنفیہ لکھتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں میں کچھ مخالفت نہیں ہے کیونکہ جب کوئی شخص کانوں تک ہاتھ اوٹھاوے
اس طرح پر کہ دونوں انگوٹھے کان کے نیچے کے کنارے کے مقابل ہوں کیسقدر ہاتھ کی ہتیلی مونڈھوں کے مقابل رہیگی
پس یہ بھی اوسپر اطلاق ہو سکتا ہے کہ اسنے ہاتھ مونڈھوں تک اوٹھایا کیونکہ ہاتھ تو نام ہے اونگلیوں سے آخر تک نہ صرف
اونگلیوں کا اور تصریح اسکی روایت وائل میں سنن ابوداؤد میں موجود ہے کہ اونھوں نے دیکھا ان حضرت کو کہ اوٹھائے
آپ نے دونوں ہاتھ اس طور پر کہ مقابل مونڈھوں کے ہو گئے اور انگوٹھے کانوں کے مقابل ہو گئے یہی حاصل ہے اس
عبارت فتح القدیر کا ولا معارضۃ فان محاذاۃ اسخمتین بالابہامین یستوعب حکایۃ محاذاۃ الیدین بالمنکبین والاذنین لان
طرف الکف مع الرسغ محاذی المنکب اوقاربہ والکف نفسہ یحاذی الاذن والید یقال علی الکف الی اعلاہا فالذی نص
علی محاذاۃ الابہامین باسخمتین وفق فی التحقیق بین الروایتین فوجب اعتبارہ ثم رایتہا روایۃ ابی داؤد وعن وائل صریحۃ فیہ
قال انہ ابصر النبی صلے اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوۃ فرفع یدیہ حتی کانتا بحیال منکبیہ ومحاذی بابہامیہ اذنیہ انتہی اور
نووی کی شرح صحیح مسلم میں موجود ہے المشہور من مذہبنا ومذہب الجماہیر انہ یرفع یدیہ حذو منکبیہ بحیث یحاذی اطراف اصابعہ فروع
اذنیہ ای اعلاہا واباہامہ شحمتی اذنیہ وراحتاہ منکبیہ وہذا جمع الشافعی بین روایات الحدیث فاحسن الناس منہ انتہی حاصل
اسکا یہ ہے کہ مشہور مذہب شافعیہ اور مذہب جمہور علماء کا یہ ہے کہ اوٹھاوے دونوں ہاتھوں کو اسطرح پر کہ کنارے اونگلیوں کے

مقابل کانوں کے اوپر کے کناروں کے ہوویں اور دونوں انگوٹھے کانوں کے نیچے کنارے کے مقابل ہوویں اور دونوں ہتھیلی
برابر مونڈھوں کے ہوویں اور حنفیہ اسی طریقے کی تعلیق دی ہے امام شافعی نے درمیان روایات حدیث کے یعنے اون
روایتوں میں جنمیں کانوں تک ہے اوٹھانا آیا ہے اور اون روایتوں میں جنمیں مونڈھوں تک ہے اوٹھانا آیا ہے پس اچھا ہوا
اس تقریر شافعی کو علماء نے اور تعریف کی اسکی اور یہی حاصل ہے اس عبارت ملا الہداد جونپوری کا حاشیہ ہدایہ میں مذہبنا
ومذہب الحجا ہیرانہ یرفع یدیہ حذو منکبیہ بحیث یحاذی اطراف ابہامیہ فروع اذنیہ وابہاماہ محاذی اذنیہ وراحتاہ منکبیہ وبطن
جمیع الشافعی مبین الروایات فلا اختلاف بیننا وبینہ فی الحقیقۃ کما یعلم مما یکتب انتہی اور بعض حنفیہ لکھتے ہیں کہ دونوں
حدیثیں یعنے مونڈھوں تک اٹھانے کے اور کانوں تک اٹھانے کی صحیح ہیں اور اختلاف احوال پر محمول ہیں کہ کبھی آنحضرت
نے مونڈھوں تک اوٹھائے اور کبھی کانوں تک پس اس باب میں وسعت ہے اور عمل دونوں پر درست ہے ملا علی قاری سند الانام
شرح مسند ابو حنیفہ میں لکھتے ہیں الاظہر انہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ من غیر تقیید الی ہیئۃ خاصۃ فاحیانا کان یرفع
یدیہ الی حیال منکبیہ واحیانا الی حیال اذنیہ انتہی یعنے اظہر یہ ہے کہ آن حضرتؐ ہاتھ اوٹھانے میں کسی طریقہ خاصہ کے مقید نہ تھے
بلکہ کبھی مونڈھوں تک اوٹھاتے تھے اور کبھی کانوں تک پس جس صحابی نے جو دیکھا اوسکے موافق روایت کر دیا اور عینی شرح
ہدایہ میں لکھتے ہیں قلت لاحاجۃ الی ہذہ التکلفات وقد صح الخبر فیما قلنا وفیما قالہ الشافعی فاختارات نفی حدیث ابی حمید
واختار اثبات حدیثہ دلائل انتہی یعنے نہیں ضرورت ہے ان تکلفات کی یعنے حدیث ابو حمید کو عذر پر محمول کرنے کی جیسا کہ
طحاوی نے لکھا ہے اور تحقیق صحیح وارد ہوئی حدیث موافق ہمارے مذہب کے اور موافق مذہب شافعی کے پس اونہوں نے
اختیار کیا حدیث ابی حمید کو اور ہمنے اختیار کیا حدیث دائل کو اور یہی عینی لکھتے ہیں قال ابو عمر بن عبد البر اختلفت آثار
عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم وعن الصحابۃ ومن بعدہم فی کیفیۃ رفع الیدین فروی انہ کان یرفع فوق الاذنین وروی عنہ
انہ کان یرفع حذو اذنیہ وروی عنہ انہ کان یرفع حذو منکبیہ وروی عنہ انہ کان یرفعہما الی صدرہ وکلہا آثار محفوظۃ مشہورۃ
انتہی یعنے کہا ابن عبد البر مالکی نے کہ مختلف ہوئیں روایتیں آن حضرتؐ سے اور صحابہ اور تابعین سے کیفیت ہاتھ اوٹھانے
میں پس ایک روایت میں ہے کہ کانوں تک اور ایک روایت میں ہے کہ مونڈھوں تک اوٹھاتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ مقابل دونوں کانوں کے
اور ایک روایت میں ہے کہ مقابل مونڈھوں کے اور ایک روایت میں ہے کہ مقابل سینے کے ہاتھ اوٹھاتے تھے اور سب
روایتیں صحیح اور ثابت اور مشہور ہیں انتہی کلام عینی نے لکھا وہذا یدل علی التوسعۃ فی ذلک انتہی یعنے یہ اختلاف دلالت
کرتا ہے اس امر پر کہ اس باب میں وسعت ہے اور اختلاف احوال پر ان روایتوں کا اختلاف محمول ہے خلاصہ کلام یہ ہے
کہ یہ کہنا کہ مذہب حنفیہ کا مخالف حدیث کے ہے اور یہ کہنا کہ حدیث میں صرف مونڈھوں تک ہاتھ اوٹھانا ثابت ہے نہ کانوں تک
محض مغالطہ ہے ہاں البتہ یہ جو بعض حنفیہ لکھتے ہیں کہ رکوع سے ہاتھ اوٹھانے کے وقت انگوٹھوں سے کانوں کو چھوئے جیسا کہ
وقایہ اور فتاوی قاضی خاں اور محیط سرخسی اور ظہیریہ میں مذکور ہے اسکا ثبوت ان روایات حدیث میں نہیں ہے

مگر یہ امر امام اعظم سے اور اونکے تلامذہ سے منقول بھی نہیں ہے جو جہ سے ہدایہ اور اکثر کتب متداولہ مین اس تقیید کا ذکر نہین ہے صرف اسیقدر ہے کہ ہاتھون کو کانون کے مقابل کردے اور یہ امر بخوبی حدیث سے ثابت ہے اور منکر اسکا کاذب ہے

**قولہ** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ ظہر کے اول دو رکعتون مین برابر کی سورتین پڑہے کم زیادہ نہ پڑہے اور یہ مذہب ہے امام اعظم اور اونکے شاگرد ابو یوسف کا سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا اس حدیث کا جو بخاری اور مسلم مین روایت ابو قتادہ سے کہا تھے رسول خدا نماز نہ پڑہاتے ہمکو پس پڑہتے ظہر اور عصر کے پہلے دو رکعتون مین سورہ فاتحہ اور دو سورتین اور دراز کرتے پہلے رکعت کو اور پڑہتے پچھلی دو مین سورہ فاتحہ **اقول** سن لے او کاذب کج فہم ذرا دہیان سے بات ✦ ہر مسلمان ہین کہتے ہین وہ ایمان سے بات ✦ جسکے دہرم ایسا تو دنیا مین نہو گا کوئی ✦ اگر کہ سمجھا کہ یہ سنتا نہین تو کان سے بات ✦ دیکھو صحیح مسلم مین اوسی حدیث ابو قتادہ سے متصل یہ حدیث بروایت ابو سعید خدری موجود ہے قال کنا نحزر قیام رسول اللہ فی الظہر والعصر فحزرنا قیامہ فی الرکعتین الاولیین من الظہر قدر الم تنزیل السجدۃ وحزرنا قیامہ فی الاخریین قدر النصف من ذلک وحزرنا قیامہ فی الرکعتین الاولیین من العصر علی قدر قیامہ فی الاخریین من الظہر وفی الاخریین من العصر علی النصف من ذلک کہا ابو سعید خدری نے تھے ہم کہ تخمین کرتے تھے قیام آنحضرتؐ کے قیام کو نماز ظہر اور عصر مین پس اندازہ کیا ہمنے آپکے قیام کو اول دو رکعت مین نماز ظہر سے بمقدار سورۂ الم تنزیل سجدہ کے اور دو رکعت اخیر مین بقدر اوسکے آدہی کے اور اندازہ کیا ہمنے آپکے قیام کو اول دو رکعت مین عصر کے بقدر قیام آپکے اخیر دو رکعت مین ظہر کے اور اخیر دو رکعت مین عصر کے بقدر اوسکے آدہی کے اور اوسی صحیح مسلم مین بعد اس حدیث کے ابو سعید خدری سے مروی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرء فی صلوۃ الظہر من الرکعتین الاولیین فی کل رکعۃ قدر ثلاثین آیۃ وفی الاخریین قدر خمس عشرۃ آیۃ وفی العصر فی الرکعتین الاولیین فی کل رکعۃ قدر قراءۃ خمس عشرۃ آیۃ وفی الاخریین قدر نصف ذلک تحقیق کہ آن حضرتؐ تھے کہ پڑہتے پہلی دو رکعت مین نماز ظہر کی ہر رکعت مین بمقدار تیس آیت کے اور پچھلی دو رکعتون مین بمقدار پندرہ آیت کے اور عصر کی پہلی دو رکعت مین ہر رکعت مین بقدر پندرہ آیت کے اور پچھلی دو رکعت مین بقدر اوسکے آدہی کے قسم ہے تکو اوسکی جسکے تم پیرو معتقد ہو سچ کہو ان دو حدیثون سے کیا معلوم ہوتا ہے کیا یہ نہین اس سے نکلتا ہے کہ ظہر کے پہلے دو رکعت مین قراءت قرآن برابر ہونا چاہیے ایک مین دوسرے سے بڑہ کے ہونا چاہیے امام اعظم اور ابو یوسف نے اسی حدیث سے استناد کیا ہی پس قول اونکا مخالف حدیث کے کیونکر ہو گیا بلکہ اونکا قول بالکل موافق حدیث کے ہے اور حدیث ابو قتادہ کہ جس سے رکعت اول کا طویل ہونا بہ نسبت دوسری رکعت کے معلوم ہوتا ہے کسیطرح سے مخالف اونکے مذہب کے نہین ہے کیونکہ اس حدیث مین کہین اسکا ذکر نہین ہے کہ پہلی رکعت مین آپ بڑی سورت پڑہتے تھے بلکہ اسیقدر مذکور ہے کہ ظہر کی پہلی رکعت کو دراز کرتے تھے اس سے یہ نہین ثابت ہوتا ہے کہ بڑی سورت پڑہتے تھے بلکہ اگر دوسری رکعت کے برابر سورت آپ پڑہتے ہون

تب بھی دراز ہونا پہلی رکعت کا ہو سکتا ہے کیونکہ اوسمیں بسم اللہ اور اعوذ باللہ اور انی وجہت وغیرہ
اور دعائیں جو دراز ہوتی ہیں پڑھتے تھے اسوجہ سے دو رکعت دوسری رکعت سے بڑھ جاتے تھے نووی شرح صحیح مسلم میں
لکھتے ہیں الحدیث متاول علی انہ طول بدعاء الافتتاح والتعوذ ونحوہ لانی القراءۃ انتہی یعنے یہ حدیث ابو قتادہ کی محمول ہے
اس امر پر کہ آپنے پہلی رکعت طویل کی بسبب پڑھنے دعاء افتتاح اور اعوذ باللہ وغیرہ کے نہ نفس قرارت قرآن میں افسوس
صد افسوس ایسے لوگوں کے حال پر جو اپنے زعم میں ایک دو حدیث کو مخالف مذہب امام اعظم سمجھ کے اعتراض کرنے پر
تیار ہو جاتے ہیں اور جو حدیثیں موافق مذہب امام کے ہیں انسے اغماض کرتے ہیں قولہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں
لکھا ہے کہ قعدی دوسرے میں اسطرح بیٹھے جس طرح کے کہ پہلے قعدہ میں بیٹھتا ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا ابو حمید ساعدی
کی دو حدیثوں کا اقول بلا شبہ حدیث ابو حمید سے جو سنن ابو داؤد وغیرہ میں مروی ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت
پہلے قعدہ میں بائیں پر بیٹھتے اور اپنے پیر کی انگلیاں قبلہ رخ کرکے اوسکے قدم کو کھڑا کرتے اور اخیر قعدہ میں آپ
تورک کرتے یعنے بیٹھتے بائیں کو سے کو زمین پر رکھکر اور دونوں پیر داہنے طرف باہر نکالتے اور داہنا قدم کھڑا کرتے تھے
اور اسی حدیث کے موافق [illegible] اور حدیثیں کا ہے تفصیل اسکی بتحقیق محمد علی موطا امام محمد میں موجود ہے لیکن
امام اعظم کے مقلدین بھی چند حدیثیں پیش کرتے ہیں اور اپنے مذہب کو موافق حدیث سمجھتے ہیں پس یہ کہدینا کہ امام اعظم
نے خلاف کیا حدیث کا اور جو حدیثیں اوسکی بظاہر موافق ہیں اونکو پیش نہ کرنا سراسر تعصب ولف نیت وعداوت پر
دال ہے صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کان یقول کعتین التحیۃ وکان یفرش رجلہ الیسری وینصب رجلہ الیمنی
یعنے تھے آں حضرتؐ کہ پڑھتے تھے ہر قعدہ میں التحیات سلام اور بچھاتے تھے آپ بائیں پیر کو اور کھڑا کرتے تھے داہنے پیر کو
اور سعید بن منصور نے وائل سے روایت کی ہے صلیت خلف رسول اللہ فلما قعد تشہد فرش رجلہ الیسری یعنے نماز پڑھی
میں نے پیچھے رسول اللہ کے پس جبکہ بیٹھے آپ بچھایا بائیں پیر کو اور سنن نسائی میں ابن عمر سے روایت ہے من سنۃ
الصلوٰۃ ان تنصب القدم الیمنی واستقبالہ بأصابعہا القبلۃ والجلوس علی الیسری یعنے سنت نماز میں یہ ہے کہ کھڑا کرے تو
داہنے قدم کو اور اوسکی انگلیوں کو قبلہ رخ کرے اور بائیں پیر پر بیٹھے ان حدیثوں کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ
دونوں قعدے ایک طور پر ہیں قولہ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ نماز میں امام سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ ربنا لک الحمد
نہ کہی سو امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ان دو حدیثوں کا انہ اقول ہر چند کہ احادیث فعلیہ نبویہ سے جو
صحاح ستہ میں مروی ہیں صاف ثابت ہے کہ آن حضرتؐ حالت امامت میں بعد سمع اللہ لمن حمدہ کے ربنا لک الحمد بھی
کہتے تھے لیکن امام پر اعتراض کرنا ستہ مخالفت حدیث کے خالی سفاہت سے نہیں ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ امام نے بھی
اس مسئلہ میں ستہ حدیث صحیح سے استدلال کیا ہے اور بے دلیل اپنی رائے سے حکم نہیں دیا ہے دوسری یہ کہ ایک روایت
امام سے بھی وارد ہے کہ امام بھی سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ربنا لک الحمد کہی اور یہی مذہب مختار صاحبین اور ایک جماعت

حنفیہ کا ہے پس ہر گاہ امام ابی اپنے قول پر حدیث صحیح سے استدلال کرتے ہیں اور پیروی کرنا ان کا واجب ہے نہ مخالفت حدیث کے حکم دیا پر گز نہیں جائز ہے عبارت سعایہ فی کشف مافی شرح الوقایہ کی دیکھیے اور اپنے مہلات سے توبہ کیجیے وتحقیق یہ ای باتسمیع الامام فلایقول ربنا لک الحمد بذا عند ابی حنیفۃ وبہ قال مالک لما فی رسالۃ ابن ابی زید وہو قول اکثر یعنے کفایت کرتی ساتھ سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے امام پس نہ کہی ربنا لک الحمد نزدیک ابو حنیفہ کے اور یہی قول ہے امام مالک کا جیسا کہ رسالہ ابن ابی زید مالکی میں ہے اور یہی قول ہے امام احمد کا وکذا عن ابن المنذر عن ابن مسعود وابی ہریرۃ وانسی وقال وہو اقول اور نقل کیا ہے اسی مذہب کو ابن المنذر نے عبداللہ بن مسعود اور ابو ہریرہ سے اور کہا ابن المنذر نے کہ یہی میرا بھی قول ہے واستدلوا علی ذلک بقولہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دلیل لائے ہیں لوگ اس مذہب پر ساتھ اس حدیث کے رفع کے اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد جب کہی امام سمع اللہ لمن حمدہ پس کہو اے مقتدیو تم ربنا لک الحمد رواہ الائمۃ الستۃ من حدیث انس روایت کیا اس حدیث کو بخاری اور مسلم اور ابوداود اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے بروایت انس کے والخمسۃ ایضا سوی ابن ماجۃ من حدیث ابی ہریرۃ اور پانچ نے سوائے ابن ماجہ کے بروایت ابو ہریرہ کے بھی ومسلم والنسائی وابن ماجۃ واحمد من حدیث ابی موسے الاشعری اور مسلم اور نسائی اور ابن ماجہ اور احمد نے بروایت ابو موسی الاشعری کے والحاکم فی مستدرکہ من حدیث ابی سعید الخدری وقال حدیث صحیح اور حاکم نے مستدرک میں بروایت ابو سعید خدری کے اور کہا حاکم نے کہ یہ حدیث صحیح ہے وجہ الاستدلال ان بذہ القسمۃ والقسمۃ تنافی الشرکۃ تقریر استدلال کے ساتھ اس حدیث کی یہ ہے کہ اس حدیث سے قسمت معلوم ہوتی ہے اور قسمت منافی شرکت ہے یعنے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو سمع اللہ کہنا چاہیے اور مقتدی کو ربنا لک الحمد کہنا چاہیے کیونکہ ہر ایک کا ذکر علیحدہ آپ نے ذکر فرمایا اور فرمایا کہ جب امام سمع اللہ کہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہے اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ امام ربنا لک الحمد نہ کہے اور مقتدی سمع اللہ نہ کہے جیسے اگر کوئی شخص کہے کہ جب ہم قرآن پڑھیں تو تم درود پڑھنا اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہر ایک ذکر ہر ایک کے ساتھ خاص ہے ایک کو دوسرے کے ذکر میں شرکت نہیں بعد اسکے سعایہ میں مرقوم ہے قد وجدت مشروعیۃ التحمید بدلیل آخر یعنے پالی گئی مشروعیت ربنا لک الحمد کی امام کے واسطے دوسری دلیل میں وہو ما رواہ البخاری ومسلم من حدیث ابی ہریرۃ اور وہ دلیل وہ حدیث کہ روایت کیا بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ سے والبخاری من حدیث ابن عمر اور بخاری نے ابن عمر سے ومسلم من حدیث عبدہ بن ابی اوفی ومن حدیث علی ابن ابی طالب اور مسلم نے عبداللہ بن اوفی اور علی مرتضے سے انہم قالوا فی وصف صلوۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تحقیق ان سب صحابہ نے ذکر کیا آن حضرت کی نماز کے بیان کیفیت میں انہ کان حین یرفع راسہ من الرکوع یقول سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہ آن حضرت جب سر اوٹھاتے تھے رکوع سے فرماتے تھے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد فہذا صریح فی مشروعیۃ التحمید للامام پس یہ حدیث صریح ہے مشروع ہونے تحمید میں واسطے امام کے وبہ قال الثوری والاوزاعی واحمد فی روایۃ عنہ

عبد سات اسکے کہا سفیان توری اور اوزاعی نے اور امام احمد نے ایک روایت مین وہو روایۃ عن ابی حنیفۃ کما فی المحیط اور یہی ایک روایت ہے امام ابو حنیفہ سے جیسا کہ محیط مین مذکور ہے وہاو قول ابی یوسف ومحمد وہو ہی قول امام ابو یوسف اور امام محمد کا واصبہ مال الفضلی والطحاوی وجماعۃ من المتاخرین کما فی الظہیریۃ اور طرف اسی قول کے میل کیا فضلی اور طحاوی نے اور ایک جماعت متاخرین حنفیہ نے جیسا کہ فتاوی ظہیریہ مین ہے واختارہ فی الحاوی القدسی اور اسکو پسند کیا ہے حاوی قدسی مین ومشی علیہ الشرنبلالی فی نور الایضاح اور اختیار کیا اسکو حسن شرنبلالی نے نور الایضاح مین وصاحب المنیۃ اور صاحب منیۃ المصلی نے وفی المحیط اور محیط مین ہے قال شمس الائمۃ الحلوانی کما حلوانی نے کان شیخنا القاضی الامام یحکی عن استاذہ انہ کان یمیل الی قولہما تھے شیخ ہمارے قاضی امام کہ نقل کرتے تھے اپنے استاذ سے کہ وہ مائل تھے طرف قول صاحبین کے وکان یجمع بین الذکرین حسین یکون اماما اور تھے وہ جمع کرتا تھا درمیان دونون ذکر کے جب امام ہوتے تھے یعنے سمع اللہ اور ربنا لک الحمد دونون کہتے تھے والطحاوی ایضا کان یختارہ وہو قول اہل المدینۃ انتہی اور طحاوی بھی اسی قول کو پسند کرتے تھے اور یہی قول ہے اہل مدینہ کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسی مسئلہ مین امام سے ایک روایت موافق احادیث فعلیہ کے موجود ہے کہ امام بعد سمع اللہ کے ربنا لک الحمد کہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے مگر امام کا مذہب مشہور ہی اعتراضات جہلا دسے محفوظ ہے

**قولہ** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ جو مچھلی خود بخود مرجاوے اور اوپر ہی ہوجاوے کھانا اوسکو مکروہ ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی مین روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول خدا نے بیچ حق دریا کہ پاک کرنے والا ہے پانی اوسکا اور حلال ہے مردہ اوسکا **اقول** آپ کو یہ حدیث نہ سوجھی جو سنن ابو داؤد اور سنن ابن ماجہ مین جابر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا نے ما القی البحر او جزر عنہ فکلوا وما مات فیہ وطفی فلا تاکلوا اور یہ حدیث بھی نہ دکھائی دی جو جامع ترمذی مین جابر سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ نے ما اصطدتموہ وہو حی فکلوہ وما وجدتموہ میتا طافیا فلا تاکلوہ اور یہ بھی روایت نظر نہ پڑی جو طحاوی نے جابر سے روایت کی فرمایا رسول اللہ نے ما جزر عنہ البحر فکل وما القی فکل وما وجدتہ طافیا فوق الماء فلا تاکل ان سب روایتون کا حاصل یہ ہے کہ جس مچھلی کو دریا باہر پھینک دے یا پانی دریا کا ہٹ جاوے اور اس وجہ سے مچھلی مرجاوے تو وہ حلال ہے اور جو طافی ہو یعنے خود بخود مرجاوے اور دریا پر تیرنے لگے اور اولٹ جاوے اوسکا کھانا منع ہے اور مراد دریا کے مردہ سے اوس حدیث مین جسکو آپ مخالف مذہب امام اعظم سمجھے ہین وہی مچھلی ہے جو بوجہ پھینکنے یا ہٹ جانے پانی کے مرجاوے نہ وہ کہ خود بخود مرجاوے ہمکو بڑا تعجب ہے کہ حضرات غیر مقلدین ائمہ کے مقلدین سے تو ہر مسئلہ مین حدیث صحیح صریح مانگا کرتے ہین اور خود اعتراض جانے کی غرض سے حدیث غیر صحیح بھی پیش کردیا کرتے ہین اس باب مین کوئی حدیث مرفوع صحیح صریح ایسی نہین ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہو کہ

طوافی یعنے وہ مچھلی جو خود بخود دریا میں مرجائے اور اوپر ہو کے تیرنے لگے حلال ہے بلکہ ایسا ہے البتہ اس قسم کی حدیثیں موجود ہیں مصنفین ان حضرت نے فرمایا ہے کہ آیۃ بحر یعنے مردہ دریا کا حلال ہے مگر اوس سے مراد وہی ہے جو ہمنے بیان کی اور نصاب میں قدیمین صاف صاف موجود ہیں اور راویین سے بعضون کی سند اگرچہ ضعیف ہے مگر اوسمین ایسا ضعف نہین ہے کہ قابل استناد نرہے تفصیل اسکی عینی کی شرح ہدایہ اور شرح معانی الآثار وغیرہ مین موجود ہے قولہ شرح وقایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ گھن کی نماز مین قرأت آہستہ پڑہنی چاہیے اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا بخاری اور مسلم کی حدیث کا اقول موافق مذہب امام اعظم کے حدیثین مطالعہ کیجیے اور اپنی سمت دہیرمی سے باز آیئے مسند احمد اور مسند ابو یعلی اور کتاب المعرفۃ بیہقی مین ابن عباس سے روایت ہے کنت الی جنب النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی صلوۃ الکسوف فما سمعت منہ حرفا من القرآن یعنے تمامین نماز سورج گھن مین آنحضرت کے پہلو مین یعنے قریب آپ کے تھا پس نہین سنا مین نے ایک حرف بھی قرآن کا آپ سے اور معجم طبرانی مین ابن عباس سے روایت ہے صلیت الی جنب النبی صلے اللہ علیہ وسلم یوم کسفت الشمس فلم اسمع لہ قراۃ یعنے نماز پڑہی مین نے پہلو بہ پہلو آن حضرت کے جس روز کہ گھن ہوا آفتاب مین پس نہین سنا مین نے آپ کا قرآن پڑھنا اور مسند احمد اور سنن ابوداود اور سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی اور جامع ترمذی اور سنن ابن حبان اور مستدرک حاکم مین سمرہ بن جندب سے روایت ہے قلنا یا رسول اللہ فی کسوف لا نسمع لہ صوتا یعنے نماز پڑہی آن حضرت نے ہمارے ساتھ سورج گھن مین نہین سنتے تھے ہم آواز آپ کے قرأت کی اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ترمذی نے کہا ہے حدیث سمرہ حدیث حسن صحیح یعنے یہ حدیث سمرہ کی حسن اور صحیح ہے اور صحیح مسلم مین ابن عباس سے روایت ہے انکسفت الشمس علی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان ناسا یزعمون ان الشمس انما کسفت لموت ابراہیم ولیس کذلک ولکنہ آیۃ من آیات اللہ فاذا رأیتموہا فقوموا فصلوا یعنے گھن ہوا آفتاب جس روز کہ مرا ابراہیم فرزند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پس فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ گمان کرتے ہین کہ گھن ہوا آفتاب مرنے ابراہیم کے حالانکہ ایسا نہین ہے لیکن ہے آفتاب نشانی اللہ کی پس جب دیکھو تم اسکو پس کھڑے ہو نماز پڑہو اور صحیحین مین ہے صلی بنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقام قیاما طویلا نحوا من قراءۃ سورۃ البقرۃ یعنے نماز پڑہی ہمارے ساتھ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پس کھڑے ہوئے آپ اور صحابہ آپ کے ساتھ قدر پس قیام کیا آپ نے قدر یک بقدر سورۂ بقرہ کے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آن حضرت نے جہر نہین فرمایا ورنہ صحابہ بیان کردیتے کہ فلان سورۃ آپ نے پڑہی اور لفظ تخمین کے بیان نکرتے یہی حاصل ہے اس عبارت نووی کا شرح صحیح مسلم مین ان الصحابۃ خبروا القراءۃ لقدر البقرۃ وغیرہا لو کان جہرا علم قدرہا جاہر انتہی باقی رہی حدیث عائشہ کی جو صحیحین مین مروی ہے اور اوسمین یہ وارد ہے کہ آپ نے جہر فرمایا اوس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے اثنائے بعض آیات کے ساتھ جہر کیا ہوگا جیسا کہ آپ کی عادت نماز سری مین ثابت ہے کہ کبھی کبھی دو ایک آیت کے ساتھ آپ جہر کرتے تھے تاکہ صحابہ مقتدین کو معلوم ہوجاوے کہ آپ فلانی سورت پڑہ رہے ہین اور حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر مین لکھا ہے رجح الشافعی روایۃ سمرۃ یعنے ترجیح دی امام شافعی نے روایت سمرۃ کو جسمین آہستہ پڑہنا مذکور ہے روایت عائشہ پر جسمین جہر مروی ہے باینہا موافقۃ لروایۃ ابن عباس المتقدمۃ والروایۃ ایضا التی فیہا نفرۃ نجو من سورۃ البقرۃ روایت عائشہ حضرت قراءۃ آنحضرت سورۃ البقرۃ لانہا موافق ہے روایت ابن عباس کے بایں طور کہ اوسکو بھی قدر سورۃ بقرہ کے سنا ہوگا اور دونون روایت ابن عباس

ایک یہ حسین مروی ہے کہ میں نے آپ کی آواز نہیں سنی دوسری وہ حسین اور نون نے کہا کہ آپ نے بقدر سورہ بقرہ کے پڑھا اور یہی موافق ہے روایت عائشہ کی حسین وہ کہتے ہیں کہ میں نے اندازہ کیا ان حضرت کی قرأت کا پس سمجھی میں کہ آپ نے سورہ بقرہ پڑھی پس اگر عائشہ آپ کی قرأت سنتیں اندازہ کرنے کی تقریر نہ کرتیں بلکہ صاف بیان کر دیتیں کہ آپ نے فلاں سورت تلاوت کی قولہ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ جو شخص رات کو فرض روزے کی نیت نہ کرے تو دن کو زوال کے وقت تک اوسکو نیت کرنی جائز ہے سو امام اعظم نے اس مسئلے میں خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ مسند احمد و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ میں روایت ہے حفصہ سے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا جس نے نہ ٹھہرایا روزہ پہلے فجر کے پس نہیں ہے واسطے اوسکے روزہ اقول ہمکو بڑا تعجب ہے کہ جب کوئی حدیث صحیحین کی بظاہر خلاف امام اعظم کے معلوم ہوتی ہے تو غیر مقلدین بڑے جوش و خروش سے امام پر اعتراض کرنے کو طیار ہو جاتے ہیں اور اگر صحیحین کی حدیث موافق اوسکے ہوئی تو زور کا دیتے ہیں عوام کے واسطے اور سر سے انحناض کر کے اور حدیث کی کتابوں سے مدد مانگتے ہیں واہ رے جہالت اور لاف نیت اور اوسپر دعوی فقاہت سے ہمکو اب تو تمہارا تھوں پھرا مزاج دیکھا اوسپر عونت کرتے ہو یہ عونت کی گفتگو ۴ دیکھو صحیحین یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم اور سنن نسائی اور موطا امام مالک میں یہ حدیث موجود ہے ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعث رجلا ینادی فی الناس یوم عاشورا ان من اکل فلیصم او من لم یاکل فلا یاکل یعنے آپ نے ایک شخص کو بھیجا دسویں تاریخ محرم کو کہ پکار دے لوگوں میں اور یہ امر سب کیلئے ہے جسنے کھانا آج کھالیا ہے وہ باقی دن امساک کرے اور کچھ نہ کھاوے اور جسنے نہیں کھایا ہے وہ روزہ رکھ لے اس سے معلوم ہوا کہ روزہ عاشورا کی نیت دن کو کافی ہو گئی حالانکہ روزہ عاشورا کا قبل فرض ہونے روزہ رمضان کے فرض تھا جیسا کہ حدیث عائشہ جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے ثابت ہے ان النبی امر بصوم عاشورا قبل ان یفرض رمضان فلما فرض رمضان قال من شاء صام عاشورا و من شاء افطر یعنے آن حضرت نے حکم کیا روزہ عاشورا کا قبل فرض ہونے رمضان کے پس جب فرض ہوا روزہ رمضان کا فرمایا آپ نے جو چاہے روزہ رکھے عاشورا کا اور جو چاہے نہ رکھے اور طحاوی نے شرح معانی الآثار میں جابر بن سمرہ سے روایت کی کان رسول اللہ یامرنا بصوم یوم عاشورا ویحثنا علیہ ویتعاہدنا علیہ فلما فرض رمضان لم یامرنا ولم ینہنا ولم نفعلہ اور بھی قیس بن سعد سے روایت کی امرنا بصوم عاشورا قبل ان یفترض رمضان فلما افترض رمضان لم نؤمر ولم ننہ عنہ وکنا نفعلہ ان سب روایات سے اور ایسی اور روایات سے جو فاتر حدیث میں بطرق کثیرہ مروی ہیں ثابت ہے کہ روزہ عاشورا کا قبل فرضیت روزہ رمضان کے فرض تھا اور ہر چند کہ ائمہ ثلاثہ وغیرہ کا خلاف ہے مگر قوی اس بحث میں مذہب حنفیہ کا ہے جیسا کہ مطالعہ تعلیق ممجد وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے پھر جبکہ روزہ عاشورا کی فرضیت ثابت ہوئی اور یہ [illegible] کی آنحضرت نے کافی سمجھا ثابت ہو گیا کہ روزہ فرض کے دن کو بھی نیت صحیح ہی بانی رہی حدیث [illegible] من لم یجمع من اللیل فلا صیام لہ یعنے جسنے رات سے قصد روزے کا نہیں کیا اوسکا روزہ نہیں ہے امام اعظم اسکے مقلدین اسپر بھی عمل کرتے ہیں بدو طریقہ ایک یہ کہ

پس اس حدیث کے معنی یہ ہین کہ جسنے رات سے نیت نہین کی اوسکا روزہ کامل نہوگا پس اس حدیث مین نفی کمال ہے نہ نفی ذات
دوسرے یہ کہ یہ حدیث محمول ہے اوپر قضا رمضان اور روزۂ نذر وغیرہ جنمین رات سے نیت کرنا فرض ہے پس معلوم ہوا
کہ امام اعظم نے اس مقام مین کسی حدیث کو نہین چھوڑا سب پر عمل کیا اور اون لوگون نے جو روزہ فرض کی نیت کو رات سے
فرض کہتے ہین حدیث صحیحین کو چھوڑ دیا قولہ ہدایہ وغیرہ مین لکھا ہے کہ زمین سے خواہ تھوڑی چیز نکلے خواہ بہت بدون
اوسمین دسوان حصہ ہے اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا اس حدیث کا جو بخاری
اور مسلم مین روایت ہے ابوسعید خدری سے کہ فرمایا رسول اللہ نے نہین ہے بیچ کم پانچ وسق کے کھجورون مین زکوۃ
اور نہین ہے پانچ اوقیہ سے کم مین چاندی سے زکوۃ اور نہ پانچ ذود کے کم مین ہوئی اور پانچ اوقیہ کے دو سو درہم ہوتے ہین
یک من علم ارادہ من عقل باید نفس حدیث کا ترجمہ کر دینا اور زبان سے یہ کہدینا کہ امام نے اس حدیث کے خلاف کیا بہت
آسان ہے مگر سب احادیث اور آیات قرآنیہ کو سمجھنا اور اونمین جو تعارض واقع ہوا اوسکو رفع کرنا اور ایک کو دوسرے پر
ترجیح دینا بڑی مشکل ہے جو دون فہم ثاقب و عقل صائب کے یہ امر نہین ہو سکتا ہے ہے نہین ہم کہتے کہ ہمکو آسان ہے
راہ طریقت کا ✦ ابھی تو منزل مقصد بہت ہی دور دم لے لو ابھی تو اس سے کچھ نہین ہمکو تو مذہب اس باب مین
کہنا ہے کیونکہ اس امر کی تحقیق کے واسطے ایک دفتر چاہیے صرف اسقدر بیان کر دینا کافی ہے کہ امام اعظم کا مذہب
اس باب مین موافق ظاہر آیت قرآنیہ کے ہے یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض
یعنے اے ایمان والو خرچ کرو تم اسمین سے پاکیزہ چیزون مین سے جو کمائے تم نے اور جو نکالے ہم تمہارے لئے زمین سے
اور اوسمین سے بری چیز نہ خرچ کرو اوسمین سے جسکو تم بطور تجارت کے
حاصل کیا ہے اور اوس چیز مین سے جو نکالے ہم تمہارے لئے زمین سے اور اوسمین سے معلوم ہوا کہ ہر چیز از قسم غلہ
اور پھل میوہ دبات وغیرہ زمین سے نکلے اوسمین سے صدقہ دینا واجب ہے اس آیت مین کسی چیز کی تخصیص نہین ہے
کہ جس مین پانچ وسق ہو یا جس مین نہو سب صدقہ واجب ہے اور نہ نہین واجب ہے اور اس مذہب امام کا موافق ہے بہت سی
احادیث صحیحین وغیرہ کی عبارت تعلیق ممجد حاشیہ موطا امام محمد کا مطلب تجنیس اور اشباہ فتاوی قرامانی سے بایں ہمہ رفع اختلاف
فی نصاب الحبوب والثمار یعنے خلاف واقع ہوا غدا ور پھلون کے نصاب مین کہ آیا اسکا بھی کچھ نصاب مقرر ہے کہ اوس سے کم مین
زکوۃ انکی کہ دسوان حصہ مقرر ہے دینا نہین واجب ہے یا نصاب نہین بلکہ ہر مقدار مین کم ہو یا زائد دسوان حصہ دینا
واجب ہے فعند ابی حنیفہ رحمہ اللہ رابی یوسف ومحمد والجمہور نصابہا خمسۃ اوسق فلا شئ فیما دونہا پس نزدیک امام شافعی اور امام
ابو یوسف اور محمد اور اکثر علماء کے نصاب انکا پانچ وسق ہے پس نہین واجب ہے دسوان حصہ اس سے کم مین اور دلیل
اس حدیث ابی سعید و جابر و ابن عمر و عمرو بن حزم وغیرہم سبب وارد ہونے اس مضمون کے کہ پانچ وسق سے کم مین زکوۃ
نہین ہے بروایت ابوسعید خدری اور جابر اور عبد اللہ بن عمر اور عمرو بن حزم وغیرہ کے کما اخرجہ الطحاوی و البخاری
و مسلم واحمد وغیرہم جیسا کہ روایت کیا ان احادیث کو بخاری اور مسلم اور طحاوی اور امام احمد وغیرہ نے وقد نظمہم فی ذلک جماعۃ

من التابعین اور مخالفت کی ان لوگوں کی ایک جماعت تابعین نے فقالوا فیما اخرجت الارض العشر او نصف العشر من غیر تفصیل بین ان یکون قد رفتہ او سقی او اقل او اکثر پس کہا ان لوگوں نے کہ جس چیز میں سے کہ زمین سے نکلی واجب ہے دسوان حصہ یا بیسوان حصہ بدون تفصیل کے درمیان اسکے کہ ہووے بقدر پانچ وسق کے یا کم ہو یا زائد ہو منہم ابو حنیفۃ منجملہ اون تابعین کے امام ابو حنیفہ ہیں کہ انکے نزدیک ہر قلیل و کثیر میں غلہ وغیرہ کے صدقہ واجب ہے ومنہم عمر بن عبد العزیز فانہ قال فیما انبتت الارض من قلیل او کثیر العشر اور منجملہ اونکے عمر بن عبد العزیز ہیں کہ اونہوں نے کہا جو چیز زمین سے پیدا ہووے کم ہو یا بہت اوسمیں دسوان حصہ دینا ضرور ہے اخرجہ عبد الرزاق وابن ابی شیبۃ روایت کیا اسکو عمر بن عبد العزیز سے عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے واخرج ابن ابی شیبۃ عن مجاہد و ابراہیم النخعی نحوہ اور روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ نے مجاہد اور ابراہیم نخعی سے مثل اسکے واستدلوا لہم بما اخرجہ البخاری عن ابن عمر مرفوعا اور دلیل ذکر کی لوگوں نے ان تابعین کے قول کی کہ ہر قلیل و کثیر میں عشر واجب ہے وہ حدیث جو صحیح بخاری میں ابن عمر سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وفیما سقی بالنضح نصف العشر واخرجہ ابو داؤد اور روایت ابو داؤد میں یہ لفظ ہے فیما سقت السماء والانہار والعیون او کان بعلا العشر وفی ما سقی بالسوانی او النضح نصف العشر وفی صحیح مسلم عن جابر مرفوعا اور صحیح مسلم میں جابر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فیما سقتہ الانہار والغیم العشر وفیما سقی بالناضحۃ نصف العشر وفی سنن ابن ماجۃ عن معاذ اور سنن ابن ماجہ میں معاذ بن جبل سے روایت ہے لیقضی رسول اللہ الی الیمن فامرنی ان آخذ مما سقت السماء وما سقی بعلا العشر وما سقی بالدوالی نصف العشر حاصل ان سب روایتوں کا یہ ہے کہ جس زمین میں غلہ وغیرہ نکلے آسمان یا چشموں کے پانی سے یا وہ زمین خود تر ہو کہ بدون محنت کے اوسمیں کھیتی ہو سکے ایسی زمین کی چیزوں میں دسوان حصہ واجب ہے اور جو زمین سینچی گئی ہو ڈول وغیرہ سے اور پانی اوسمیں پہونچایا گیا ہو مشقت سے ایسی زمین کے غلہ وغیرہ میں بیسوان حصہ واجب ہے پس چونکہ یہ حدیثیں عام ہیں ہر کم و زیادہ کو شامل ہیں اسیوجہ سے ایک طائفہ تابعین نے حکم دیا کہ زمین سے جو کچھ نکلے اوسمیں دسوان خواہ بیسوان حصہ دینا فرض ہے واورد بان ہذہ الاخبار مبہمۃ والادلۃ مفسرۃ فیجب حمل المبہم علی المفسر اور اعتراض کیا اس دلیل پر باین طور کہ یہ حدیثیں مبہم ہیں اور پہلی حدیثیں مفسر ہیں کہ اونمیں بیان ہے کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ واجب نہیں ہے پس ضرور ہے کہ یہ حدیثیں اون حدیثوں پر محمول کر لیجاویں اور قید پانچ وسق کی لگا دیجاوے واجیب عنہ بانہ اور جواب دیا گیا اس اعتراض سے باینطور کہ احادیث صدقہ عام ہیں واحادیث فرض خاص فان علم المتقدم العام علی الخاص فہو بالخاص وان لم تعلم المتقدم الخاص فان العام ناسخ لہ فی ما تناولاہ وان لم یعلم التاریخ یجعل العام متاخرا لما فیہ من الاحتیاط وہذا الاخبار الاول خاصۃ والثانیۃ عامۃ ولم یعلم التاریخ فتجعل الثانیۃ ناسخۃ وبعض ہذا ذکرہ السغناقی والزیلعی وغیرہما حاصل اس جواب کا جو سغناقی نے شرح ہدایہ میں اور زیلعی وغیرہ نے ذکر کیا ہے یہ ہے کہ جب دو حدیثیں متعارض

وہ متخالف ہون اور ایک اون مین سے عام ہو دوسری خاص ہیں اگر یہ معلوم ہو کہ حدیث عام قبل ہی حدیث خاص کے
اور خاص بعد اوسکے ہے تو اوس عام کی تخصیص اوس خاص سے کریجاویگی اور اگر یہ معلوم ہو کہ حدیث خاص متقدم ہے
تو حدیث عام اوسکے ناسخ بنا دیجاویگی بقدر ان افراد کے جسکو دونون حدیثین شامل ہین اور اگر نہ معلوم ہو تاریخ اور
نہ معلوم ہو کہ کون حدیث پہلے ہے اور کون بعد پس اسوقت حدیث عام بنظر احتیاط مخصوص سمجھی جاویگی اور وہی
معمول بہ ہوگی تفصیل اس قاعدہ کی کتب اصول فقہ مین شرح وبسط مذکور ہے ہر گاہ یہ امر مسلم ہوا پس اب سمجھیے
کہ حدیث ابو سعید خدری وغیرہ کی خاص ہے کیونکہ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ وسق سے کم مین صدقہ واجب
نہین زائد مین واجب ہے اور حدیث ابن عمر وغیرہ کی عام ہے کہ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز دین سے
یکلا کم ہو یا زائد اوسمین صدقہ واجب ہے دسوان حصہ خواہ بسیوان حصہ اور یہ نہین معلوم ہے کہ ان دونون
حدیثون مین کون پہلے کی ہے اور کون بعد کی پس اسوجہ سے احتیاطاً حدیث عام پر عمل کیا گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ
ہر چیز مین صدقہ واجب ہے خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے بھی اس بحث مین قریب قریب یہ عمل کیا آپ کی
ملزم بے سمجھے بوجھے حکم نہین دیا تنبیہ ائمہ کے اختلاف کو بہت سے اسباب ہین جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی کی رسالہ انصاف
فی بیان اسباب الاختلاف مین اور ملا حمات سندی نے رسالہ الیقاظ فی بیان سبب الاختلاف مین تفصیل تمام بیان کیا
منجملہ اسباب کے ایک یہ بھی سبب ہے کہ کسی مسئلہ مین ایک امام کو ایک حدیث پہونچی اوسنے اوسکے موافق حکم دے دیا
اور دوسرے امام کو اوسکے مخالف حدیث پہونچی اوسنے اوسکے موافق حکم دے دیا یا یہ کہ ایک امام کو ایک ہی حدیث پہونچی
اوسنے اوسکے موافق حکم دیا اور ایک کو دو حدیثین متعارض ملین اوسنے دفع تعارض کیا اور ایک کو قوت وغیرہ کے کسی وجہ سے
ترجیح دیکے حکم دیا پس ایسے مقامات مین ائمہ پر اعتراض کرنا کہ اوسنے اس حدیث کے خلاف کیا یا اوسنے اوس حدیث
کو خلاف کیا ہرگز نہین درست ہے اور اہل علم کے نزدیک جو کیفیت اختلاف سے واقف ہین ایسا اعتراض بالکل
مہمل ہے تفصیل اس اجمال کی انشاء اللہ آیندہ مقام مناسب پر کیجاویگی فائدہ ایک مسئلہ مردود ائمہ حنفیہ اور محدثین
کے نزدیک بلکہ جمہور علماء امت محمدیہ کے نزدیک مؤلف مظفر بھین کا جسکو اونہون نے اپنی کتاب بدایع بسین مین
بیان کیا ہے اور اس باب مین اونہون نے تقلید نواب بھوپال کی کی ہے یہ ہے کہ مال تجارت مین زکوۃ نہین واجب ہے
یہ مسئلہ مخالف قرآن کے بھی ہے اور مخالف حدیث کے بھی ہے اور مخالف اقوال صحابہ کے بھی ہے اور مخالف جمہور علماء
امت محمدیہ کے بھی ہے نواب بھوپال کے رسالہ اس باب مین ایراز الغی مین کہ جو اونکی اغلاط و مسامحات کی جامع ہے
[illegible] اچھی طرح سے موجود ہے افسوس صد افسوس کہ ان حضرات کو نہ مخالفت قرآن اور حدیث اور جمہور محدثین وغیرہم کی کچھ باک نہین ہے اور باایں ہمہ ائمہ مجتہدین پر کہ جنہون نے تمام عمر اتباع قرآن وحدیث مین صرف کردی ہے اعتراض
کرنے مین ہر چند کہ یہ مقام قابل اسکے نہین ہے کہ اس مسئلہ کی اچھی طرح سے تفصیل بیان کیجاوے مگر چونکہ سابقاً

ذکر اوس آیت کا آگیا جس سے زکات تجارت کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے اسوجہ سے کیقدر اسکی تفصیل کی گئی
قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری مین تفسیر مین اس آیت کے یہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم تحریر
کرتے ہین یہ آیۃ سند الاجماع و حجۃ جمہور علے داؤد حیث قال لا یجب الزکاۃ الا فی الانعام والنقود یعنے یہ آیت
سند ہے اجماع و اتفاق کے اسپر کہ مال تجارت مین زکات واجب ہے اور دلیل ہے جمہور علماء امت محمدیہ کی واسطے داؤد
ظاہری کے کہ اوسکے نزدیک بجز جانوران اور مال نقد کے کسی اور چیز مین زکات واجب نہین ہے وعند الجمہور
یجب فی العروض والعقار ایضا اذا کان للتجارۃ اور نزدیک جمہور کے واجب ہے زکات اسباب اور زمین وغیرہ
مین بھی جب کہ بقصد تجارت ہو وعن ابن عمر لیس فی العروض زکاۃ الا ما کان للتجارۃ رواہ الدارقطنی اور روایت
ہے ابن عمر سے کہ اونہون نے کہا نہین واجب ہے اسباب مین زکات مگر جب کہ بقصد تجارت ہو روایت کیا اسکو
دارقطنی نے وعن سمرۃ بن جندب اور روایت ہے سمرہ بن جندب سے کان یامرنا رسول اللہ ان نخرج الزکوۃ مما نعد
للبیع تہا آن حضرت کہ حکم فرماتے تھے ہمپر کہ دین ہم زکوۃ اوس مال سے جو واسطے تجارت کے ہو رواہ ابوداؤد والدارقطنی
والبزار روایت کیا اسکو ابوداؤد اور دارقطنی اور بزار نے ورمایل علے وجوب الزکاۃ فی العروض ماروی عن حماس
اور ایک دلیل واجب ہونے زکات کی اسباب تجارت مین یہ ہے جو حماس سے روایت ہے قال مرت علے عمر بن عبد العزیز
وعلی عنقی ادیمۃ آدم فعلمہا علی عنقی کہا اونہون نے کہ گذرا مین سامنے عمر بن عبد العزیز کے اور گردن پر اپنے مین چمڑے
اوتہا ئے ہوے تہا فقال یا حماس الا تودی زکوتک پس کہا عمر بن عبد العزیز نے اے حماس کیا اسکی زکات نہ دوگے
فعلمہا رکعد وقوم اسکو فوقہا مین یہ پس اوتار کے رکہدیا اوسکو حماس نے فحسبہا فوجدہا قد وجبت فیہ الزکوۃ فاخذ منہا
الزکوۃ پس حساب کیا عمر نے اوسکی قیمت کو پس پایا اوسکو اوسقدر کہ زکوۃ اوسمین واجب ہوتی ہے پس لے لیا عمر بن
عبد العزیز نے اوس مال سے زکاۃ رواہ الشافعی واحمد وابن ابی شیبۃ وعبد الرزاق وسعید بن منصور والدارقطنی
روایت کیا اس حدیث کو امام شافعی اور امام احمد اور ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق اور سعید بن منصور اور دارقطنی نے
اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مال تجارت مین زکات واجب ہونا عمر بن عبد العزیز سے ثابت ہے اور صحابہ اور تابعین سے بھی
منقول ہے اور اسی پر اجماع سلف ہے اور بجز داؤد ظاہری اور اونکے مقلدین کے کسی نے اوسمین خلاف نہین کیا ہے
اور یہ ظاہر ہے کہ زکات کا کسی امر مین واجب ہونا ایسا امر نہین ہے کہ کوئی صحابی یا تابعی اپنی عقل و رائے سے
اوسمین دخل و مقدار کر سکے پس فتوے دینا صحابہ کا اور اتفاق کرنا سلف صالح کا اس باب مین صاف
دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ یہ امر شرعیہ ہے بلا تردد ثابت ہے اور اگر اسپر کفایت نہو تو اور عبارات محدثین
ملاحظہ کیجیے اور اپنے حکم سابق سے توبہ کیجیے عبارت صحیح بخاری کو دیکھیے جس سے صاف مال تجارت مین زکات کا
واجب ہونا ثابت ہوتا ہے ہر باب صدقۃ الکسب والتجارۃ لقول اللہ تعالے یعنے یہ باب ہے صدقہ مال تجارت کا

اور دلیل اسکی کہ مال تجارت مین زکاۃ واجب ہے یہ آیت ہے یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم الآیۃ
شیخ محمد بطلانی وعینی وغیرہ مین ہے لم یذکر فیہا حدیثا اکتفاء بالآیۃ انتہی یعنے نہین ذکر کی بخاری نے اس باب مین کوئی حدیث
واسطے کافی ہونے آیت قرانیہ کے ثبوت زکاۃ تجارت مین اور نووی کی شرح صحیح مسلم مین ہے وبہ قال جمہور العلماء من الخلف
والسلف خلافا لداؤد انتہی یعنے واجب ہونا زکاۃ کا مال تجارت مین مذہب ہے اکثر متقدمین اور متاخرین کا
اور خلاف ہے اسمین داؤد ظاہری کا اور صحیح مسلم اور بخاری مین روایت ہے کہ آن حضرت نے حضرت عمر کو واسطے
تحصیل کرنے زکاۃ کے مقرر کیا پس آپ کو خبر پہونچی کہ خالد بن ولید اپنے مال کی زکاۃ نہین دیتے ہین پس آپ نے فرمایا
اما خالد فانکم تظلمون خالدا فانہ قد احتبس ادراعہ واعتادہ فی سبیل اللہ یعنے خالد پر تم لوگ ظلم کرتے ہو کہ اونکے اسباب کی
زکاۃ طلب کرتے ہو کیونکہ اونہون نے سب اسباب جہاد کو جیسے ہتھیار اور گھوڑے اور زرہ وغیرہ جو اونکے پاس ہے خدا کی
راہ مین وقف کر دیا اور مال وقف پر زکاۃ نہین ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ مال تجارت مین زکاۃ واجب ہے
ورنہ حضرت عمر وغیرہ اسباب کی زکاۃ کیون خالد سے مانگتے اور آن حضرت کیون وقف کو بیان کرتے نووی کی شرح
صحیح مسلم مین مرقوم ہے ومعنی الحدیث انہم طلبوا من خالد زکاۃ اعتادہ علیہم انہا للتجارۃ ودین الزکاۃ فیہا واجبۃ
فقال لہم لا زکاۃ علی فیہا فقالوا للنبی صلے اللہ علیہ وسلم ان خالدا منع الزکاۃ فقال انکم تظلمونہ لانہ حبسہا وقفہا
فی سبیل اللہ فلا زکاۃ فیہا انتہی یعنے معنے حدیث کے یہ ہین کہ صحابہ نے طلب کیا خالد سے اونکے مال وسامان جہاد کی زکاۃ
ہین خیال کر یہ مال تجارت کا ہے اور زکات اسمین واجب ہے پس کہا خالد نے اونسے کہ میرے مال مین زکاۃ نہین
واجب ہے پس شکایت کی صحابہ نے آن حضرت سے اور عرض کیا کہ خالد زکات نہین دیتے ہین پس فرمایا آپ نے
اونسے کہ تم زیادتی کرتے ہو خالد پر کیونکہ اونہون نے وہ سب مال وقف کر دیا ہے پس اوسکی زکات نہین واجب ہے
اور ابن القیم شاگرد رشید ابن تیمیہ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد مین لکھتے ہین انہ صح عنہ فی اربعۃ اصناف من المال
یعنے اللہ نے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا زکات چار قسم کی مال مین اول مواشی الزرع والثمار ایک کھیتی کا
غلہ اور پھل وغیرہ الثانیۃ بہیمۃ الانعام دوسرے جانور جیسے بکری گائے اونٹ الثالث الجوہر ان وہما الذہب والفضۃ
تیسرے سونا چاندی والرابع اموال التجارۃ جو تھے مال تجارت آن سب مین زکات واجب کی گئی اور سنن ابوداؤد
اور سنن دارقطنی اور مسند بزار مین سمرۃ بن جندب سے مروی ہے کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یامرنا ان
نخرج الزکوۃ مما نعد للبیع یعنے تھے آن حضرت کہ حکم فرماتے تھے ہمکو ساتھ ادا کرنے زکاۃ کے اوس مال سے جو بقصد
تجارت ہم رکھتے تھے اور اس حدیث کے سند مین اگرچہ ایک راوی سلیمان مجہول ہے مگر اوسکی جہالت کچھ مضر نہین ہے
اسوجہ سے کہ ابن منذر وغیرہ نے اجماع وجوب زکاۃ پر مال تجارت مین نقل کیا ہے اور ظاہر آیت قرآنیہ اور
حدیث صحیحین سابق بھی وجوب پر دلالت کرتی ہے پس یہ حدیث ابوداؤد کی بطور تقویت واستشہاد ذکر کیجاتی ہے

نفس ثبوت مسئلہ کچھ اس حدیث پر موقوف نہین تا ضعف اسکی سند کا کچھ مضر کہے اور وہ جو نواب بھوپال سے
مسک الختام شرح بلوغ المرام مین جو بالکل مطبع اور خادم شوکانی کے ہین اور بقاعدہ تحقیق شوکانی کے کسیکی تحقیق پر کان
لگا کر نہین سنتے ہین شوکانی سے نقل کیا کہ نقل کرنا ابن منذر کا اجماع کا صحیح نہین ہے کیونکہ اس باب مین خلاف
ظاہریہ کا موجود ہے عبارت اونکی یہ ہے شوکانی گفتہ ونقل کردہ ابن منذر اجماع بزرگوۃ در تجارت ونیست این نقل
صحیح زیرا کہ مخالف مے کنند دران ظاہریہ اند واین ایشان اند فرقہ از فرق اہل اسلام انتہی اور پھر یہ بھی تحریر کیا
وشک نیست در عدم وجود دلیل قوی درین باب غیر از اجماع اگر ثابت شود انتہی پس محض منحرف اور باطل ہے
بڑے عجب کی بات ہے کہ قرآن کی آیت اور حدیث صحیحین کے صاف وجوب زکاۃ تجارت پر دلالت کر رہی ہے یا انہیہ
وہ کہہ رہے ہین کہ اسکی کوئی دلیل قوی نہین ہے سوائے اجماع کے باقی رہی یہ بات کہ اوس آیت کا اور حدیث کا کچھ اور
مطلب کہا جاوے یا کچھ تاویل کیجاوے پس یہ مضر نہین ہے کیونکہ مدار ثبوت احکام کا ظاہر معانی آیات واحادیث پر ہے
اور بلا ضرورت تاویل اوسمین درست نہین ہے اور اگر ایسی آیت یا حدیث صحاح اس باب مین ہوتی کہ دوسرے
مطلب کا احتمال نہ رکھتے ہوتے تو ظاہریہ بسبب انکار وجوب تجارت زکات اور ایسی اونکے مقلد شوکانی کافر بنا دیتے
اسی وجہ سے کہ اوس آیت اور حدیث مین اور بھی مطلب ہوسکتا ہے ان لوگون پر حکم کفر کا نہین کیا گیا اور
یہ قول شوکانی کا کہ نقل ابن منذر کی صحیح نہین ہے کیونکہ اسمین ظاہریہ کا خلاف ہے محض لغو ہے اسوجہ سے کہ
حضرات ظاہریہ بعد ایکمدت دراز کے زمانہ صحابہ اور تابعین وغیرہ کے ظاہر ہوے اور ابن منذر نے اجماع
ظاہریہ کے قبل کا مراد لیا ہے پس اب انکے خلاف سے اوس اجماع مین کیا نقصان ہوسکتا ہے بلکہ انہین پر
الزام عائد ہوتا ہے اور ابن منذر کی نقل ایسی نہین کہ شوکانی اوسکو غیر معتبر بنا سکے ع چہ نسبت خاک را بعالم پاک
قولہ ہدایہ وغیرہ مین لکھا ہے کہ اگر اندہا جماعت کراوے تو نماز مکروہ ہوتی ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا
اس حدیث کا جو کہ سنن ابوداؤد مین روایت ہے انس سے کہ خلیفہ کیا رسول خدا نے عبداللہ بن ام مکتوم کو کہ
امامت کرین لوگون کی اور تھے وہ اندھے اقول یہ گفتگو آپ کی مثل اندھون کی گفتگو کے ہے جو خود نہین
دیکھ سکتے ہین سنی سنائی بات اوراوتے ہین ۵ ہمیشہ سنکر دون باتین نہین نے کین مشرکی یہ تمہین بتاؤ
کبھی کچھ فتور ہمسے ہوا اب ذرا آنکھ کھول کے دیکھیے اور غور سے سمجھیے کہ مذہب امام کا کیا ہے اور حدیث جسکو
مخالف آپ کہہ رہے ہین کسیطرح سے مخالف نہین ہے درمختار مین ہے وکرہ تنزیہا امامۃ عبد واعرابی وفاسق
وامی الا ان یکون غیرہم اتقی واعلم القوم انتہی یعنے مکروہ ہے بکراہت تنزیہی امامت کرنا غلام کا اور بدوی کا
اور فاسق کا اور اندھے کا مگر یہ کہ ہووے سوائے فاسق کے یعنے غلام اور بدوی اور اندھا اعلم القوم یعنے بہ نسبت
اور حضرین کے اوسکو علم زیادہ ہووے اسوقت مین امامت اندھے وغیرہ کی مکروہ تنزیہی بھی نہین ایسی

اور کتب فقہیہ میں بھی ہے اس سے معلوم ہوا کہ امامت اندھے کی امام اعظم کے نزدیک حرام نہیں ہے صرف مکروہ ہے
بلکہ یہی ہے بحیال اسکے کہ اکثر اندھوں میں جہالت ہوا کرتی ہے اور نجاست وغیرہ سے بچنے میں احتیاط کم ہوتی ہے
لیکن یہ بھی اوسوقت ہے جب اوس سے بہتر کوئی اور امام ملے اور اگر اندھا سبھوں سے زیادہ علم رکھتا ہو تو امامت اوسکی
بالکل مکروہ نہیں ہے اور آں حضرت نے جو ابن ام مکتوم کو امام بنا دیا تھا اوس زمانے میں یہ امر ہوا تھا کہ آں حضرت اور
صحابہ مدینہ سے سفر کرتے تھے اور مدینہ کے لوگوں میں ابن ام مکتوم سے بڑھکے عالم نہ تھا اسوجہ سے اونکو خلیفہ کر دیا تھا
تجرائق میں ہے قید کرا ہۃ امامۃ الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لا یکون افضل القوم فان کان افضلہم فہو اولی انتہی یعنے مقید
کیا ہے مکروہ ہونے امامت اندھے کو محیط وغیرہ میں ساتھ اسکے کہ نہووے اندھا بہتر اور لوگوں سے اور اگر اندھا اوپر لوگوں سے
علم میں زائد ہووے پس اوسکا امام ہونا بہتر ہے اور نہر فائق میں ہے وردنی الاعمی نص خاص ہو استخلافہ صلے اللہ علیہ وسلم
لابن ام مکتوم وعتبان صلے المدینۃ رکانا اعمیین لانہ لم یبق من الرجال من ہو اصلح منہما انتہی یعنے وارد ہوئی ہے
باب امامت اندھے میں ایک روایت خاص کہ حسین خلیفہ بنانا آں حضرت کا ابن ام مکتوم اور عتبان کو مروی ہے
اور وہ دو اندھے تھے اور وجہ ان دونوں کے خلیفہ بنانے کی یہ تھی کہ نہیں باقی تھا اوس زمانے میں مدینہ میں وہ شخص
جو انسے بہتر ہو بلکہ یہ دونوں اور لوگوں سے علم میں زائد تھے اسوجہ سے امامت انکی مکروہ نہیں ہوئی بلکہ ایسی صورت
میں بہتر ہوگی قولہ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ گانوں میں جمعہ پڑھنا درست نہیں سو امام اعظم نے اس مسئلے میں
خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری اور ابو داؤد میں روایت ہے ابن عباس سے کہ تحقیق اول جمعہ کہ پڑھا گیا اسلام
میں بیچ جمعے کے کہ پڑھا گیا مسجد رسول خدا میں البتہ جمعہ ہے کہ پڑھا گیا بیچ جواثے کے کہ گانوں بحرین سے ہے اقول
یہ آپ کی تقریر بمقابلہ تقریرات حنفیہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہے یہ مسئلہ کتب حنفیہ میں خوب شرح وبسط مذکور ہے
ع اونے کی قدر کچھ نہیں اسکے سامنے * دریا کے آگے کیا ہے حقیقت حباب کی * حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے
جو تخریج احادیث ہدایہ میں مذکور ہے روی عبد الرزاق عن علی موقوفا لا تشریق ولا جمعۃ الا فی مصر جامع واسنادہ
صحیح یعنے روایت کی عبد الرزاق نے حضرت علی سے کہ نہیں ہے تشریق اور نہ نماز جمعہ مگر شہر میں اور اسنادا اوسکا
صحیح ہے اور ایسی مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی نے شہر کے ساتھ جمعہ خاص
کر دیا اور گانوں میں جمعہ جائز نہیں رکھا اور ظاہر ہے کہ ایسا مضمون صحابی اپنے اجتہاد اور رائے سے نہیں
کہہ سکتا ہے پس موافق قاعدۂ اصول حدیث کے جیسا کہ سابقاً مفصلاً مذکور ہو چکا یہ قول حضرت علی کا حکماً مرفوع
حدیث مرفوع کے ہو گیا باقی وہ حدیث جو آپ نے ذکر کی اوسمیں اسیقدر وارد ہے کہ جمعہ کی نماز مقام ہوتے ہیں جواثی
قریب بحرین کے ہے سو اولا وسیر اوس روایت میں قریہ کی لفظ کا اطلاق آگیا ہے مگر اس سے یہ نہیں ثابت
ہوتا ہے کہ مقام جواثا گانوں تھا شہر تھا اسوجہ سے کہ لفظ قریہ اگرچہ بلغت عرب اسکے معنی گانوں کے ہیں مگر بہت جگہ

اسکا اطلاق شہر پر بھی آتا ہے قرآن پاک میں ایک مقام پر موجود ہے واذ قلنا ادخلوا ہذہ القریۃ اور دوسرے مقام پر ہے واسئلہم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر اور تیسرے مقام پر ہے واسئل القریۃ التی کنا فیہا اور چوتھے مقام پر ہے ربنا اخرجنا من ہذہ القریۃ الظالم اہلہا ان چاروں مقام میں شہروں پر قریہ کی لفظ کا اطلاق کیا گیا پس معلوم ہوا کہ صرف کسی جگہ کو قریہ کہنے سے یہ نہیں لازم کہ وہ گانوں ہووے شہر نہووے اسیطی ممکن ہے کہ جو واقعی شہر ہووے مگر اوسپر اطلاق قریہ کا آگیا ہو اور بعض موضعین نے اسکی تصریح بھی کی ہے تفصیل اس بحث کی کتب تفسیر اور کتب فقہ مثل بنایہ و فتح القدیر و بحر رائق و نہایہ و تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق وغیرہ میں مذکور ہے

الحاصل یہ حدیث مخالف مذہب امام اعظم نہیں ہے اور امام اعظم کا مذہب بھی موافق حدیث کے ہے قولہ شرح وقایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سوائے نماز وتر کے اور نمازوں میں دعاء قنوت پڑہنی جائز نہیں سو امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ان دو حدیثوں کا اقول حنفیہ کے نزدیک صحیح ہیں اور ایسی اور نمازوں میں قنوت سنت نہیں سوائے وتر کے مگر نوازل میں۔ یعنے جب کوئی واقعہ عظیمہ ہووے جیسے واقعہ جہاد یا طاعون وغیرہ اوس حالت میں صبح کی نماز میں دوسری رکعت میں بعد رکوع کے دعا پڑہنا واسطے دفع بلا کی درست ہے اور یہی امر بڑے بڑے صحابہ سے مروی ہے مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمر و حضرت عثمان کا حال مروی ہے انہم کانوا لایقنتون فی الفجر یعنے یہ صحابہ صبح میں قنوت نہیں پڑہتے تے اور مصنف میں روایت ہے لما قنت علی فی الفجر انکر الناس ذلک فلما قتل انا استقصرنا علی عہد وناپنے جب علی مرتضے نے نماز فجر میں قنوت پڑہی اوس زمانے میں کراہ نہیں اور حضرت معاویہؓ میں لڑائی ہوئی تب لوگوں نے اوسپر انکار کیا پس حضرت علی نے کہ ہمنے دعا نصرت اور فتح کی اپنے دشمنوں پر کی اور یہی مصنف میں ابن عباس اور ابن مسعود اور ابن عمر اور ابن زبیر سے مروی ہے انہم کانوا لایقنتون فی الفجر یعنے یہ لوگ نماز صبح میں قنوت نہیں پڑہتے تے اور کتاب الآثار میں ابن مسعود سے مروی ہے انہ صحب عمر فی السفر والحضر فلم یرہ قنت فی الفجر شتے فارنہ یعنے وہ ساتھ رہے عمر بن الخطاب کے سفر اور حالت اقامت میں پس نہیں پایا عمر کو کبھی قنوت پڑہتے ہوئے نماز صبح میں اور کتاب الاعتبار میں ابن مسعود سے مروی ہے لم یقنت رسول اللہ الا شہرا ثم لم یقنت قبل ولا بعدہ یعنے آن حضرتؐ نے صبح میں قنوت نہیں پڑہی مگر ایک مہینہ اور شرح معانی الآثار میں ابن عمرؓ سے مروی ہے انہ بدعۃ ما فعلہ رسول اللہ غیر شہر ثم ترکہ۔ یعنے قنوت صبح کی نماز میں ہمیشہ پڑہنا بدعت ہے آن حضرتؐ نے نہیں پڑہی دعاے قنوت نماز صبح میں مگر ایک مہینہ پھر چھوڑ دیا آپ نے پڑہنا اسکا اور یہی اوسمیں ابراہیم نخعی سے روایت ہے کان عبداللہ لا یقنت فی الفجر واول من قنت فیہا علی کانوا یرون انہ انما فعل ذلک لانہ کان محاربا یعنے تے عبداللہ بن مسعود کہ نہیں پڑہتے تے قنوت نماز صبح میں اور اول کہ اسکی علی مرتضے نے پڑہنے کی اسوجہ سے کہ وہ محارب تھا ساتھ معاویہ کے پس بغرض طلب فتح و نصرت قنوت پڑہی باقی وہ حدیثیں جنمیں آن حضرتؐ نے نماز صبح

یا سب نمازون مین قنوت پڑہنا مروی ہے وہ سب محمول ہین اوپر قنوت نوازل کے کہ جب کوئی واقعہ خاص واقع ہوتا آنحضرت قنوت پڑہتے پھر ترک کردیتے نہ یہ کہ آپ ہمیشہ قنوت صبح مین پڑہا کرتے تھے عبارت ابن القیم کی زاد المعاد مین ملاحظہ کیجیے اور اپنے اعتراضات واہیہ سے باز آیئے وقنت فی الفجر بعد الرکوع شہرا ثم ترک القنوت یعنے قنوت پڑہی آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح مین ایک مہینہ پھر چھوڑ دیا اوسکو ولم یکن من ہدیہ القنوت فیہا دائما اور نہ تھا طریقہ آپ کا قنوت پڑہنا صبح مین ہمیشہ ومن المحال ان رسول اللہ کان فی کل غداۃ یدعو علی احیاء من العرب بلفظ واحد من الرکوع بقول اللہم اہدنی فیمن ہدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت انک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت فلک الحمد علی ما تقضی نستغفرک ونتوب الیک وصلی اللہ علی النبی الامی وعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا الی ان قال وبالجملہ فہذا ہدی الخ یعنے یہ طریقہ دائمہ آنحضرت کا نہین تھا جیسا کہ شافعیہ اور بعض محدثین سمجھتے ہین کہ ہمیشہ آپ صبح مین پڑہتے تھے دعاے قنوت پڑہتے اور صحابہ آمین آمین کہتے تھے کیون اکثر صحابہ خصوصاً حضرات خلفاء راشدین اس طریقہ کو چھوڑ دیتے اور اسپر حکم بدعت کا کیونکر کرتے پس جب صحابہ سے ثابت ہے کہ اونہون نے اس طریقہ کو چھوڑ دیا معلوم ہوا کہ آن حضرت کا یہ طریقہ دائمہ نہ تہا کما قالہ سعید بن طارق الاشجعی جیسا کہ منقول ہے سعید بن طارق اشجعی سے قلت لابی یا ابت انک قد صلیت خلف رسول اللہ وابی بکر وعمر وعثمان وعلی فکانوا یقنتون فی الفجر فقال ای بنی محدث کہا مین نے اپنے باپ سے کہ آپ نے آن حضرت اور خلفاء اربعہ کے پیچھے نماز پڑہی ہے پس کیا یہ سب قنوت پڑہتے تھے صبح مین پس کہا اونہون نے کہ صبح مین قنوت پڑہنا نئی بات ہے یہ حضرت نہین پڑہتے تھے رواہ احمد یعنے روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے اور امام احمد قال الترمذی حدیث حسن صحیح کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے وذکر الدارقطنی عن سعید بن جبیر اور روایت کیا ہے دارقطنی نے سعید بن جبیر سے اشہد انی سمعت ابن عباس یقول ان القنوت فی صلوۃ الفجر بدعۃ کہا اونہون نے کہ مین گواہی دیتا ہون اس امر کی کہ مین نے سنا ہے ابن عباس سے کہ وہ کہتے تھے کہ نماز فجر مین قنوت پڑہنا بدعت ہے وذکر البیہقی عن ابی مجلز اور روایت کیا بیہقی نے ابو مجلز سے قال صلیت مع ابن عمر صلوۃ الصبح فلم یقنت فقلت لہ لا ادراک قنت فقال لا احفظہ عن احد من اصحابنا کہا اونہون نے کہ نماز پڑہی مین نے صبح کی ابن عمر کے ساتھ پس نہین پڑہی قنوت اونہون نے پس کہا مین نے کہ مین نے آپ کو قنوت پڑہتے نہین دیکھا پس کہا ابن عمر نے کہ نہین یاد کرتا ہون مین اس طریقہ کو کسی شخص سے اپنے اصحاب سے یعنے کسیکو مین نے پڑہتے ہوئے نہین دیکھا بعد اوسکے ایچ فیم کہتے ہین ومن المعلوم ان سوء ادب

لوکان یقنت کل غداۃ ویدعو بھذا الدعاء او بعض الصحابۃ لکان نقل الامۃ لذلک کلھم کتعلیم جھرہ بالقراءۃ فیھا وعددھا
وقنتھا وان جاز علیھم تضییع امر القنوت فیھا جاز علیھم تضییع ذلک حاصل اسکا یہ ہے کہ اگر ان حضرت ہر صبح کی نماز میں
قنوت پڑہتے ہوتے اور صحابہ آمین کہتے روایت حدیث ضرور اس امر کی روایت کرتے اور اسکی نقل میں خلاف واقع ہوتا
جیسا کہ صبح کی نماز میں جہر کرنا اور صبح کی رکعات کا عدد اور اوسکا وقت بلا اختلاف منقول ہوا ہے بعد اوسکے ابن قیم
لکھتے ہیں والانصاف الذی یرتضیہ کل عالم منصف انہ جھر واسر وقنت وترک وکان اسرارہ اکثر من جھرہ وترکہ القنوت
اکثر من فعلہ وانما قنت للدعاء لقوم وللدعاء علی آخرین ثم ترک لما قدم من دعائہم واسلم من دعا علیھم وجاؤا تائبین
فکان قنوتہ معارض فلما زال ترک القنوت یعنے انصاف کہ جسکو ہر عالم منصف پسند کرتا ہے یہ ہے کہ ان حضرت نے نماز میں
بسم اللہ کبھی پکار کے پڑہی اور کبھی آہستہ اور آہستہ پڑہنا اکثر تھا اور دعاے قنوت صبح میں پڑہی اور کبھی نہیں پڑہی
اور نہ پڑہنا اوسکا اکثر تھا اور نہیں قنوت پڑہی آپ نے مگر واسطے دعا کے کسی گروہ مسلمانوں کی نجات کے واسطے
یا کسی گروہ کفار پر بد دعا کرنے کی غرض سے پس جب کہ نجات پا گئے وہ لوگ جنکے واسطے آپ دعاے نجات کرتے تھے
یا ایمان لائے وہ کفار جن پر آپ دعا فرماتے تھے چھوڑ دیا آپنے قنوت پڑہنا پس تھا قنوت پڑہنا آپ کا بسبب
عارض کے نہ ہمیشہ وذکر الامام احمد عن ابن عباس قال قنت رسول اللہ شھرا متتابعا فی الظھر والعصر والمغرب والعشاء
والصبح فی دبر کل صلوۃ اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ من الرکعۃ الاخیرۃ یدعو علی حی من بنی سلیم علی رعل وذکوان وعصیۃ
ویومن خلفہ رواہ ابوداؤد یعنے روایت کیا امام احمد اور ابوداؤد نے عبداللہ بن عباس سے کہ آنحضرت نے
قنوت پڑہی ایک مہینہ کامل پانچوں نمازوں میں آخر رکعت میں بعد رکوع کے بدعا کرتے تھے آپ اوپر چند قبائل
کفار کے ایک رعل دوسرا ذکوان تیسرا عصیہ اور آمین کہتے تھے سب مقتدی آپکے پیچھے خلاصہ اس مقام میں
یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قنوت صبح وغیرہ میں چند قسم کی حدیثیں وارد ہیں بعض روایات میں تو
یہ ہے کہ آپ ہمیشہ قنوت صبح میں پڑہتے تھے مگر سند اس روایت کی ضعیف ہے جیسا کہ زاد المعاد اور فتح القدیر میں
اسکی تحقیق مذکور ہے اور بعض میں یہ ہے کہ آپ قنوت صبح میں نہیں پڑہتے اور مراد اوس سے یہ ہے کہ ہمیشہ
نہیں پڑہتے تھے اور بعض میں یہ وارد ہے کہ جب کوئی ضرورت خاص واقع ہو جاتی اور کسیکے نجات کی دعا یا کسی پر
بد دعا کرنے میں اہتمام مقصود ہوتا تو آپ صبح میں بلکہ پانچوں نمازوں میں دعا مناسب پڑہتے اور جب ضرورت
رفع ہو جاتی تو پڑہنا چھوڑ دیتے اور یہی روایت صحیح ہے اور جس روایت میں مطلقاً آپ کا پڑہنا وارد ہوا ہے
اوس سے یہی مراد ہے بلکہ حسین اوردھرا ہے کہ آپ ہمیشہ پڑہا کرتے اگر وہ روایت صحیح ہو اوس سے بھی مراد یہی ہے
کہ جب کبھی ضرورت ہوئی آپ قنوت پڑہتے اور یہ مرتبہ آپکا ہمیشہ رہا نہ یہ کہ آپ بلا ضرورت ہر روز پڑہا کرتے اور
ہذا مذہب اکثر حنفیہ کا پس مذہب حنفیہ کا اس باب میں بہت صحیح اور موافق احادیث ہے اور جو لوگ

سے نماز صبح میں قنوت پڑھنا سنت سمجھتے ہیں اونکا قول معتبر نہیں ہے جو ہر حنیفہ میں مرقوم ہے اخرج عبد الرزاق
بصحۃ عن ابی جعفر الرازی عن الربیع عن انس لم یزل رسول اللہ یقنت فی الفجر حتی فارق الدنیا وکذا عند الطبرانی
(یہ زیادتی نسخہ ہے کذا فی التعلیق الممجد ۱۲ منہ)
وبمعناہ عند الطبرانی عن غالب بن فرقد الطویل قال قلت عند انس بن مالک اشہر من علم یقنت فی صلوۃ الغداۃ
والجواب ان المراد بالحدیث الاول انہ کان یقنت فیہ عند النوازل واختصاصہ بالنوازل قد ثبت بحدیث انس نفسہ
عند الخطیب فی کتاب القنوت واسنادہ صحیح قالہ فی التنقیح ملفوظ کان لا یقنت الا ان یدعو لقوم او علی قوم وحدیث
ابی ہریرۃ عند ابن حبان فی صلوۃ الصبح الا ان یدعو لقوم او علی قوم واسنادہ صحیح قالہ الحافظ فیکون حدیث انس
المتقدم منسوخا بصریح حدیثیہ وعلیہ یحمل قول من قال من الصحابۃ بہ فلا یکون بالنسبۃ الی النازلۃ منسوخا ہکذا قرروہ
قال جماعۃ من اہل الحدیث والذی یفہم من مجموع الاخبار انہ کان لا یقنت الا فی النوازل ومن ثم ذہب جمع
من العلماء الی عدم مشروعیتہ فیہا علی الاستمرار مشروع قال فی [illegible] قال الطحاوی انما لا یقنت عند نافی الفجر من دون
وقوع بلیۃ فان وقعت فتنۃ او بلیۃ فانہ یاس بہ وقال ابراہیم الحلبی فی شرح المنیۃ ہو مذہبنا مذہب الجمہور انتہی حاصل
اس عبارت کا اور ایسی ہی عبارت عینی کا شرح ہدایہ میں ان نزلت بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الفجر وبہ قال
الاکثرون واحد انتہی یہی ہے جو ہمنے سابقا ذکر کیا کہ حنفیہ کے نزدیک اور اکثر علماء محدثین وغیرہ کے نزدیک قنوت
نوازل مسنون ہے اور بدون نوازل نہیں اور یہی امر روایات حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے [illegible] اس
مقام میں امام اعظم پر مسابقۃ مخالفت حدیث کے محض مہمل ہے قولہ ۱۲ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی
زمین اس غرض سے دیوے کہ وہ اوسمیں کھیتی کرے اور اوس سے اپنا حصہ مقرر کر لیوے تو جائز نہیں
سو امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ان دو حدیثوں کا پہلی حدیث صحیح مسلم میں روایت ہے عبد اللہ بن عمر
کہ رسول خدا نے دی یہود خیبر کو درخت کھجور اور زمین اوسکی اس شرط پر کہ محنت کریں وہ اوسمیں اپنے مالوں سے
اور رسول خدا نے لیا آدھا میوہ اوسکا دوسری حدیث الخ اقول امام کے مذہب کی سند بھی صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہے
تعجب ہے کہ وہ تو آپ کو نہ کہلائی دی اور حدیث مخالف جلدی سے نظر میں آگئی ؎ اتنی بھی سرکشی نکر اے بت
خدا سے ڈر + جاتی ہے پائے عرش تک آہ دفغان دل + ہر چند کہ اس مسئلے میں ابحاث بہت ہیں کتب بسطہ میں
تبفصیل تمام ثبت ہیں مگر اس مقام پر صرف عبارت سوطا امام محمد کی اور اوسکے حاشیہ تعلیق محمد کے سمجھدار کے سمجھنے
کفایت کرتی ہے سوطا میں امام محمد نے بیہ اوس حدیث کو جسکو آپ مخالف مذہب امام کہہ رہے ہیں ذکر کیا اور اوسکے
یہ لکھا لا باس بمعاملۃ الاجیر علی الثلث والربع ونحوہ علی الارض البیضاء علی الثلث والربع وکان ابو حنیفۃ
یکرہ ذلک ویذہب الی ان ذلک ہو المخابرۃ التی نہی عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ کھجور کے درختوں کو
کسیکو دینا اسطور پر کہ وہ اوسمیں محنت کرے اور جو میوہ اوسمیں نکلے اوسمیں دونوں شریک ہوں خواہ نصفا

یا ثلثا یا ربعا یعنے مالک درخت اپنا حصہ آدھا مقرر کریوے یا تہائی یا چوتہائی اور ایسی خالی زمین کو دوسرے کیتی کے واسطے دیدے
اور کچھ اپنا حصا مقرر کرنا آدھا ہو یا چوتہائی یا تہائی یہ دونون صورتین امام محمد اور ایسی امام ابو یوسف کے نزدیک درست ہین
اور تھی امام ابو حنیفہ کہ مکروہ جانتے تھے ان دونون کو اور کہتے تھے کہ یہی صورت ہے مخابرہ کی کہ ان حضرت نے اوس سے
ممانعت فرمائی ہے اور عبارت تعلیق محمد کی یہ ہے المعاملۃ بلغۃ اہل المدینۃ عبارۃ عن دفع الاشجار الکروم او النخیل وغیر ذلک
الی من یقوم باصلاحہا علی ان یکون لہ سہم معلوم من ثمرہا یقال لہ المساقاۃ ایضاً یعنے معاملہ بلغت اہل مدینہ کہتے ہین
درخت انگور یا کھجور یا کسی اور میوہ کے درختون کو کسی ایسے شخص کے دینے کہ وہ اوسکا اہتمام کرے اور پانی وغیرہ اوسمین
پہونچاوے باین شرط کہ اوسکے پھلون کا ایک حصہ معینہ مالک درختون کو ملے اور اسی معاملہ کو مساقاۃ بھی کہتے ہین
وہ عقد جائز عند ہما وعلیہ الفتوے اور یہ معاملہ جائز ہے ابو یوسف اور محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوے ہے حنیفہ کے
نزدیک وبہ قال احمد واکثر العلماء اور یہی مذہب ہے امام احمد اور اکثر علماء کا وحجتہم فی ذلک حدیث معاملہ خیبر اور دلیل
انکی حدیث معاملہ خیبر ہے والمزارعۃ عبارۃ عن عقد علی الارض البیضاء ای الخالیۃ عن الزرع بعض مما یخرج عنہ
اور مزارعت عبارت ہے عقد کرنے سے خالی زمین پر باین طور کہ وہ زمین کسیکو کیتی کے واسطے دیوے اور جو کچھ اوسمین
کیتی سے غلہ پیدا ہووے اوسمین ایک حصہ اپنے واسطے مقرر کریوے وجوازہ قال الجمہور اور یہ جائز ہوا ہے
[illegible] اور روی عند ابن ابی شیبۃ وغیرہ عن علی وابن مسعود وسعد وجماعۃ من التابعین
ممن بعدہم اور مروی ہے مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ مین جواز اس معاملے کا حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود اور سعد بن
ابی وقاص اور ایک جماعت تابعین سے وقد روی فی بعض روایات معاملۃ خیبر العقد علی الزرع ایضا اور وارد ہوا ہے
بعض روایات قصہ معاملۂ خیبر مین کہ ان حضرت نے زمین ہی یہود کو کیتی کے واسطے دی تھی اور اپنا حصہ ٹھہرایا تھا
واما ابو حنیفۃ فحکم بفسادہا مستدلا بالنہی عن المخابرۃ اور ابو حنیفہ نے حکم کیا ہے فاسد ہونے ان دونون معاملہ کا اور دلیل
اونکی یہ ہے کہ ان حضرت نے مخابرہ سے ممانعت کی اور مخابرہ کے معنی یہی ہین کہ کسیکو زمین کیتی کے واسطے دینا یا کھجور
وغیرہ کے درخت دینا تا وہ اوسکا اہتمام کرے اور غلہ اور پھلون مین دونون کی شرکت ہووے وردوا ذلک من حدیث
جابر عند مسلم وزید بن ثابت عند ابی داؤد ورافع بن خدیج عند مسلم وغیرہ یعنے وارد ہوئی ممانعت مخابرہ سے صحیح مسلم مین
بروایت جابر اور رافع بن خدیج کے اور سنن ابو داؤد مین بروایت زید بن ثابت کے اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ امام نے
جو ایسے معاملہ سے ممانعت کی ہے اپنی رائے سے نہین کی بلکہ اپنے موافق حدیث بھی پیش کی پس اونکا موافق جو
حدیث ہووے اوسکو نہ کہنا اور جو اونکے مخالف ہووے اوسکو لکھدینا خالی از قبح نہین ہے پس اوسمین شبہ نہین ہے
کہ اس مسئلہ مین مذہب وہ جنمین کا موافق حدیث کے ہے قوی ہے اسیوجہ سے حنیفہ کے نزدیک فتوے بھی اسی پر ہے
کہ مزارعہ اور مخابرہ درست ہین مگر یہ امر آخر ہے مجتہدین کے اختلافات مین کبھی ایک مجتہد کا قول قوی ہوتا ہے کبھی

دوسرے مجتہد کا قوی ہوتا ہے اس سے یہ کہنا کہ فلان مجتہد نے خلاف قرآن یا حدیث کے کیا نہیں جائز ہے کسی مجتہد کی شان
نہیں ہے کہ رویہ و دانستہ خلاف حدیث اور قرآن کے کرے یا اپنی رائے کو احکام شرعیہ میں باوجود وارد ہونے حدیث اور
قرآن کے دخل دیوے اور جو لوگ اہل ہر کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ وہ اپنی رائے کو بہت دخل دیتے تھے
اور حدیث اور قرآن کو ترک کر دیتے تھے وہ لوگ جھوٹے مفتری ہیں جیسا کہ عبدالوہاب شعرانی نے میزان میں اور علامہ عینی نے
دراسات اللبیب میں اور ابن عبدالبر اور ابن حجر وغیرہ نے اپنے کتب میں اسکو بتفصیل تمام بیان کیا ہے **قولہ** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کسی سے سنتین فجر کی نہ پڑھی گئی ہوں تو پڑھنا اوسکا نہ تو بعد فرض صبح کے
قبل نکلنے آفتاب کے جائز ہے اور نہ بعد نکلنے آفتاب کے جائز ہے اور یہ مذہب ہے امام اعظم اور اونکے شاگرد ابو یوسف کا سوا امام
اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے ان دونوں بزرگوں کا پہلی حدیث ابن حبان نے قیس سے روایت کی کہ تحقیق اوسنے
پچھلی نماز رسول خدا کے صبح کی اور نہ پڑھی تھیں اوسنے دو رکعتیں فجر کی یعنی سنتیں پس جب سلام پھیرا رسول خدا نے
کھڑا ہوا پس پڑھی دو رکعتیں فجر کی یعنی سنتیں اور رسول خدا دیکھتے تھے اوسکی طرف اور نہ انکار کیا اوسپر دوسری
حدیث ترمذی میں روایت ہے ابوہریرہ سے کہ فرمایا رسول خدا نے جو شخص کہ نہ پڑھے دو رکعتیں فجر کی یعنی سنتیں
پس چاہیے کہ پڑھے اون دونوں کو بعد یہ کہ بلند ہوا آفتاب **اقول** یہ بے ثباتی ہے نہایت حسن بلکہ ناموس کو
پابرداری ہوتی ہے کہ شیخ بے فائدہ کو چھ قبل طلوع آفتاب کے بعد نماز فرض صبح کے سنت فجر کی ادا کرنا عوام علماء
کے نزدیک مکروہ ہے اور سکے موافق حدیث صحاح ستہ میں موجود ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابوسعید خدری سے
روایت ہے قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاصلوۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس ولاصلوۃ بعد العصر حتی تغرب
یعنے فرمایا رسول خدا نے نہ پڑھی جاوے کوئی نماز نفل بعد نماز صبح کے تا بطلوع آفتاب اور نہ بعد نماز عصر کے تا بہ غروب
آفتاب چونکہ اس حدیث میں مطلقاً نماز نفل سے ممانعت آئی ہے اور ظاہر ہے کہ سنت فجر کی نفل ہے فرض و
واجب نہیں ہے اسوجہ سے امام اعظم وغیرہ نے حکم ممانعت کا دیا اور حدیث قیس کا یہ جواب ہوگا کہ وہ حدیث اباحت
وجواز پر دلالت کرتی ہے اور حدیث صحیحین کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے اور جب دو حدیثوں میں اس قسم کا تخالف
ہو کہ ایک سے کسی فعل کا جواز معلوم ہوتا ہو اور دوسرے سے اوسکی ممانعت تو عمل حدیث ممانعت پر احتیاطاً لازم ہے
جیسا کہ کتب اصول فقہ و اصول حدیث میں بشرح و بسط مذکور ہے آپ نے اس مقام پر جو لکھا کہ صحیحین کی حدیث
ہمگاہ موافق امام اعظم تھی اوس سے کنارہ کشی کر کے صحیح ابن حبان سے مدد مانگی اور ایک حدیث اوسکی جو جواز پر
دلالت کرتی ہے لکھدی تا عوام کے نزدیک وقعت آپ کی معلوم ہووے اگرچہ اس حرکت سے عوام نے آپ کو بڑا
عالم سمجھ لیا ہو مگر خواص کے نزدیک آپکی جہالت و فریب ظاہر ہو گئی باقی رہا دوسرا مسئلہ اوسمیں بھی آپ نے فریب دیا
کہ امام اعظم کی طرف عدم جواز ادا سنت کو بعد طلوع آفتاب کے منسوب کر دیا حالانکہ اونکے نزدیک بعد طلوع آفتاب کے

سنت اگر پڑھ لینا نہ حرام ہے نہ مکروہ البتہ ضرور نہیں ہے جیسا کہ عینی کی شرح ہدایہ میں ہے ولا بد ادا لفاتھا عند ابی حنیفۃ وابی یوسف وقال محمد احبّ الی ان یقضیھا الی وقت الزوال یعنے نہ قضا کی جاوے سنت فجر کی بعد طلوع آفتاب کے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اور کہا امام محمد نے بہتر ہے میرے نزدیک یہ کہ پڑھ لے اوسکو بعد طلوع آفتاب کے دوپہر تک قال الحلوانی والفضلی ومن تابعھما لا خلاف بینھم کہا حلوانی اور فضلی وغیرہ نے کہ حقیقت میں کچھ خلاف نہیں درمیان محمد کے اور درمیان ابوحنیفہ کے فان محمد ا یقول احب الی ان یقضی وان لم یفعل فلا شئ علیہ وھما یقولان لیس علیہ ان یقضی وان فعل فلا باس انتھی پس تحقیق امام محمد نے کہا کہ بہتر ہے یہ کہ قضا کرے اور اگر نہ پڑھیگا تو کچھ گناہ نہیں ہے اور دونوں یعنے ابو یوسف اور ابوحنیفہ کہتے ہیں نہیں لازم ہے اوسپر پڑھنا اور اگر پڑھ لیگا تو کچھ حرج نہیں اور یہی مطلب ہے اس عبارت درالمختار کا قیل ہذا قریب من الاتفاق لان قولہ احب الی دلیل علی انہ لو لم یفعل لا لوم علیہ وقالا لا یقضی وان قضی فلا باس بہ کذا فی البحر انتھی اور ایسی اور کتب فقہ میں بھی ہے پس اب اوس حدیث ترمذی میں جسکو آپ مخالف سمجھے اور مذہب امام اعظم میں کیا مخالفت رہی اسوجہ سے کہ اوس حدیث سے مراد یہ نہیں ہے کہ بعد طلوع آفتاب کے سنت کا پڑھ لینا فرض یا ضروری ہے تا مخالف مذہب امام کی لازم آوے علاوہ ازیں اوس حدیث کے ثبوت میں کسیقدر شبہ ہے خود ترمذی نے اوسکے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے آپنے بڑا کمال کیا کہ حدیث تو لکھدی اور باقی عبارت ترمذی کی کہا لی واہ رے تدین اور واہ رے دعوائے حقانیت اگر اسیکا نام حقانیت اور تدین ہے تو ایسی حقانیت آپ کو مبارک رہی اور خدا ایسی مکاری سے محفوظ رکھے عبارت ترمذی کی یہ ہے حدثنا عقبۃ بن مکرم العمی البصری خبرنا ہکو عقبہ بن مکرم بصری نے حدثنا عمرو بن عاصم کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہکو عمرو بن عاصم نے کہا اونہوں نے کہ حدثنا ہمام خبر دی ہکو ہمام نے عن قتادۃ اونہوں نے روایت کی قتادہ سے عن النضر بن انس اونہوں نے نضر بن انس سے عن بشیر بن نہیک اونہوں نے بشیر بن نہیک سے عن ابی ہریرۃ اونہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے قال قال رسول اللہ کہا اونہوں نے کہ فرمایا رسول خدا نے من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلھا بعد ما تطلع الشمس جسنے نہ پڑھی ہیں دو سنتیں صبح کی پس پڑھ لے اوسکو بعد طلوع آفتاب کے قال ابو عیسے کہا ابو عیسے ترمذی نے ہذا حدیث لا نعرفہ الا من ھذا الوجہ یہ حدیث نہیں پہونچی ہے ہمکو مگر اسی سند سے اور دوسری کوئی سند اسکی نہیں ہے ولا نعلم احدا روی ہذا الحدیث ہذا الاسناد غیر ہذا الاعمرو بن عاصم الکلابی وانصرف من حدیث قتادۃ عن النضر بن انس عن بشیر بن نہیک عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ من ادرک رکعۃ من صلوۃ الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح انتھی یعنے نہیں جانتے ہیں ہم کہ روایت کیا اس حدیث کو ہمام سے اس اسناد سے کسی نے مگر عمرو بن عاصم کلابی ظاہر مشہور روایت قتادہ سے ساتھ اس اسناد کے دوسری حدیث ہے قولہ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح کرے کسی عورت کو اور مہر مقرر کردے اوسکا یہ دس دن کی خدمت کرنی یا پڑھانا قرآن کا تو یہ مہر باندھنا اوسکو کافی نہوگا

اور یہ مہر مثل دینا آوینگا اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا اور اونکے شاگرد ابو یوسف کا سو امام اعظم نے اس مسئلے مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم مین روایت ہے اقول امام ابوحنیفہ کا عمل کلام پروردگار عالم پر ہے کہ سورہ نسا مین بعد بیان اون عورتون کے جنسے نکاح حرام ہے ارشاد ہوتا ہے واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین اسکا یہ ہے کہ ماسوا اون عورتون کے اور عورتون کے ساتھ نکاح کرنا تمکو حلال ہے ساتھ دینے مال کے اس سے معلوم ہوا کہ ہر نکاح مین مہر مال دینا ضرور ہے اگرچہ بوقت نکاح مقرر ہوا تو ادسکا دینا فرض ہے اور اگر مقرر نہ ہوا تو مہر مثل دینا ضرور ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی نکاح مال کے مہر مین دینے سے خالی نہین ہو سکتا ہے باقی وہ حدیثین جنکا آپ نے سمجھے ہین اونمین کہین یہ نہین ہے کہ قرآن پڑھانا یا برسون کی خدمت کرنا مہر مقرر ہوا ہے اگر صاف اونمین یہ امر ہوتا کہ قرآن پڑھانا مہر ہو تو البتہ اعتراض مخالفت کی گنجایش تھی تفصیل اس مسئلہ کی شروح صحیح بخاری وغیرہ مین موجود ہے تنبیہ مؤلف طفر مبین نے جسقدر مسائل حنفیہ وغیرہ کو ملیکے اوپر اعتراض مخالفت قرآن اور حدیث کا کیا اونمین اکثر مسائل اس قسم کی ہین کہ حضرات ائمہ سے منقول نہین ہین بلکہ فقہائی بطور تخریج اور استنباط کی قواعد ائمہ سے اپنی کتب مین درج کیے ہین نہ سو اگر بعض مسائل کسی حدیث صحیح کے مخالف واقع ہوگئے تو ائمہ پر اسوجہ سے اعتراض کرنا خالی حماقت سے نہین ہے کیونکہ مجتہدین کی یہ شان نہین ہے کہ جان بوجھ کر کوئی فتوی مخالف قرآن و حدیث کے دین جو قواعد کلیہ دستور نظام منضبط کر دیا اوس سے اگر کسی فقیہ نے کوئی حکم استخراج کر لکھدیا تو اسمین ائمہ کا کیا قصور ہے بلکہ اون فقہا پر اعتراض ہے صحیح نہین ہے اسوجہ سے کہ جائز ہے کہ وہ حدیث صحیح اونکو نہ پہونچی ہو اگر حدیث صحیح اونکے پہونچتی تو وہ کبھی مخالف نکرتے اور بعض مسائل اس قسم کے ہین کہ ائمہ نے پہلے اوس قسم کا فتوی دیا اوس حالت مین کہ کوئی حدیث مخالف اونکو نہ ملی ارجب اونکو ملا یا اوراتباع کو حدیث صحیح ملگئی تو وہونہون نے اوس قول امام پر فتوی نہین دیا بلکہ خلاف اوسکے جو موافق حدیث کے تھا اور یہ فتوی دیا ایسے مسائل کے سبب سے ہمکو طعن کرنا ہرگز جائز نہین ہے مثبت مسائل اس قسم کے ہین کہ اونمین موافق اقوال ائمہ صحیح حدیثین موجود ہین اور بعض حدیثین مخالف اونکے بھی صحاح مین موجود ہین اونپر اعتراض کرنا کہ جو حدیث ظاہر مخالف ہو اوسکو نہ لکھدینا اور جو موافق ہو اوسکو چھوڑ دینا خالی عداوت و شرارت سے نہین ہے اور بعض مسائل اس قسم کے ہین کہ بسطح سو مخالف حدیث صحیح کے نہین ہین مگر مؤلف ظفر مبین نے اپنی سمجھ ناقص سے اونکو مخالف سمجھکر اعتراض کر دیا بفضل ان سب رسور کی بطور نمونہ کے جابجا جواب مسائل کا سابقہ سے واضح ہوگئی کیفیت استعداد حضرات غیر مقلدین کی خوب کھل گئی مثل ان لوگون کی ایسی ہے جیسے ایک شخص کاتب قرآن تھا مگر فرہشت اور دیانت سے بہرہ نہ تھا جب وہ قرآن نقل کرنے لگا اور مقام ذکر موسی صعقا تک پہونچا اسی حماقت سے سمجھا کہ یہ عبارت غلط ہے کیونکہ موسی کا خر کہان سنا البتہ یہ مشہور ہے کہ خر عیسے اگر بکہ رود چون بیاید ہنوز خر باشد پس اوسنے بلا تردد ہکم غلط کا کر موسی کی جگہ پر عیسے لکھدیا یا اوس شخص کی مثل کہی جسنے لوگون کی کہا کہ ترا نمیدانم چہ نشتہ ای در قفا خر جواب دا کہ مین خدا کے حکم کے خلاف ہرگز نکرونگا حق تعالی خود فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوۃ پس ہمکو سمجھے ہو جو اعتراض کرنا سلف صالحین کو مطعون کرنا تو بہت آسان ہے مگر جزا اسکی حرمان اور خسران ہے آپ ہم اسقدر پر کفایت کرتے ہین اور باقی مسائل کی جوابات کا شوق ہو وہ کتب حنفیہ کو دیکھو اور یہ سمجھ لو کہ مؤلف ظفر مبین کے کلام قابل اعتبار نہین ہین اور چونکہ مؤلف ظفر مبین نے جابجا ائمہ کی تحقیر توہین سخت الفاظ

کین ہین اور بہت سے امور صحیحہ و فضائل واقعیہ کا انکار کیا ہی اسوجہ سے اون اقوال کی تردید اور ذکر فضائل صحیحہ حضرات ائمہ کو ضروری سمجھکے اسطرف توجہ کرتے ہین **قولہ** امام اعظم کے مقلدین حدیث پر چلنے والون کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہین کہ امام اعظم کے پاس حدیث کی کتابون کے کئی صندوق تھے اور امام اعظم نے سوائے جماعت صحابہ کے تین سو تابعین مشائخ سے سماع حدیث کی کی اور اونکے سند کی روایت پانچسو آدمیون نے کی ہی اور سب استاذ امام اعظم کے چار ہزار آدمی ہین اس بات کو شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح سفر السعادت مین نقل کیا ہے سو جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ تو شیخ عبدالحق وغیرہ حنفیہ کے خانہ ساز باتین ہین بجز بعض متعصب امام اعظم کے مقلدون کے کوئی نہین مانتا اور ایسی بناوٹی دل سے تراشی ہوئی باتون کو سچا کوئی نہین جانتا ہے **اقول** مناقب امام اعظم کے صرف حنفیہ نہین لکھتے ہین ناگمان ہو کہ اونھون نے اپنے دل سے گڑھ لیا ہے بلکہ محدثین بھی ان مناقب کے بیان مین شریک ہین ابوعبداللہ شمس الدین محمد ذہبی مؤلف میزان الاعتدال فی اسماء الرجال وغیرہ تذکرۃ الحفاظ مین لکھتے ہین ابوحنیفۃ الامام الاعظم فقیہ العراق النعمان بن ثابت بن زوطا التیمی مولاہم الکوفی مولدہ سنۃ ثمانین یعنے امام اعظم ابوحنیفہ فقیہ اہل عراق کے نام انکا نعمان ہی اور اونکے باپ کا نام ثابت اور اونکے باپ کا نام زوطا ہے کوفہ کے رہنے والے ولادت اونکی سنہ اسّی ہجری مین ہوئی رای انس بن مالک غیر مرۃ لما قدم علیہم الکوفۃ رواہ ابن سعد عن سیف بن جابر انہ سمع ابا حنیفۃ یقول رایت انس بن مالک رض کو چند مرتبہ جب کہ آئے انس کوفہ مین روایت کیا انس مرکو ابن سعد نے سیف ابن جابر سے کہ اونھون نے اس مرکو ابوحنیفہ سے سنا وحدث عن عطاء ونافع وعبدالرحمن بن ہرمز الاعرج وسلمۃ بن کہیل وابی جعفر محمد بن علی وقتادۃ وعمرو بن دینار وابی اسحق وخلق کثیر اور روایت کیا ابوحنیفہ نے احادیث کو عطا اور نافع اور عبدالرحمن اعرج اور سلمہ بن کہیل اور ابوجعفر امام باقر محمد بن زین العابدین اور عمرو بن دینار اور ابواسحق سبیعی اور سوائے انکے اور جماعت سے وفقہ بہ زفر بن الہذیل وداؤد الطائی والقاضی ابویوسف ومحمد بن الحسن واسد بن عمرو والحسن بن زیاد اللؤلؤی ونوح الجامع وابومطیع البلخی وعدۃ اور علم سیکھا انسے زفر بن ہذیل اور داؤد طائی جو کبار تلامذہ سے ہین اور قاضی ابویوسف اور امام محمد بن الحسن اور نوح جامع اور ابومطیع بلخی وغیرہم نے وکان قد اتفقہ بحماد بن ابی سلیمان وغیرہ اور علم دین سیکھا امام نے حماد بن سلیمان وغیرہ سے وحدث عنہ وکیع ویزید بن ہارون وسعید بن الصلت وابوعاصم وعبدالرزاق وعبیداللہ بن موسی وابونعیم وابوعبدالرحمن والشیخین اور روایت کیا امام سے وکیع اور یزید بن ہارون اور سعید بن صلت اور ابوعاصم اور عبدالرزاق اور عبیداللہ بن موسے اور ابونعیم اور ابوعبدالرحمن اور سوائے انکے اور لوگون نے وکان اماما ورعا عالما متعبدا کبیرا فقیہا الاجماع جہارا مشہورا بل ہو امام الدنیا وہی ابوحنیفہ امام متقی عالم باعمل بڑے عابد بڑے مرتبہ والے نہین قبول کرتے تھے بسبب کمال ورع وتقوی کے تحفہ اور ہدایا بادشاہون کے بلکہ تجارت کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے محنت کرکے

کب معیشت کرتے تھے قال فرار بن مرد کہا فرار بن مرد نے سہل بزید بن ہارون پوچھا کسی نے یزید بن ہارون سے کہا
افقہ الثوری او ابو حنیفہ ان دونوں میں کون بڑے فقیہ تھے سفیان ثوری یا ابو حنیفہ قال پس جواب دیا یزید نے
ابو حنیفہ افقہ و سفیان احفظ للحدیث یعنے ابو حنیفہ فقہ میں زیادہ ہیں اور سفیان ثوری احادیث کی بڑی یاد رکھنے والے
ہیں وقال ابن المبارک ابو حنیفۃ افقہ الناس اور کہا عبد اللہ بن مبارک نے ابو حنیفہ بڑے فقیہ تھے وقال الشافعی
الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفۃ اور کہا امام شافعی نے سب لوگ فقہ میں محتاج ہیں امام ابو حنیفہ کے وروی
احمد بن محمد بن القاسم بن محرز اور روایت کیا احمد بن محمد بن قاسم بن محرز نے عن یحیی بن معین یحیی بن معین کہ
نقاد رجال حدیث سے ہیں اور جید محدثین انکی توثیق کو معتبر سمجھتے ہیں اور جس راوی کو وہ ثقہ کہدیں اوسکو معتمد
سمجھتے ہیں قال کہا اونہوں نے امام ابو حنیفہ کے حق میں لا باس بہ لم یکن متہما یعنے نہیں کچھ خلل ہے انکی روایات میں
بلکہ وہ ثقہ ہیں اور نہیں ہیں متہم بالکذب وغیرہ اور یحیی بن معین کا کسی کو لا باس بہ کہدینا بمنزلہ ثقہ کہدینے کے ہے
جیسا کہ مقدمہ ابن الصلاح اور مختصر ابن جماعہ وغیرہ کتب اصول حدیث میں مسطور ہے اور تفصیل اسکی سعی مشکور
فی رواۃ المذہب المأثور میں مذکور ہے جسکو شوق ہو دیکھ لے پس بتصریح یحیی بن معین ثابت ہوا کہ امام ابو حنیفہ
روایات حدیث میں ثقہ ہیں کسی طرح کا انمیں ضعف نہیں ہے وقد ضربہ یزید بن عمر بن ہبیرۃ علی القضاء قالی ان
یکون قاضیا اور مارا امام کو یزید بن ہبیرہ نے اور مجبور کیا اونکو قبول عہدۂ قضا پر پس نہ مانا اونہوں نے اور سبب
غایت ورع و احتیاط کے عہدۂ قضا کو پسند نہ کیا وروی بشر بن الولید عن ابی یوسف قال کنت اصلی مع ابی حنیفۃ
فقال واللہ ما تحدث الناس عنی بما لم افعل فکان یحیی اللیل صلوۃ و دعاء و تضرعا اور روایت کیا بشر بن ولید نے
امام ابو یوسف سے کہا اونہوں نے کہ میں امام کے ساتھ تہا کہ ایک شخص نے راہ میں انکو دیکھ کے کہا کہ یہ ابو حنیفہ ہیں
تمام رات نہیں سوتے ہیں پس کہا ابو حنیفہ نے نہ نسبت کیجاوے میری طرف وہ عبادت جو میں نہیں کرتا ہوں پس
اوس روز سے ابو حنیفہ تمام رات جاگتے تھے اور نماز و اذکار و دعاء وغیرہ میں مصروف رہتے تھے تلت مناقب
ہذا الامام قد افردتہا فی جزء یعنے کہتا ہوں میں کہ مناقب اور فضائل اس امام میں ایک رسالہ مستقل میں نے
لکھا ہے وکان مولدہ فی رجب سنۃ ۸۰ ثمانین وماتہ اتہی اور ہوا انتقال ابو حنیفہ کا رجب میں سنہ ۱۵۰ ڈیڑھ سو ہجری میں
اور ایسہی مناقب امام کے ذہبی فی کاشف میں اور یافعی شافعی مورخ نے مرآۃ الجنان میں اور ابن خلکان شافعی نے
اپنی تاریخ میں اور ابن عبد البر محدث مالکی نے اپنی کتاب الانتقاء میں اور ابن الاثیر محدث جزری شافعی نے جامع الاصول
میں اور شارح صحیح مسلم محی الدین نووی محدث شافعی نے تہذیب الاسماء واللغات میں اور مولف مشکوۃ نے اسماء رجال مشکوۃ
میں اور ابو اسحق شیرازی شافعی نے اپنے طبقات میں اور عبد الوہاب شعرانی شافعی نے میزان میں اور یواقیت میں
اور کشف الغمہ میں اور امام غزالی شافعی نے احیاء العلوم میں وغیرہم نے بتفصیل تمام مذکور کیے ہیں اور بہت سے

محدثین اور مقلدین مذاہب اربعہ نے مناقب امام میں رسائل مستقلہ لکھے ہیں ایک رسالہ ذہبی کا دوسرا رسالہ مجدالدین شیرازی
شافعی صاحب قاموس کا تیسرا رسالہ ابن حجر مکی شافعی کا مسمے بہ الخیرات الحسان فی مناقب النعمان چوتھا رسالہ جلال الدین
سیوطی محدث شافعی کا مسمے بہ بیض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ پانچواں رسالہ طحاوی کا مسمے بہ عقود المرجان چھٹا
رسالہ طحاوی کا مسمے بہ قلائد عقود الدرر والعقیان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان ساتواں رسالہ انہیں کا الروضۃ البہیۃ
المنیفۃ فی مناقب ابی حنیفۃ آٹھواں رسالہ محمد بن احمد شعبی کا نواں رسالہ موفق مکی کا دسواں رسالہ محی الدین عبدالقادر
قرشی کا مسمے بہ کتاب فی مناقب النعمان گیارہواں رسالہ جار اللہ زمخشری کا مسمے بہ شقائق النعمان فی مناقب النعمان
بارہواں رسالہ عبداللہ حارثی کا مسمے بہ کشف الاسرار تیرہواں رسالہ یوسف ابوالمظفر بغدادی کا چودہواں رسالہ
انہیں کا مسمے بہ انتقاد الامام ائمۃ الامصار پندرہواں رسالہ ابوعبداللہ صیمری کا سولہواں رسالہ احمد بن صلت حمانی کا
سترہواں رسالہ محمد برزنجی کا اٹھارہواں رسالہ ابوالقاسم عبداللہ سعدی کا انیسواں رسالہ المواہب الشریفہ فی
مناقب ابی حنیفہ بیسواں رسالہ تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان اکیسواں رسالہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف دمشقی کا
مسمے بہ عقود الجمان فی مناقب النعمان بائیسواں رسالہ زکریا بن یحیی کا تیئیسواں رسالہ ابواحمد شعبی کا چوبیسواں رسالہ
شمس الدین احمد سیواسی کا پچیسواں رسالہ ابوجعفر شیرازی کا انکے سوا اور بھی بہت رسائل ہیں جنمیں فضائل
امام اعظم کے مذکور ہیں بایں ہمہ جو شخص فضائل امام سے انکار کرے وہ یا تو محض جاہل ہے یا متعصب فاجر ہے اور
انکا راوسکا ایسی ہے جیسے روافض فضائل حضرات شیخین سے انکار کرتے ہیں یا خوارج مناقب حضرت عثمان اور
حضرت علی سے انکار کرتے ہیں یا یہود و نصاری اور کفار سب پیغمبر فضائل خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں
مانتے ہیں اور جو حنفیہ فضائل ذکر کرتے ہیں اون سب کو فسانہ ساز باتیں حنفیہ کے گھڑا اور اون سب کو غیر معتبر سمجھنا
جیسا کہ غیر مقلدین کہا کرتے ہیں محض ناسمجھی کی بات ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیوں یہ لوگ جملہ فضائل
امام کو غیر معتبر سمجھتے ہیں ظاہر اسکے چند وجوہ معلوم ہوتے ہیں مگر وہ سب وجوہ مردود ہیں ایک یہ کہ بعض حنفیہ
اپنے رسائل مناقب میں بعض فضائل ایسے لکھتے ہیں کہ خلاف عقل و نقل ہیں جواب ہمان یہ صحیح ہے مگر یہ امر کچھ
خاص حنفیہ کے ساتھ نہیں بلکہ بعض شافعیہ بھی فضائل اپنے امام کے غلط لکھ گئے اور محدثین بھی مناقب بعض مؤلفین
میں مبالغات کر گئے پھر یہ طریقہ اونہیں لوگوں کا رہا جو غیر معتبر تھے یا متعصب تھے اونکی ایسے مناقب کی اعتبار نہ کرنے سے
یہ نہیں لازم ہے کہ سب فضائل یکقلم اوڑا دیے جاویں دوسرے یہ کہ ہر مذہب والا اپنے امام کی تعریف کیا کرتا ہے
اور بسبب حسن اعتقاد کے اپنے مقتدی کو سب سے افضل سمجھا کرتا ہے بناء علیہ جو حنفیہ مناقب اپنے امام کے
لکھتے ہیں اونپر اعتماد نہیں ہو سکتا ہے جواب اولا تو یہ طریقہ جمیع مقلدین کا نہیں ہوتا ہے بلکہ جو اونمیں جامع
رطب و یابس ہوتے ہیں اور علم وسیع نہیں رکھتے ہیں اونکا یہ شیوہ ہوتا ہے اس سے یہ نہیں لازم کہ حنفیہ کا کلام

اونکے امام کے حق مین غیر معتبر سمجھا جاوے گراونکا شمار مصنفین اور محققین مین ہوتا ثانیاً یہ کہ یہ شبہہ تو جب ہو کہ
صرف حنفیہ ہی امام کے مناقب لکھہ گئے ہون اور ہرگاہ ایک جم غفیر شافعیہ اور حنبلیہ اور مالکیہ اونکے مناقب مین کا ذکر
فضائل امام مین شریک ہے پس یہ اشتباہ محض لغو ہے ثالثاً یہ کہ اگر ایسی شبہہ معتبر ہو تو لازم آتا ہے کہ محدثین جو صحاح
بخاری اور مسلم وغیرہ لکھہ گئے رہ بھی قابل اعتبار نہون باین خیال کہ ہر شخص اپنے گروہ والون کو اچھا کہتا ہے
اونکا اعتبار نہین ہوتا ہے بلکہ لازم آتا ہے کہ اہل سنت جسقدر مناقب حضرت شیخین کے لکھہ گئے وہ سب اسی خیال خام
سے غیر معتبر ہو جاوین تیسرے یہ کہ جسقدر مناقب حنفیہ نے اپنی کتابون مین لکھے ہین وہ سب بے سند ہین اسوجہ سے
اونکا اعتبار نہین ہے جواب ہرگاہ ایک جم غفیر محدثین بھی اونکے شریک ہین پس بے سند ہونا ان مناقب کا
کیا ضرر کریگا اور اگر ایسی بے سند بات مطلقاً غیر معتبر ہوا کرے تو لازم آتا ہے کہ جتنے محدثین بخاری اور مسلم اور ابوداؤد
اور نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی اور امام مالک اور امام احمد اور امام شافعی وغیرہ کے فضائل لکھہ گئے وہ سب سبب
خانہ ساز اور بے سند بنا کے غیر معتبر کر دیے جاوین لہذا بتاؤ تو کہ تذکرۃ الحفاظ مین اور سیر النبلاء مین ذہبی نے
اور طبقات الحفاظ مین سیوطی نے جو فضائل ان حضرات کے لکھے ہین اونکی باتون کی سند کہان ہے مقدمہ فتح الباری
مین جو مناقب امام بخاری کے کئی جزء لکھے ہین اونکی روایت مسلسل کہان ہے علاوہ ازین اس بنا پر لازم آتا ہے کہ
اکثر کتابین اسماء رجال کی لغو ہو جاوین کیونکہ اونمین محدثین کے اقوال جرح اور تعدیل رواۃ حدیث مین سب بے سند
مذکور ہین فرمایئے تو سہی ان الاعتدال مین جتنے اقوال قدماء کے منقول ہین اونکی اسانید کس کتاب مین ہین کاشف
اور تہذیب التہذیب اور تحصیل المنفعۃ برجال الاربعہ اور اسعاف المبطا برجال الموطا وغیرہ مین جو اکابر محدثین کی حکایات
مسطور ہین اونکو کسنے مسلسل روایت کیا ہے ارباب تواریخ و طبقات و تراجم جو حالات علماء کے لکھہ گئے وہ سب بے سند
ابن تیمیہ اور ابن قیم کے جسنے حالات لکھے بے سند لکھے ابن حجر عسقلانی اور سخاوی اور ذہبی اور ابن الملقن اور ابن الصلاح
اور نووی اور زین الدین عراقی اور جلال الدین بلقینی اور سیوطی اور ابن رجب اور ابن عبد الہادی اور سوا اسکے
بڑے بڑے محدثین کے جسنے حالات لکھے سب بے سند لکھے پس بلازم آتا ہے کہ یہ خانہ ساز باتین بنا کے اور اوڑھ جاوین
اور تمام امور مندرجہ کتب تواریخ و اسماء رجال کے غیر معتبر سمجھ لیے جاوین ہمکو یقین ہے کہ اس امر کو کوئی غیر مقلد کیا بلکہ
کوئی ذی عقل بھی گوارا نہ کریگا پس اس امر کو پسند نکرنا اور امام اعظم کے مناقب کو خانہ ساز باتین کہدینا بجز مکر و دغا بازی
کے اور کیا ہے **قولہ** دیکھو صحابہ سے امام اعظم کی سماع ثابت ہونے سے محققین نے انکار کیا ہے اور اوسکا رد لکھہ دیا ہے
چنانچہ کہا ملا علی قاری حنفی نے شرح نخبۃ الفکر مین عن السخاوی اعتمد انہ لا روایۃ للامام عن احد من الصحابۃ بصفوہ فی زمن
اور اکابہم یعنے روایت ہے سخاوی سے کہ لائق اعتماد کے یہ بات ہے کہ ابو حنیفہ کو کسی صحابہ سے اونکے زمانہ صحابہ مین
صغر سن ہونے کی سب سے روایت نہین ہے **اقول** امام کا صحابہ سے احادیثہ کا سننا خود حنفیہ مین مختلف فیہ ہے

بعضے سماعت ثابت کرتے ہین اور بعضے انکار کرتے ہین ردالمحتار مین بعض محدثین سے منقول ہی ما وقع للعینی انہ اثبت
سماعہ من جماعۃ من الصحابۃ ردہ علیہ صاحبہ الشیخ الحافظ قاسم الحنفی والظاہر ان سبب عدم سماعہ ممن ادرکہ من الصحابۃ انہ
اول امرہ اشتغل بالاکتساب حتے ارشدہ الشعبی لما رای من ہاجر تجارتہ الی الاشتغال بالعلم انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ عینی نے
امام کی سماعت احادیث کو صحابہ سے ثابت کیا ہی اور قاسم بن قطلوبغا حنفی نے کہ عینی کے معاصر تھے اونکے اقوال کو رد
کردیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ سبب نہ سننے امام کا صحابہ سے باوجود اسکے کہ زمانہ صحابہ کا اونھون نے پایا اور بعض صحابہ سے
ملاقات بھی کی یہ ہے کہ ابتدا اومین امام کسب و تجارت مین مشغول ہوے تھے اور تحصیل علم کی طرف توجہ نہین کی تھی اور جب
شعبی سنا انکی نجابت و ذکاوت کو دیکھا انکو تحصیل علم کی ہدایت کی پس جب انھون نے قصد تحصیل علم کا کیا زمانہ صحابہ کا
گذر گیا تھا اسوجہ سے انکو نوبت صحابہ سے سماعت کی نہین آئی الحاصل اگر سماعت امام کی صحابہ سے نہ ثابت ہو کچھ
حرج نہین ہے صرف زمانہ صحابہ کو پانا اور بعض صحابہ سے ملاقات کرنا اور زمرۂ تابعین مین داخل ہونا اونکے امتیاز
وفضیلت کے واسطے وافی ہے امام اعظم کے زمانہ مین اور جنے مشاہیر محدثین بلاد متفرقہ مین تھے کیسکو شبہ صحبت
صحابہ نہین حاصل ہوا اگر ہو تو امام کو حاصل ہوا ملا علی قاری شرح نخبۃ الفکر مین بعد تحقیق اس امر کے کہ تابعی وہ شخص ہی
جنے صحابہ کو دیکھا ہو روایت اونسے کی ہو یا نہ کی ہو لکھتے ہین قلت کہتا ہون مین و بہ یندرج الامام الاعظم فی سلک التابعین
فانہ قد رای انس بن مالک وغیرہ من الصحابۃ یعنے اسی بیان سے معلوم ہوا کہ امام اعظم تابعین مین داخل ہین اسوجہ سے
کہ اونھون نے حضرت انس وغیرہ کو دیکھا ہے علی ما ذکرہ الشیخ الجزری فی اسماء رجال القراء جیسا کہ ذکر کیا ہے اس امر کو
شیخ جزری مصنف حصن حصین نے اپنی کتاب اسماء رجال القراء مین والامام القوشجی اور امام قوشجی نے فی تحفۃ المرشد
اپنی کتاب تحفۃ المرشد مین وصاحب کشف الکشاف فی سورۃ المومنین اور مصنف کشف الکشاف نے تفسیر سورۂ مومنون
مین وصاحب مرآۃ الجنان اور مولف مرآۃ الجنان نے وغیرہم من العلماء المتبحرین اور سوے انکے اور علماء متبحرین
نے فمن نفی انہ تابعی فما مانع الا التعصب الفاتر انتہی پس جنے انکار کیا اونکی تابعیت کا پس یا تو یہ انکار
بسبب قصور تتبع کے ہو یا بسبب تعصب کے اگر کوئی جاہل کہے کہ ملا علی قاری حنفی ہین اونکی یہ بات خانہ ساز ہے تو اوسکا
جواب یہ ہے کہ وہ گو حنفی ہین مگر اونھون نے جزری سے نقل کیا ہے اور وہ محدثین شافعیہ مین ہین اور ایسہی یافعی
مولف مرآۃ الجنان سے نقل کیا ہے اور وہ کبار اولیاء اللہ اور علماء شافعیہ مین معدود ہین اور ایسی صاحب کشف الکشاف
علماء شافعیہ سے ہین پس معلوم ہوا کہ یہ بات حنفیہ کی خانہ ساز نہین ہے بلکہ ایک امر خدا ساز ہی کہ جسکا اقرار ہر موافق
و مخالف کر رہا ہے اب اور بھی چند عبارات اجلہ محدثین کی اور علماء متبحرین کی ملاحظہ کیجے اور انصاف بجا لاتون سے
باز آیئے فمنہم جو کا بر محدثین اور علماء شافعیہ سے ہین تذکرۃ الحفاظ مین لکھتے ہین راٰی انس بن مالک غیر مرۃ لما قدم
علیہم الکوفۃ انتہی یعنے دیکھا ابو حنیفہ نے حضرت انس کو چند مرتبہ جب وہ کوفہ مین آئے اور احمد قسطلانی شافعی ارشاد الساری

شرح صحیح بخاری مین باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب مین لکھتے ہین وہذا مذہب الجمہور من الصحابۃ اور یہ یعنے بھاگ ہونا نماز کا ایک کپڑے مین بشرطیکہ بہتر چھپ جاوے مذہب ہے اکثر صحابہ کا کابن عباس وعلی ومعاویہ وانس وعائشہ وابن ابوہید وابی ہریرہ وعائشہ وام ہانی مثل عبید اللہ بن عباس اور علی مرتضے اور معاویہ اور انس اور خالد بن الولید اور ابوہریرۃ اور عائشہ اور ام ہانی رضی اللہ عنہم ومن التابعین الحسن البصری وابن سیرین والشعبی وابن المسیب وعطاء وابوحنیفہ اور یہی مذہب ہے اکثر تابعین کا مثل حسن بصری اور ابن سیرین اور عامر شعبی اور سعید بن مسیب اور عطاء اور ابوحنیفہ کے ومن الفقہاء ابویوسف ومحمد الشافعی ومالک واحمد فی روایۃ واسحق بن راہویہ انتہی اور یہی مذہب ہے فقہاء مین سے ابویوسف اور محمد اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحق بن راہویہ کا اور ذہبی کاشف مین لکھتے ہین رای انسا وسمع عطاء والاعرج وعکرمۃ وعنہ ابویوسف ومحمد انتہی یعنے دیکھا ابوحنیفہ نے انس کو اور روایت کیا احادیث کو عطاء اور اعرج اور عکرمہ سے اور اون سے روایت کی ابویوسف اور محمد نے اور یافعی شافعی مرآۃ الجنان مین لکھتے ہین رای انسا وروی عن عطاء انتہی یعنے دیکھا ابوحنیفہ نے انس کو اور روایت کیا عطاء سے اور روی یافعی لکھتے ہین کان قد ادرک اربعۃ من الصحابۃ ہم انس بن مالک بالبصرۃ وعبد اللہ بن ابی اوفی بالکوفۃ وسہل بن سعد الساعدی بالمدینۃ وابا الطفیل عامر بن واثلۃ بمکۃ یعنے تھے امام ابوحنیفہ کہ پایا تھا اونہون نے چار صحابہ کو یعنے اونکے زمانے مین چار صحابی موجود تھے انس بصرہ مین اور عبد اللہ بن ابی اوفی کوفہ مین اور سہل بن سعد ساعدی مدینہ مین اور ابوالطفیل عامر بن واثلہ مکہ مین قال بعض اصحاب التواریخ لم یلق احد منہم ولا اخذ عنہم واصحابہ یقولون لقی جماعۃ من الصحابۃ ورووا عنہم یعنے کہا بعض سوانحین نے نہین ملاقات کی ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے اور نہ روایت کیا اوسسے کوئی حدیث اور حنیفہ کہتے ہین کہ امام نے ملاقات کی ایک جماعت صحابہ سے اور روایت کی اونسے وذکر الخطیب فی تاریخ بغداد انہ رای انس بن مالک انتہی اور ذکر کیا ہے خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد مین کہ ابوحنیفہ نے دیکھا ہے انس کو اور ملا علی قاری کی طبقات حنفیہ مین لکھتے ہین قد ثبتت روایۃ بعض الصحابۃ واختلف فی روایۃ عنہم والمعتمد ثبوتہا کما بینتہ فی سند الامام شرح مسند الامام فہو من التابعین الاعلام انتہی یعنے ثابت ہوئی ہے روایت ابوحنیفہ کی بعض صحابہ کو اور اختلاف کیا گیا ہے اوسکی روایت کرنے مین صحابہ سے اور معتبر یہ ہے کہ روایت ثابت ہے جیسا کہ مین نے بیان کیا ہے اسکو سند الامام شرح مسند امام ابوحنیفہ مین پس ہوئی وہ زمرۂ تابعین سے اور ابن جوزی علل متناہیہ مین لکھتے ہین قال الدارقطنی ابوحنیفہ لم یسمع من احد من الصحابۃ وانما رای انس بن مالک بالبصرۃ انتہی یعنے کہا دارقطنی نے ابوحنیفہ نے نہین سنا کسی صحابی سے جز اس نیست کہ دیکھا ہے اونہون نے انس کو اپنی آنکھ سے اور سیوطی تبییض الصحیفۃ فی مناقب ابی حنیفۃ مین لکھتے ہین قد الف الامام ابومعشر عبد الکریم بن عبد الصمد الطبری المقری الشافعی جزءا فیما رواہ ابوحنیفۃ عن الصحابۃ لکنہ قال رحمۃ اللہ سمعت الدارقطنی یقول لم یلق ابوحنیفۃ احدا من الصحابۃ الا انہ رای

انہ نہیں ولم یسمع منہ انتہی یعنے تصنیف کیا ہے ابو معشر عبدالکریم طبری شافعی نے ایک رسالہ بیان مین اون روایات کے جو ابو حنیفہ نے صحابہ سے کی ہین لیکن کہا حمزہ سہمی نے کہ سنا مینے دارقطنی سے کہ کہتے تہے نہین ملاقات کی ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے یعنے اونکی صحبت و ملازمت نہین کی مگر یہ کہ دیکھا ہے اونہون نے انس کو اور نہین سنا حدیث اونسے اور بھی فیض الصحیفہ مین ہے قد وقفت علی فتیا رفعت الی الشیخ ولی الدین العراقی یعنے مطلع ہوا مین ایک فتوے پر کہ پیش کیا گیا خدمت مین ولی الدین عراقی ابن زین الدین عراقی کے اور اوسمین یہ سوال تہا ہل روی ابو حنیفہ عن احد من الصحابۃ وہل یعد فی التابعین کیا روایت کی ہے ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے اور کیا اونکا شمار تابعین مین ہے یا نہین فاجاب پس جواب دیا ولی عراقی نے الامام ابو حنیفۃ لم یثبت لہ روایۃ عن احد من الصحابۃ وقد رای انس بن مالک ابو حنیفہ کا روایت کرنا کسی صحابہ سے بدرجہ صحت تک نہین ہوا ہے اور تحقیق دیکھا ہے اونہون نے انس رض کو اور رفع ہذا السوال الی الحافظ ابن حجر اور پیش کیا گیا ہے سوال حافظ ابن حجر عسقلانی مولف تقریب و فتح الباری وغیرہ کی خدمت مین فاجاب پس جواب دیا اونہون نے ادرک ابو حنیفۃ جماعۃ من الصحابۃ لانہ ولد بالکوفۃ سنۃ ثمانین من الہجرۃ وہی یومئذ بعبد اللہ بن ابی اوفی فانہ مات بعد ذلک وبالبصرۃ یومئذ انس پایا ہے امام نے چند صحابہ کو کیونکہ ولادت اونکی کوفہ مین سنہ اسی ہجری مین ہوئی اور کوفہ مین اوس زمانے مین عبد اللہ بن ابی اوفی موجود تہے کیونکہ اونکا انتقال بعد سنہ اسی کے ہوا ہے اور بصرہ مین اوس زمانے مین انس موجود تہے دقدا ور ابن سعد سند لا باس بہ اور تحقیق روایت کیا ہے ابن سعد نے کتاب الطبقات مین ایسی سند سے کہ لا باس بہ ہے یعنے غیر معتبر نہین ہے ان ابا حنیفۃ رای انسا یہ امر کہ ابو حنیفہ نے دیکھا انس رض کو وکان غیر مدع من الصحابۃ بعدۃ من البلدان احیاء اور تہے سوائے ان دو صحابی کے اوس زمانے مین زندہ چند شہرون مین وقد جمع بعضہم جزءا فی ما روی من روایۃ ابی حنیفۃ عن الصحابۃ اور تحقیق تصنیف کیا ہے بعض علماء نے ایک رسالہ اون روایات مین کہ ابو حنیفہ نے صحابہ سے کی ہین ولکن لا یخلو اسنادہ من ضعف ولکن نہین خالی اونکا سند اون روایات کی ضعف سے یعنے بعض رواۃ امام ابو حنیفہ کے مابعد اونمین ضعیف ہین والمعتمد علی ادراکہ ما تقدم وعلی روایتہ بعض الصحابۃ ما اور وہ ابن سعد فی الطبقات فہو سندا الاعتبار من طبقۃ التابعین اور معتبر باب ادراک مین وہی ہے جو پہلے ہم لکہہ چکے یعنے ابو حنیفہ کے زمانے مین صحابہ موجود تہے اور باب روایت مین روایت ابن سعد کی ہے کہ انس کو اونہون نے دیکہا ہے پس ابو حنیفہ اس اعتبار سے طبقہ تابعین سے ہین کیونکہ تابعی ہونے مین مجرد دیکہنا کسی صحابی کا کافی ہے گو روایت اور کثرت ملازمت وصحبت نہو وطیئۃ ذلک لاحد من ائمۃ الاعصار المتاخرین لہ اور نہین ثابت ہوئی یہ فضیلت تابعیت کی کسیکو اون ائمہ سے جو ہمعصر ابو حنیفہ کے تہے کالاوزاعی بالشام والحماد ین بالبصرۃ والثوری بالکوفۃ ومسلم بن خالد الزنجی بمکۃ واللیث بن سعد بمصر انتہی جیسے اوزاعی شام مین اور دونون حماد یعنے حماد بن سلمہ اور حماد بن زید بصرہ مین اور سفیان ثوری کوفہ مین اور مسلم زنجی مکہ مین

لیث بن سعد مصر میں کہ یہ سب زمانہ ابوحنیفہ میں تھے مگر کسی کو دیکھنا صحابی کا حاصل نہیں ہوا اور شارح صحیح مسلم
محی الدین نووی تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں وقال الخطیب البغدادی فی التاریخ ابوحنیفہ امام اصحاب
وفقیہ اہل العراق رأی انس بن مالک انتہی یعنے کہا خطیب بغدادی نے اپنے تاریخ میں کہ ابوحنیفہ امام اصحاب
رای کا اور فقیہ ہیں اہل عراق کے دیکھا ہے اونہوں نے انس رض کو اور ابن عابدین شامی ردالمحتار میں لکھتے ہیں وعلی کل فہو
من التابعین ومن جزم بہ الحافظ الذہبی والحافظ العسقلانی وغیرہما انتہی یعنے ہر تقدیر پر کہ امام کا روایت کرنا صحابہ سے
ثابت ہو یا نہ ثابت ہو پس وہ طبقہ تابعین سے ہیں اعلا اون لوگوں سے کہ جزم کیا اونہوں نے اور تصریح کی ہے ساتھ
تابعیت امام کے ذہبی اور ابن حجر عسقلانی نے کہ اونہوں نے لدنکے تابعی ہونے کو مرجح سمجھا ہے الحاصل کتب اصول فقہ
وحدیث میں محقق ہو چکا ہے کہ تابعی ہونے میں صرف رویت کسی صحابی کی کافی ہے خواہ سماعت حدیث اوس سے
ہوئی ہو یا نہ اور خواہ کثرت مصاحبت ومجالست ہوئی ہو یا نہ اور امام ابوحنیفہ کا انس کو دیکھنا ثابت ہے پس
اونکی تابعیت میں کیونکر شبہہ ہو سکتا ہے ہمکو بڑا تعجب ہے کہ مؤلف ظفر مبین نے بے سمجھے بوجھے تقلید مؤلف
معیار الحق کی اور صفحہ ۱۹۱ اور صفحہ ۱۹۲ میں راہ سفاہت اختیار کی وشرارت وعداوت سی عوام کو مغالطہ
دینے وبہکانے لگے اول ایک عبارت ملا علی قاری کی شرح نخبۃ الفکر سے کہ اوسمیں سخاوی سے منقول ہے
کہ معتمد یہ ہے کہ ابوحنیفہ کو کسی صحابی سے روایت نہیں ہے نقل کردی باین غرض کہ عوام اس عبارت کو دیکھکے
سمجھ جاوین کہ ملا علی قاری حنفی بھی منکر روایت ہیں اور دوسری عبارت ملا علی قاری کی شرح نخبۃ کی اور ایسی
عبارت اونکی طبقات حنفیہ میں اور عبارت اونکی شرح مسند ابوحنیفہ میں اونکی نظر فاصر میں نہ گذری جسسے صاف معلوم ہوتا ہے
کہ اونکے نزدیک قول معتبر یہ ہے کہ ابوحنیفہ کو صحابہ کی رویت بھی حاصل ہے اور روایت احادیث بھی اونسے ثابت ہے
ثانیا اسوجہ سے کہ مثل مؤلف معیار الحق کے ایک عبارت نووی کی تہذیب الاسماء واللغات کی نقل کردی جسمیں
طبقات ابواسحق شیرازی سے منقول ہے کہ امام کے زمانے میں چار صحابی موجود تھے انس رض اور عبداللہ بن ابی اوفی
اور سہل بن سعد اور ابوالطفیل مگر امام نے کسی سے کوئی حدیث روایت نہیں کی اور اسکے بعد کی عبارت نووی کی جو اوپر
منقول ہو چکی ہے جسمیں تابعیت امام کا اثبات ہے صرف بغرض فریب وہی دونوں نے اوڑا دی واہ حضرت واہ یہ تو مکر و
فریب اور اوسپر نام اپنی کتاب کا ظفر مبین اور معیار الحق رکھنا آپ ہی کا کام ہے شاید یہ حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو
لکھدینگے اوسپر لوگ ایمان لاوینگے اور سوائے ہمارے اور ایسے علماء نہیں ہیں کہ ان امور پر واقف ہونگے سو یہ
انکی غلط فہمی ہے علماء کے فضل سے ابھی تک مقلدین مذاہب اربعہ میں ایسے ایسے فضلا موجود ہیں کہ ان حضرات کو
صدہا برس تعلیم کرین اور انکے سر پر کود فریب کو ظاہر کردین ثالثا اسوجہ سے کہ بتباع مؤلف معیار الحق ایک عبارت
تذکرۃ الموضوعات کی للمہدی وکالمہ فی ایام ابی حنیفۃ اربعۃ من الصحابۃ انس بن مالک بالبصرۃ وعبداللہ بن ابی اوفی

بالکوفۃ وسھل بن سعد الساعدی بالمدینۃ وابو الطفیل عامر بن واثلۃ بمکۃ ولم یلق واحدا منھم ولا اخذ عنہ واصحابہ یقولون انہ لقی جماعۃ من الصحابۃ ورووا عنھم ولم یثبت ذلک عند اھل النقل اوراسکا ترجمہ یون کردیا یعنے ابوحنیفہ کے زمانے مین چار صحابی موجود تھے انس بن مالک بصرہ مین اور عبد بن ابی اوفی کوفہ مین اور سہل بن سعد ساعدی مدینہ مین اور ابو الطفیل عامر بن واثلہ مکہ مین لیکن ملاقات ابوحنیفہ کی انمین سے ایک سے بھی ثابت نہین ہوئی اور نہ انسے اونہون نے کچھ لیا ہے اور جو ابوحنیفہ کے اصحاب کہتے ہین کہ اونہون نے ایک جماعت صحابہ سے ملاقات کی ہے اور انسے روایت بھی اونہون نے کی سو یہ بات ائمہ نقل کے نزدیک ثبوت کو نہین پہونچی اور اونون امام اور مقتدی یہ نہ سمجھے کہ یہ عبارت اونکی واسطے کچھ مفید نہین اور غرض اونکی کہ ابوحنیفہ تابعی نہین اور روایت اونکی صحابہ سے ثابت نہین اس عبارت سے حاصل نہین ہوتی چند وجوہ سے ایک یہ کہ کبھی ملاقات کا اطلاق اوسوقت کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے جب کسی سے زیادہ صحبت ہو اور اوسکی مجلس مین حاضری کا اتفاق چند مرتبہ ہو اور نوبت کلام کی آئی ہو اور اگر صرف دو ایک مرتبہ کسیکو دیکھ لیا اور نوبت اونسے بات چیت اور صحبت ومجالست کی نہین آئی وہ ملاقات نہین سمجھی جاتی ہے اکثر یہ ہوتا ہے کہ اگر ایسے شخص سے پوچھیے کہ اوسنے کسی رئیس کو دیکھا ہو مگر نوبت حضوری دربار کی نہ آئی ہو کہ آپنے فلان رئیس سے ملاقات کی تو وہ فی الفور جواب دیتا ہے کہ نہین اور اگر پوچھیے کہ آپ نے اونکو دیکھا ہے تو کہتا ہے کہ ہان انہی دوکا ہزارون سے جنکی نظر سے صدہا بازاری گذرتے ہین پوچھیے کہ آپ نے فلان فلان سے جو ادہر سے گذر گئے ملاقات کی وہ کہتا ہے نہین اور اگر پوچھیے کہ آپ نے اونکو دیکھا ہے تو کہتا ہے کہ ہان انہی امام مسجد اور وعظ سے کہ اوسکے ساتھ صدہا لوگ شریک نماز اور وعظ ہوتے ہین پوچھیے کہ آپ نے فلان فلان سے ملاقات کی تو کہتا ہے کہ نہین اور اگر کہیے کہ تمنے اونکو دیکھا ہے تو کہتا ہے کہ ہان اور موافق انہین محاورات کے دارقطنی نے امام ابوحنیفہ کے حق مین ارشاد کیا ہم لم یلق ابوحنیفۃ احدا من الصحابۃ الا انہ رای ان بعینہ جیسا کہ سابقا منقول ہوچکا یعنے ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہین کی مگر یہ کہ انکو دیکھا ہے پس بنا علیہ عبارت مذکرۃ الموضوعات سے اگر ثابت ہوتا ہے تو اسیقدر کہ ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہین کی اور نہ روایت کی اوس سے یہ نہین لازم کہ مطلق دیکھنا بھی نہ ثابت ہو اور مدار تابعیت بمذہب صحیح صرف کسی صحابی کو دیکھنا ہے بقصد ہو یا اتفاقا ہو نوبت روایت ومجالست وملاقات ومصافحہ وغیرہ کی آئی ہو یا نہ آئی ہو پس اس عبارت سے اگر ثابت ہوگا تو ابوحنیفہ کا روایت نہ کرنا صحابہ سے ثابت ہوگا لیکن نفی تابعیت کا اس عبارت سے ہرگز ثبوت نہین ہوتا ہے پس سند گردانا اس عبارت کو نفی تابعیت مین جیسا کہ مولف معیار سے سرزد ہوا محض غلط ہے دوسرے یہ کہ لفظ ذلک کا اوس عبارت مین اشارہ ہے طرف مجموع ملاقات اور روایت کے اور مطلب یہ ہے کہ حنفیہ کہتے ہین کہ ابوحنیفہ نے صحابہ سے ملاقات کی اور روایت بھی اونسے کی سو یہ بات ائمہ نقل کے نزدیک ثابت نہین ہوئی پس اس سے اگر ثابت ہوا تو انکار مجموع ملاقات اور روایت کا ثابت ہوا

نہ انکار صرف ملاقات کا اور نہ انکار صرف روایت کا تیسرے یہ کہ تصریحات محدثین صرف ابوحنیفہ کا انسؓ کو دیکھنا ثابت ہے اور سننا انکے اور کسی صحابی سے ملاقات کرنا نہیں ثابت ہے اور بہت سے حنفیہ کا یہ قول ہے کہ ابوحنیفہ نے جملہ صحابہ سے ملاقات کی اور صاحب تذکرہ نے انکا اگر کیا ہے تو ایک جماعت صحابہ سے ملاقات کا کیا ہے نہ ایک سے ہی ملاقات الحاصل اس عبارت سے تابعیت امام کی اور انکار روایت انسؓ کا نہیں ثابت ہے علاوہ برین عبارات سابقہ سے معلوم ہو چکا کہ بڑے بڑے محدثین مذاہب مختلفہ نے امام کی تابعیت کو اور انکے انسؓ کے دیکھنے کو ثابت کیا ہے جیسے ملا علی قاری اور عینی اور یافعی اور ذہبی اور تورپشتی اور جزری اور قسطلانی اور سیوطی اور ابن حجر عسقلانی اور دلی عراقی اور خطیب بغدادی اور دارقطنی اور نووی اور ابن سعد وغیرہم پس اگر بالفرض والتسلیم عبارت محمد طاہر پٹنی مؤلف تذکرۃ الموضوعات سے نفی تابعیت ثابت ہو تو بمقابلہ ان اکابر محدثین اونکے قول کو کون معتبر کریگا بجز جاہل یا متعصب کے

**فائدہ** مؤلف معیار نے معیار میں لکھا ہے چاروں صحابی امام کے زمانہ میں موجود تھے لیکن ملاقات امام کی کسی سے یا روایت کرنی اونسے نزدیک اکثر ائمہ نقل کے ثابت نہیں ہوتی ہے جیسا کہ ابن طاہر حنفی صاحب مجمع البحار جنکی تحقیق سے فن حدیث واخبار میں علماء خوب واقف ہیں تذکرہ موضوعات میں فرماتے ہیں انتہی ناظرین منصفین پر مخفی نہ رہیگا کہ یہ تقریر بالکلیہ ہماری تقریرات سے اور گئی ہم پوچھتے ہیں کہ کیا مؤلف مجمع البحار اون محدثین سے بڑے ہیں جنکا ذکر ہو چکا علاوہ ازیں لفظ اکثر کا نشان عبارت تذکرہ میں کہیں نہیں ہے یہ آپ نے کہاں سے بڑھا دی آپکی جلالت قدر و رفعت فکر کا مقتضی یہ ہے کہ آپ اس تحقیق سے رجوع فرما دیں اور اپنے حواری و انصار کو سمجھا دیں ورنہ من سن سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرہا و وزر من عمل الی یوم القیامۃ آپ کو خوب معلوم ہے آئندہ اختیار بدست مختار والسلام

**قولہ** اور حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی نے امام اعظم کو چھٹے طبقہ میں شمار کیا چنانچہ تقریب التہذیب میں ہے النعمان بن ثابت الکوفی ابوحنیفۃ الامام یقال اصلہ من فارس ویقال مولی بنی تیم فقیہ مشہور من الساوسۃ تبع نعمان بن ثابت کا کوفی کا رہنے والا امام ابوحنیفہ کوئی کہتا ہے کہ یہ اصل میں فارسی ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ یہ بنی تیم کے آزاد کردہ غلام ہیں یہ فقیہ مشہور ہیں چھٹے طبقہ سے اور چھٹا طبقہ اون لوگوں کا ہے جنکو کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی چنانچہ ابن حجر خود مقدمہ کتاب میں فرماتے ہیں الساوسۃ من عاصر الخامسۃ لکن لم یثبت لہم لقاء احد من الصحابۃ کما بین جریج

**اقول** ۱ روایت سے نہیں آپ کو مس دیکھ لیا ۲ خوب سا دیکھ لیا ۳ آپ کو بس دیکھ لیا ۴ ایک عبارت سے کسی عالم کے استناد کرنا اور بڑے بڑے عالموں کے قول کو چھوڑ دینا بلکہ اوسی عالم کے قول کو جو اپنے مخالف ہو ترک کر دینا بعید از انسانیت ہے آپ مؤلف معیار کے مقلد تھے ایک عبارت ابن حجر کی لکھنے کے تابعیت امام کو اوڑانے لگے اور یہ نہ سمجھے کہ مدعین تابعیت کو یہ قول کسیطرح مضر نہیں ہے بدو وجہ **اول** یہ کہ عبارات سابقہ سے معلوم ہو چکا کہ اکابر محدثین نے جیسے نووی اور خطیب بغدادی اور دارقطنی اور ابن جوزی اور ذہبی وغیرہ نے اثبات اس امر کا کیا ہے

کہ امام نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے پس ان سب کے اقوال کو یک قلم واگذاشت کر دینا اور صرف ایک عبارت ابن حجر سے استناد کرنا خلاف عقل ونقل ہے دوسرے یہ کہ خود ابن حجر عسقلانی امام کے تابعیت کا اقرار کر رہے ہیں اور اپنے فتاوے میں روایت انسؓ کو معتبر سمجھتے ہیں جیسا کہ سیوطی کی تبییض الصحیفہ سے سابقاً ہم نقل کر چکے ہیں پس اوس فتوے کا اعتبار نہ کرنا اور تقریب کی عبارت کو سند گردانتا باوجود اسکے کہ ابن حجر مؤلف تقریب اور صاحب فتوے مذکورہ ایک ہی ہے اور کلام اور کا جواب سوال میں موافق اقوال اجلہ محدثین واکابر محققین کے ہے خالی سفاہت وشرارت و عداوت سے نہیں ہے اگر یہ شبہ ہووے کہ سیوطی کی نقل پر اعتماد نہیں تو جواب اوسکا یہ ہے کہ سیوطی اون علماء سے نہیں ہیں کہ نقل اونکی معتبر نہ کہی جاوے اور اونکے اقوال پر اعتماد نہ کیا جاوے بڑے بڑے علماء کو اونکی جلالت قدر واعتبار نقل کا اعتراف ہے محمد بن عبد الباقی زرقانی کی شرح مواہب لدنیہ میں ہے السیوطی محققہ فی النقل انتہی یعنے سیوطی نقل اقوال مذاہب میں حجت ہے اور نقل اوسکی معتبر ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ اس مضمون کو ابن حجر سے کسی اور نے بجز سیوطی کے نقل نہیں کیا اسوجہ سے اس نقل میں ضعف ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ اگر صرف سیوطی ناقل ہوتے تو بھی قول اونکا معتبر سمجھا جاتا چہ جائیکہ اس مقام میں اور علماء بھی اس نقل میں شریک ہیں اور ابن حجر کی طرف نسبت تابعیت دائم کے کر رہے ہیں ابن عابد بن شامی رد المحتار میں لکھتے ہیں ومن جزم بذلک الحافظ الذہبی والحافظ العسقلانی وغیرہما قال العسقلانی انہ ادرک جماعۃ من الصحابۃ کانوا بالکوفۃ بعد مولدہ بسنۃ ثمانین وذلک لاحد من ائمۃ الامصار المعاصرین لہ کالاوزاعی بالشام والحمادین بالبصرۃ والثوری بالکوفۃ ومالک بالمدینۃ واللیث بن سعد بمصر انتہی یعنے اون علماء سے کہ جزم کیا اونہوں نے ساتھ تابعی ہونے ابو حنیفہ کے حافظ ذہبی اور حافظ عسقلانی ہیں کہا ابن حجر عسقلانی نے پایا امام نے چند صحابہ کو کہ کوفہ میں بعد ولادت امام کے کوفہ میں کہ سن اسکی تین ہوے اور نہیں ثابت ہوئی یہ فضیلت کسی امام کو ائمہ معاصرین ابو حنیفہ سے جیسے اوزاعی ملک شام میں اور حماد بن زید اور حماد بن سلمہ بصرہ میں اور سفیان ثوری کوفہ میں اور مالک مدینہ طیبہ میں اور لیث بن سعد مصر میں اور ابن حجر مکی ہیتمی اپنے رسالہ الخیرات الحسان فی مناقب النعمان میں لکھتے ہیں صح کما قالہ الذہبی یعنے صحیح ثابت ہے جیسا کہ کہا ذہبی نے کہ انہ رای انس بن مالک وہو صغیر تحقیق امام ابو حنیفہ نے دیکھا ہے انس کو حالت صغر سنی میں وفی روایۃ مرارا اور ایک روایت میں ہے کہ چند مرتبہ دیکھا واکثر المحدثین علی ان التابعی من لقی الصحابی وان لم یصحبہ صحبۃ النوری کابن الصلاح اور مذہب اکثر محدثین کا یہ ہے کہ تابعی وہ شخص ہو کہ ملاقات کری صحابی سے اگرچہ اوس سے زیادہ صحبت نہوئی ہو جیسی کہ اس مذہب کی نووی اور ابن صلاح نے پس ہر گاہ ابو حنیفہ کا ایک صحابی کو دیکھنا بطور صحیح ثابت ہوا بنا بر مذہب اکثر محدثین انکی تابعیت میں شبہ نہیں رہا وہاء من طرق انہ روی عن انس احادیث ثلاثۃ اور وارد ہوا ہے چند طرق سے کہ ابو حنیفہ نے روایت کی ہیں انسؓ سے تین حدیثیں لکن قال ائمۃ الاحادیث مدارہا علی خمسۃ من ائمۃ الاحادیث

بیشک کہا ائمہ حدیث نے کہ مدار اون سب روایتون کا ایسے شخص پر ہے کہ وہ نزدیک ائمہ احادیث کے متہم بالوضع ہے یعنے بعد امام ابوحنیفہ کے اونکی روات مین ایک راوی غیر معتبر ہے پس روایت کرنا امام کا اس سے بفور صحیح ثابت نہوا البتہ مجرد روئیت کا ثبوت بطور صحیح ہوگیا وفی فتاوی شیخ الاسلام ابن حجر اور فتاوی شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی مین ہے انہ ادرک جماعۃ من الصحابۃ کانوا بالکوفۃ بعد مولدہ بسنۃ تمانین فہو من طبقۃ التابعین ولم یثبت ذلک لاحد من ائمۃ الامصار المعاصرین لہ کالاوزاعی بالشام والحمادین بالبصرۃ والثوری بالکوفۃ ومالک بالمدینۃ واللیث بن سعد بمصر انتہی تحقیق پایا ابوحنیفہ نے ایک جماعت صحابہ کو کہ تھے کوفہ مین بعد ولادت امام کے پس وہ طبقہ تابعین سے ہین اور نہین ثابت ہوئی یہ فضیلت کسی امام کو معاصرین ابوحنیفہ سے جیسے اوزاعی شام مین اور حماد بن سلمہ اور حماد بن زید بصرہ مین اور ثوری کو فہ مین اور مالک مدینہ مین اور لیث بن سعد مصر مین تمام ہوا کلام ابن حجر عسقلانی کا بعد اسکے ابن حجر مکی کہتے ہین وہو من اعیان التابعین الذین تعلم تولدہم یعنے ابوحنیفہ اجلہ تابعین سے ہین اور داخل ہین اون لوگون مین جنکی توصیف اس آیت مین ہے والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعد لہم جنات تجری من تحتہا الانہار ان عبارت سے معلوم ہوا کہ ابن حجر عسقلانی کی عبارت جو سیوطی نے نقل کی ہے اُس نقل مین وہ متفرد نہین ہین بلکہ اور علماء بھی اوسکو عسقلانی سے نقل کرتے ہین اور اگر کوئی جاہل مقلد اختیار الحق سدا نتصار الحق یہ کہے کہ سیوطی نے جو عبارت تابعیت کی ابن حجر سے نقل کی وہ ابن حجر مؤلف تقریب کی نہین ہے بلکہ ابن حجر مکی کی یا کسی اور ابن حجر کی ہے تو جواب اوسکا چند طور پر ہے ایک یہ کہ علماء امت محمدیہ مین مشہور یہ ابن حجر دو عالم گذرے گئے ایک ابن حجر عسقلانی جو سیوطی کی استاذ الاستاذ ہین اور ۸۵۲ھ مین اونکا انتقال ہے فتح الباری شرح صحیح بخاری اور تہذیب التہذیب اور تقریب اور لسان المیزان اور نخبہ اور شرح نخبہ اور سوائے اُنکی بہت سے رسائل حدیث و فقہ مین اونکی تصانیف ہے ہین دوسرے ابن حجر مکی کہ جنکی تصانیف سے خیرات حسان اور الایضاح والبیان لما جاء فی لیلۃ النصف من شعبان اور شرح ارشاد اور تحفۃ المحتاج شرح منہاج وغیرہ ہین اور سوائے ان دو کے کوئی اور عالم اس لفظ سے مشہور نہین ہے اور سیوطی نے جو عبارت ابن حجر کی لکھی وہ یقیناً ابن حجر عسقلانی مؤلف شرح نخبہ و تقریب وغیرہ کی ہے ابن حجر مکی کی اور ہر چند کہ یہ امر ہر عالم باہر پر ظاہر ہوگا اور بجز جاہل غبی کے کسی سے مخفی نرہیگا مگر بنظر دفع شبہات قاصرین مرفوع مکابرہ جاہلین ہم اسکی وجہین بھی بیان کیے دیتے ہین اول وجہ یہ ہے کہ اوس عبارت کو سیوطی نے اس لفظ سے ذکر کیا ورفع ہذا السوال الی الحافظ ابن حجر فاجاب الخ جیسا کہ سابقاً مذکور ہوچکا یہ ظاہر ہے کہ ان علماء کی عبارت مین حافظ ابن حجر کا اطلاق سوائے عسقلانی کے دوسرے پر نہین آتا ہے جیسا کہ جمیع عبارات علماء سے واضح ہے اور ابن حجر مکی کا شمار حفاظ حدیث مین نہین ہے کہ اطلاق حافظ کا

اونپر درست ہوا ہے بلکہ وہ فقہاے شافعیہ مین شمار کیے گئے ہین دوسری وجہ یہ کہ جو شخص تصانیف
سیوطی کو دیکھتا ہوگا اوسکو خوب معلوم ہوجائیگا کہ سیوطی اپنی تمام تصانیف مین جیسے مرقاۃ الصعود شرح
سنن ابوداؤد اور مصباح الزجاجہ شرح سنن ابن ماجہ اور زہر الربی شرح مجتبے اور توشیح شرح صحیح بخاری اور دیباج شرح
صحیح مسلم اور تنویر الحوالک شرح موطا مالک اور تدریب الراوی شرح تقریب النواوی وغیرہ صدہا مقامات مین ابن حجر
عسقلانی سے لطائف و فوائد نقل کرتے ہین اور ابن حجر مکی سے کسی کتاب مین اونہون نے ایک امر بھی نقل نہین کیا
تیسری وجہ یہ ہے کہ سواے سیوطی اور علماء تصریح کرگئے کہ وہ کلام ابن حجر عسقلانی کا ہے نہ مکی کا چوتھی وجہ یہ ہے
کہ ابن حجر مکی خود اپنے رسالہ خیرات حسان مین اوس عبارت کو ابن حجر عسقلانی کی طرف منسوب کرگئے پانچوین
وجہ یہ ہے کہ سیوطی کا نقل کرنا ابن حجر مکی سے کسی امر کو محالات عقلیہ سے ہے اسوجہ سے کہ انتقال سیوطی کا سنہ ۹۱۱
نو سو گیارہ ہجری مین ہوا جیسا کہ تمام کتب تواریخ مین مذکور ہے اور ابن حجر مکی کی ولادت ۹۰۹ سنہ نو سو نو ہجری مین ہوئی
جیسا کہ نور سافر باخبار القرن العاشر مین مسطور ہے ولدنی رجب سنۃ تسع وتسعمائۃ یعنے پیدا ہوے ابن حجر مکی
سنہ نو سو نو مین اور انتقال اونکا سنہ ۹۷۳ نو سو چہتر مین ہوا اور بھی نور سافر مین ابن حجر مکی کے حال مین
خود اونہین سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہین ولدت قبل وفاۃ نجمی من ثلاث سنین انتہی یعنے پیدا ہوا مین قبل
وفات سیوطی کے قریب تین برس کے پس معلوم ہوا کہ تاریخ وسال انتقال جلال الدین سیوطی مین ابن حجر مکی تین
برس کے سن تک نہین پہونچے تھے اور طفل مکتب بھی نہین ہوسکتے چہ جائیکہ قابل اسکے ہون کہ کسی فتوے کا
جواب اونسے صادر ہووے اور سیوطی اوسکو اپنی تصانیف مین درج کرین پس معلوم ہوا کہ یہ احتمال کہ بعض نسخہ
مین جس ابن حجر کی عبارت مذکور ہے جائز ہے کہ وہ ابن حجر مکی ہو نہ عسقلانی ایسا احتمال ہے جیسے کوئی کہے کہ یہ صحیح بخاری
جو متداول ہے بخاری کی تصنیف نہین ہے بلکہ کسی اور کی ہے یا کوئی کہے کہ شرح نخبہ ابن حجر عسقلانی کی نہین ہے
بلکہ مکی کی یا کوئی کہے کہ تحفۃ المحتاج ابن حجر مکی کی نہین بلکہ عسقلانی کی آس قسم کے احتمالات بیان کرنے سے
مبلغ علم ان لوگون کا معلوم ہوگیا جنہون نے انکو ذکر کیا خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہ نقل سیوطی وابن حجر مکی غیرہ
ثابت ہوگیا کہ ابن حجر عسقلانی بھی تابعیت امام کے قائل ہوگئے اور اونکو طبقہ تابعین مین شمار کرگئے باقی رہی
عبارت اونکی تقریب کی جسمین اونہون نے امام ابوحنیفہ کو اوس طبقہ مین شمار کیا جنسے صحابہ سے ملاقات
نہین ہوئی اوسمین اور اس عبارت مین جو مفید تابعیت ہے اگرچہ بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن اوسکا رفع
چند طور سے ہوسکتا ہے ایک یہ کہ کبھی ایک شخص کو دو اعتبار سے دو طبقون مین شمار کرتے ہین جیسے مخضرمین
یعنے وہ لوگ جنہون نے زمانہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پایا اور اتفاق حضوری کا نہوا کبھی صحابہ کے ساتھ
ذکر کیے جاتے ہین اور کبھی تابعین مین شمار کیے جاتے ہین پس ہوسکتا ہے کہ چونکہ امام کی نفس رویت ایکبار سے

ثابت ہے اور زیادہ ملاقات و رویت نہیں ثابت ہے اسوجہ سے اونکو کبھی طبقہ تابعین سے شمار کیا اور کبھی اوسکے بعد کے طبقہ مین دوسری یہ کہ ممکن ہے تا زمان تصنیف تقریب اونکی نزدیک تابعیت تمام محقق نہوئی ہو اسوجہ سے اونہون نے طبقہ تبع تابعین مین اونکو ذکر کیا بعد اوسکے جب ثبوت تابعیت ہوگیا اونکو طبقہ تابعین سے شمار کر دیا واللہ اعلم **قولہ** اب اگر کوئی کہے کہ ملاقات کرنی ابو حنیفہ کی صحابہ مذکورین سے بروایت اعلام الاخیار اور طحاوی ثابت ہے سو جواب اوسکا یہ ہے کہ اس باب مین جتنی روایتین حنفیہ لائے ہین سب واہیات اور موضوع ہین صحیح ایک بھی نہین بیان اونکا معیار الحق مین مفصل موجود ہے جسکو منظور ہو دیکھے نے **اقول** معیار الحق کی رد انتصار الحق عرصہ ہوا کہ مطبوع ہوکے ناظرین کے ملاحظہ سے گذر چکی ہے کسی کتاب مردود کا حوالہ دینا اور اوسکے دیکھنے کا شوق دلانا خالی فریب سے نہین اور امام کی ملاقات صرف بروایت اعلام الاخیار اور طحاوی سے نہین ثابت ہے بلکہ بتصریح ایک جماعت محدثین معتبرین کہ جنکا قول و نقل پر سب کے نزدیک اعتماد ہے ثابت ہے جیسا کہ سابقاً مفصلاً معلوم ہوچکا **قولہ** اور یہ جو حنفیہ کہتے ہین کہ امام نے تین سو تابعین مشایخ سے سماع حدیث کی کی ہے اور سب امام کے استاذ علم کے چار ہزار آدمی ہین سو اس بات کو سید محمد صدیق حسن خان صاحب جو آج کل بباعث کثرت تصانیف پہلے علماؤن پر سبقت لے گئے ہین اپنی کتاب اتحاف النبلاء مین رد کرتے ہین اور فرماتے ہین ولہذا جمعے از اہل حدیث گفتہ اند کہ بضاعت وے در حدیث مزجاۃ است یعنے قابل و آنانکہ گفتہ اند کہ مشایخ وے بچہار ہزار رسید سند محتاج بہ سند است انتہی **اقول** اس مقام پر کلام ہے بچند وجوہ ایک یہ کہ نواب بھوپال اگر علم حدیث مین افضل ہون مگر بہ نسبت شیخ عبد الحق و بعضی وغیرہ فقہاء و محدثین حنفیہ کے اونکی فضیلت عشر عشیر بھی نہین ہے چہ نسبت خاک را بعالم پاک پس کلام حنفیہ کے رد اگر کسی محقق حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی یا کوئی محدث کے کلام سے نقل کرتے البتہ کسیقدر اوسکا اعتبار ہوتا ایک فضل مکتب اگر کسی عالم محقق کے قول کو نا سمجھی سے رد کردے تو اوسکا کب اعتبار ہوگا دوسری یہ کہ کثرت تصانیف باعث فضیلت کی نہین ہے مگر جب کہ وہ تصانیف جامع رطب و یابس نہون اور ایسی تصانیف کہ اوسمین رطب و یابس صحیح و غلط مجتمع ہو اور مقصود اوسکے مؤلف کو تنقیح اور تحقیق نہو کسیطرح سے باعث فضیلت نہین ہوسکتے ہین تصانیف نواب صاحب ممدوح اغلاط اور مسامحات سے مالا مال ہین جسکو شوق ہو ابراز الغی کو جسمین اونکی تصانیف کی کیفیت اور اونکے مبلغ علم کی وقعت اچھی طرح سے منکشف کی گئی ہے دیکھے تیسری یہ کہ جو اب اظہار الغی مین بعض انصار نواب صاحب نے باشارہ اونکے یہ اظہار صاف لکھدیا ہے کہ صاحب الاتحاف ناقل غیر ملتزم الصحۃ یعنے صاحب اتحاف النبلاء ناقل ہے ملتزم صحت نہین ہے اور نشار اسکا یہ سوال سابق مین مؤلف ابراز الغی نے تصانیف نواب بھوپال کی اغلاط متفرقاً اپنی تصانیف مین لکھی تھی نواب صاحب نے اون اغلاط کے جوابات مین ایک رسالہ مسمے بہ شفاء الغی مولوی محمد بشیر سہسوانی اور ملا عبد الرشید شیخی

مرحوم کی امداد و اعانت سے لکھنؤ کے مشہور کیا اور اوسمین جابجا اعتراضات کا جواب یون دیا کہ فلان امر نواب صاحب نے کشف الظنون سے اور فلان امر فلان کتاب سے نقل کیا ہے اور ناقل پر اعتراض نہین ہوسکتا ہے اوسکے جواب مین ابراز الغی مین یہ بحث کی گئی کہ دو حال سے خالی نہین یا تو نواب صاحب محض ناقل ہین کہ جسکو صرف کسی کتاب سے کسی بات کا نقل کر دینا منظور ہوتا ہو اور اس سے کچھ غرض نہین کہ وہ بات صحیح ہو یا غلط ہو اور التزام صحت اوسکو نہین ہوتا ہے اور یا اوسکو نقل التزام صحت مقصود ہے شق اول تو شان علماء سے بعید ہے کیونکہ ہر عالم پر واجب ہے کہ جس امر کو کسی سے نقل کرے اوسکی صحت و عدم صحت کو دیکھلے اور غلط کے غلط ہونے پر تصریح کر دے تا عوام اوسکے دیکھنے سے خراب اور گمراہ نہو جاوین اور بر تقدیر ثانی اوسکو اعتراضات سے نجات نہین ہے کیونکہ جب کسی عالم نے کسی امر کو کسی سے نقل کیا اور خود اوسکی صحت کا التزام کیا تو وہ محض ناقل نہین رہا بلکہ صحیح ہونے کا اوس مضمون کے مدعی ہوگیا پس تمام اعتراضات اوسپر وارد ہونگے اور سب کا بار اوسکے ذمہ عاید ہوگا الغرض جب انصار مؤلف اتحاف النبلاء اور مؤلف اتحاف نے دیکھا کہ اختیار تقدیر ثانی مین بڑی مشکل ہے کیونکہ تصانیف نواب صاحب مین صدہا باتین غلط ہین اور کتاب کا بار اوٹھانا نہین ممکن ہے اسوجہ سے صاف بے باکانہ لکھدیا کہ صاحب اتحاف محض ناقل ہے اوسکو اس سے بحث نہین کہ وہ امور جو اپنی تصانیف مین درج کرتا ہے صحیح ہین یا غلط ہین پس اب اونہون نے اپنی زبان سے اقرار کر لیا کہ وہ حاطب اللیل ہین اور تصانیف اونکی سب غیر معتبر اور اون کتابون سے کسی امر کو نقل کرنا یا اوسپر اعتماد کرنا نہین درست ہے کیونکہ اونکو خود ہی التزام صحت نہین ہے اور ایسے لوگون کی تصانیف جنمین رطب و یابس سب کچھ موجود ہو اور اونکے مصنف کو صحیح اور غلط مین امتیاز کرنا مقصود نہو اور صرف صحیح باتین لکھنا منظور نہو بلکہ یہ منظور ہو کہ جو کچھ ہے وہ غلط ہو یا صحیح ضعیف ہو یا قوی حق ہو یا باطل جمع کر دین اور حجم تصنیف کو بڑہاوین بتصریح محققین غیر معتبر ہوتی ہین اور اس قابل نہین ٹھہرتی ہین کہ اونکی کسی امر پر اعتبار کیا جاوے اور کسی مضمون مین اونپر اعتماد کیا جاوے اسیوجہ سے فقہاء لکھتے ہین کہ فتنیہ تصنیف زاہدی اور مجتبی زاہدی اور سراج وہاج شرح مختصر قدوری اور جامع الرموز شرح مختصر وقایہ اور خزانۃ الروایات اور مطالب المومنین یہ سب کتابین بسبب اسکے کہ جامع رطب و یابس ہین غیر معتبر ہین اونپر اعتماد کرنا نہین درست ہے زیادہ تفصیل اس بحث کی نافع کبیر ہین اور جواب ابراز الغی کے رد مین جو بالفعل شہر لکھنؤ مین مؤلف ابراز الغی تصنیف مولوی عبد الحی صاحب تالیف کر رہے ہین موجود ہے جسکو شوق ہو دیکھ لے اور خوب اس امر کو سمجھ لے کہ مؤلف اتحاف نے اپنے ہاتھ سے اپنے پیر مین آپ ہی کلہاڑی ماری الحاصل ایسی تصانیف غیر منقحہ و غیر معتبرہ کی کثرت کسیطرح باعث فضیلت نہین ہے بلکہ ہر بار گناہ لازم عوض فضیلت کے فضیحت حاصل ہوتی ہے ہان البتہ یہ کثرت تصانیف اسوجہ سے موجب فضیلت ہوتی ہے کہ اونسے مؤلف کی وسعت نظر و قوت علم و تحقیق کی کیفیت منکشف ہوتی ہے اور یہ امر اضافی

بھوپال یہ فتوحیہ مین مفقود ہے اسوجہ سے کہ یہ تصانیف جیسا کہ زبانی بعض ثقات و صادقین آنیدگان بھوپال سے معلوم ہوا دو قسم پر منقسم ہین بعض تو ایسی ہین کہ اونمین نواب صاحب نے ایک دو کتاب علماء سابقین کی لیکے ملخص کردیا اور کچھ تھوڑا سا بڑھا گھٹا کے اپنا نام نامی درج کردیا جیسے دو رسالے اونکے جنت اور نار مین ہین وہ دونون بالکل بدور سافرہ فی احوال الآخرۃ تالیف سیوطی سے ماخوذ ہین اور جیسے رسالہ ازکا علامات قیامت مین کہ وہ بالکل الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ تصنیف برزنجی سے ملخص ہے اور جیسے ابجد العلوم و اتحاف النبلاء وغیرہ کہ وہ بالکل کشف الظنون اور مقدمۂ ابن خلدون سے مسروق ہین اور بعض ایسی ہین کہ اونکے انصار اونکو جمع کرتے ہین اور ہر ایک سے نقل کرکے ایک مجموعہ بناتے ہین اور بعد اونکے اس محنت کو نواب صاحب اپنا نام درج فرماتے ہین پس اس طرح کی تصانیف بھلا کیونکر باعث فضیلت کی ہوسکتی ہین الحاصل آپ کا نقل کرنا کلام صاحب اتحاف النبلاء سے کہ شجرۂ کتابین سب غیر معتبر ہین اور اوسکی تائید کے واسطے نواب صاحب کی فضیلت بسبب کثرت تصانیف کے ثابت کرنا محض باطل و مہمل ہے پانچوین یہ کہ یہ قول فاضل قنوجی کا کہ آنکہ گفتہ اند کہ مشائخ وے بچہار ہزار کس می رسند محتاج سند ست محض مہمل ہے اسوجہ سے کہ کتب رجال و تواریخ محدثین مین علماء حدیث و رواۃ حدیث کے احوال لکھتے ہین کہ انکے اتنے شیوخ ہین اور اتنے شاگرد ہین اب سب کی سند کہان ہے تقریب التہذیب اور تہذیب الکمال اور تہذیب التہذیب مین دیکھو ایک ایک راوی محدث کا نام لکھکے اوسکے اساتذہ کا نام مرقوم ہے بعد اوسکے اونکے تلامذہ کا ذکر ہے بعد اوسکے اقوال علماء کہ اوسکے جرح و تعدیل مین مذکور ہین اب آپ فاضل قنوجی سے کوئی پوچھے کہ تمانوتو ان سب باتون کی سند کہان ہے مقدمہ فتح الباری مین حافظ ابن حجر عسقلانی نے بخاری کی مناقب تین ہزار جزو کے قدر لکھے ہین اور صدہا اونکے مشائخ اور تلامذہ کا ذکر کیا ہے بھلا ہمکو کوئی بتاوے تو کہ ان باتون کی سند کہان ہے اور اگر کوئی کہدے کہ یہ سب باتین خانہ ساز محدثین کی ہین انکا کیا اعتبار ہے تو اسکا کیا جواب ہے الغرض جس طرح سے امام کے مناقب اور تعداد مشائخ جو کتب حنفیہ مین مذکور ہے محتاج سند ہین ایسی مناقب بخاری کی تعداد اونکے مشائخ کی اور تمام احوال رواۃ و محدثین سب محتاج بسند ہین پھر کیا سبب ہے کہ وہ سب باتین تو بلا سند مقبول ہو جاوین اور مناقب امام کے بے سند غیر معتبر سمجھے جاوین چھٹی یہ کہ یہ قول فاضل قنوجی کا کہ جمعے از اہل حدیث گفتہ اند کہ بضاعت وے در حدیث مزجاۃ است یا تو مراد اس سے یہ ہے کہ ابو حنیفہ روایت حدیث مین غیر معتبر ہین اور یا یہ مراد ہے کہ بہ نسبت اور ائمہ کے اونکی روایتین کم ہین شق اول محض غلط ہے اور شق دوم کہ یہ غیر نہین ہے حضرات صحابہ مین افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایتین بہت کم ہین پھر کیا اس سے کچھ اونکی فضیلت مین نقصان لازم آگیا ایسی اگر امام کی روایتین کم ہوئین تو کیا حرج ہوا ابو عبد اللہ دہبی جنکا قول باتفاق محدثین مقبول ہے تذکرۃ الحفاظ مین لکھتے ہین روی احمد بن محمد بن القاسم عن یحیی بن معین

قال لا باس به ولم یکن متهما انتهی یعنے احمد بن محمد بن قاسم نے روایت کیا ہے یحیے بن معین سے کہ قول اونکا
باب توثیق مین معتبر ہے کہ اونہون نے امام ابوحنیفہؒ کے حق مین فرمایا لا باس بہ ولم یکن متہما اور یہ الفاظ
توثیق سے ہی اور خیرات حسان مین ابو عمر یوسف بن عبد البر مالکی شارح موطا سے کہ اکابر محدثین سے ہین نقل کی
الذین روا عن ابی حنیفۃ وتفقہوا واثنوا علیہ اکثر من الذین تکلموا فیہ یعنے جن لوگون نے ابوحنیفہ سے احادیث روایت
کین اور اونکی توثیق کی وہ بہت زائد ہین اون لوگون سے جنہون نے اونپر طعن کی اور یہی (دسمین) ہی وقد قال
الامام علی بن المدینی یعنے تحقیق کہا علی بن مدینی نے جو اکابر محدثین مین ہین اور بخاری کے استاد ہین ابوحنیفہ
روی عنہ الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وہشام ووکیع وعباد بن العوام وجعفر بن عون وہو ثقۃ لا باس وکان
شعبۃ حسن الرای فیہ امام ابوحنیفہ سے روایت کیا سفیان ثوری اور عبد اللہ بن مبارک اور حماد بن زید ہشام ووکیع
اور عباد بن العوام اور جعفر بن عون وغیرہ نے اور ابوحنیفہ ثقہ ہین اور تھے شعبہ خوش عقیدہ اونکے حق مین قال
یحیے بن معین اصحابنا یقرظون فی ابی حنیفۃ واصحابہ فقیل لہ اکان یکذب قال لا انتہی اور کہا یحیے بن معین نے ہمارے
اصحاب یعنے محدثین کمی کرتے ہین ابوحنیفہ کے حق مین اور اونکے اتباع کے حق مین پس پوچھا اونسے کسی نے کہ کیا
ابوحنیفہ جھوٹ روایت کرتے تھے جواب دیا یحیے بن معین نے کہ نہین اور عبد الوہاب شعرانی کہ جنکا قول مقلدین
وغیر مقلدین سب مانتے ہین میزان کبرے مین تحریر کرتے ہین مذہبہ اول المذاہب تدوینا واخرہا انقراضا کما قالہ
بعض اہل الکشف یعنے مذہب ابوحنیفہ کا اول ہے سب مذاہب مشہورہ سے اور سب کے آخر تک رہیگا جیسا کہ
بعض ارباب کشف نے کہا ہے قد اختارہ اللہ اماما لہذہ وعبادہ ولم تزل اتباعہ فی زیادۃ فی کل عصر الی یوم القیامۃ
تحقیق پسند کیا ہے اور برگزیدہ کیا اونکو پروردگار نے واسطے امامت اپنے دین کے اور اپنے بندون کے اور ہمیشہ
متبعین اونکے زیادہ ہوتے رہے ہر زمانے مین اور ایسی ہی قیامت تک زیادتی رہیگی فرضی اللہ عنہ وعن اتباعہ
وعن کل من لزم الادب معہ ومع سائر الائمۃ پس راضی ہووے اللہ تعالے اونسے اور اونکے مقلدین سے اور
اوس شخص سے جو لازم لے ادب کو ساتھ اونکے اور ساتھ جمیع ائمہ کے اور بھی میزان شعرانی مین ہے وقد تتبعت بحمد اللہ
اقوالہ واقوال اصحابہ لما الفت کتاب اولۃ المذاہب یعنے تحقیق کی مین نے ابوحنیفہ کے اقوال کی اور اونکے مقلدین کی
اقوال کی جب کہ تصنیف کیا مین نے کتاب اولۃ المذاہب فلم اجد قولا من اقوالہ واقوال اتباعہ الا وہو مستند الی آیۃ
او حدیث او اثر او الی مفہوم ذلک او حدیث ضعیف کثرت طرقہ او الی قیاس صحیح علی اصل صحیح پس نہین پایا مین نے
کسی قول کو اونکے اور اونکے مقلدین کے اقوال سے مگر یہ کہ وہ مستند ہے طرف کسی آیت یا کسی حدیث یا کسی قول
صحابی کے یا کسی حدیث ضعیف کی طرف کہ طرق اوسکے کثیر ہون یا کسی قیاس صحیح کی طرف غرض کوئی قول اونکا بدلیل
محض عقل سے نہین ہے اور بھی اوسمین ہے کان ابو مطیع یقول کنت یوما عند الامام ابی حنیفۃ فی جامع المسجد فدخل علیہ

بسفیان الثوری ومقاتل بن حیان وحماد بن سلمۃ وجعفر الصادق وغیرہم من الفقہاء فکلموا الامام ابا حنیفۃ وقالوا قد بلغنا انک تکثر من القیاس فی الدین وانا نجاتاف منہ علیک فان اول من قاس ابلیس فقاطرہم الامام ابوحنیفۃ من بکرۃ من نہار الجمعۃ الی الزوال وعرض علیہم مذہبہ فقال انی اقدم العمل بالکتاب ثم بالسنۃ ثم باقضیۃ الصحابۃ متفقا ما اتفقوا علیہ علی ما اختلفوا فیہ وحیث اقیس فقاموا کلہم وقبلوا یدیہ وکبتہ وقالوا انت سید العلماء فاعف عنا فیما مضی منا ونسیان وتقبل منا فیک بغیر علم فقال غفر اللہ لنا ولکم حاصل اسکا یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ ایک روز مسجد کوفہ مین جامع پس آئے اونکے پاس سفیان ثوری اور مقاتل بن حیان اور حماد بن سلمہ اور امام جعفر صادق اور سوائے اونکے اور فقہا پس کہا اون سب نے ابوحنیفہ سے کہ ہمکو خبر پہونچی ہے کہ آپ قیاس بہت کیا کرتے ہین پس مناظرہ کیا اونسے ابوحنیفہ نے صبح جمعہ سے دوپہر تک اور بیان کیا اپنے طریقہ کو کہ مین سائل کو قرآن سے نکالتا ہون بعد اوسکے حدیث سے بعد اوسکے عمل کرتا ہون ساتھ احکام صحابہ کے اور اونمین سے جو متفق علیہ صحابہ کا ہو اوسکو مقدم کرتا ہون مختلف فیہ پر بعد اسکے قیاس کرتا ہون جب امام ابوحنیفہ نے یہ بیان کیا سب علماء کھڑے ہوے اور ابوحنیفہ کے ہاتھ کا بوسہ دیا اور کہا کہ آپ سردار ہین علماء مین پس معاف کیجیے ہمارے قصور کو اور ہماری غیبت وشکایت کو جو بے سمجھے ہمنے آپ کی کی پس فرمایا امام نے حق جلشانہ ہمارے اور تمہارے گناہ بخشدے اور یہی اوسمین ہے وہما کان کتبہ الخلیفۃ ابو جعفر المنصور الی الامام ابی حنیفۃ بلغنی انک تقدم القیاس علی الحدیث فقال لیس الامر کما بلغک یا امیر المومنین انما اعمل اولا بالکتاب اللہ ثم بسنۃ رسول اللہ ثم بما قضیتہ ابی بکر وعمر وعثمان وعلی ثم ما قضیتہ بقیۃ الصحابۃ ثم اقیس بعد ذلک اذا اختلفوا یعنے لکہا خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی امام ابوحنیفہ کی طرف کہ خبر پہونچی ہے ہمکو کہ آپ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہین پس جواب لکہا امام کہ یہ امر غلط ہے مین اول عمل کرتا ہون ساتھ قرآن کے پہر ساتھ حدیث کے پہر ساتھ اقوال واحکام خلفاء اربعہ کے پہر ساتھ فتاوی باقی صحابہ کے بعد اسکے جب کوئی حکم ان سب مین نہین پاتا ہون قیاس کرتا ہون اور یہی اوسمین ابو جعفر شیرازی سے منقول انما الروایۃ الصحیحۃ عن الامام تقدیم الحدیث ثم الآثار ثم اقیس بعد ذلک فلا اقیس الا بعد ان لم یجد ذلک الحکم فی الکتاب والسنۃ ولا فتیا الصحابۃ فہذا ہو النقل الصحیح عن الامام ولا خصوصیۃ للامام ابی حنیفۃ فی القیاس بشرطہ المذکور بل جمیع العلماء یقیسون فی مضائق الاحوال اذا لم یجدوا فی المسئلۃ نصا من کتاب ولا سنۃ ولا اجماع ولا اقضیۃ الصحابۃ یعنے امام ابوحنیفہ سے روایت صحیحہ یہ ہے کہ وہ مقدم کرتے تھے حدیث کو پہر آثار صحابہ کو پہر قیاس کرتے تھے بعد اسکے پس نہین قیاس کرتے تھے مگر بعد اسکے کہ حکم مسئلہ کو قرآن اور حدیث اور فتاوی صحابہ مین نہ پاوین اور اس امر مین امام کی خصوصیت نہین بلکہ سب علما قیاس کرتے تھے ایسے وقت جب نہین پاتے تھے مسئلہ مین کوئی نص قرآن اور حدیث سے اور نہ اجماع اور نہ فتاوی صحابہ سے اور یہی اوسمین ہے نعلم ان الامام

لاالقیس ابراہیم وجود النص کما یزعمہ بعض المتعصبین علیہ وانما یقیس عند فقد النص یعنے پس معلوم ہوا یہ امر کہ ابوحنیفہ
کبھی قیاس نہین کرتے تھے باوجود ملنے نص کے جیسا کہ گمان کرتے ہین بعض متعصبین بلکہ قیاس نہین کرتے ہین مگر وقت
نہ ملنے کسی نص کے وان وقع اننا وجدنا للمسئلۃ التی قاس فیہا نصا من کتاب او سنۃ فلا یقدح ذلک فیہ بعدم استحضارہ
ذلک حال القیاس ولوانہ استحضرہ لما احتاج الی قیاس اور اگر اتفاقاً کسیکو کسی مسئلہ قیاسی ابوحنیفہ کی کوئی نص قرآن
اور حدیث کے مخالف معلوم ہووے پس یہ امر ابوحنیفہ پر باعث اعتراض نہین ہے کیونکہ ممکن ہے کہ بوقت قیاس
وہ نص امام کو نہ ملی یا خیال اوسکا نہ رہا ہو اور اگر اوسکا اونکو خیال ہوتا تو ہرگز قیاس نہ کرتے وقد کان ابوحنیفہ یشترط
فی الحدیث المنقول عن رسول اللہ قبل العمل بہ ان یرویہ عن ذلک الصحابی جمع اتقیاء عن مثلہم وہکذا یعنے تھا ابوحنیفہ
کہ شرط کرتے تھے نقل حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین یہ کہ روایت کری اوس حدیث کو صحابی سے ایک گروہ عادل
اور اتقیا کا اور پھر اونسے بھی ایک گروہ اتقیا کا پس جب تک یہ شرط پائی نہین جاتی تھی ابوحنیفہ اوسکو روایت
نہین کرتے تھے اسی وجہ سے روایت حدیث اونسے بقلت واقع ہوئی اور یہی اوسمین ہے واعتقادنا واعتقاد
کل منصف فی الامام ابی حنیفۃ بقرینۃ مار دنیاہ انفا من ذم الرای والتبری عنہ ومن تقدیمہ النص علی القیاس انہ
لو عاش حتی دونت احادیث الشریعۃ وبعد رحیل الحفاظ فی جمعہا من البلاد والثغور وظفر بہا لاخذ بہا وترک کل
قیاس قال فی مذہبہ وکان القیاس قل فی مذہبہ کما قل فی مذہب غیرہ بالنسبۃ الیہ لان لما کانت اولۃ الشریعۃ
مفرقۃ فی عصرہ مع اتباعین وتابع اتباعین فی المدائن والقری والثغور کثیر القیاس فی مذہبہ بالنسبۃ الی غیرہ
من الائمۃ ضرورۃ عدم وجود النص فی تلک المسائل التی قاس فیہا بخلاف غیرہ من الائمۃ فان الحفاظ کانوا
قد رحلوا فی طلب ان احادیث وجمعہا فی عصرہم من المدائن والقری ودونوہا فجاءت احادیث الشریعۃ فیہا کان
سبب کثرۃ القیاس فی مذہبہ وقلتہ فی مذاہب غیرہ حاصل اسکا یہ ہے کہ مسائل ابوحنیفہ مین بہ نسبت ائمہ کے
جیسے شافعی اور مالک اور احمد وغیرہ جو کثرت قیاس کے معلوم ہوتی ہے اوسکا یہ سبب نہین ہے کہ ابوحنیفہ
قیاس کو نص پر مقدم کرتے تھے کیونکہ عبارات سابقہ سے معلوم ہو چکا کہ وہ قیاس جب کرتے تھے جب حکم
مسئلہ کو قرآن اور حدیث اور اجماع اور آثار صحابہ سے نہین پاتے تھے اور نہ یہ سبب ہے کہ اونکی دستگاہ
حدیث مین کم تھی بلکہ یہ وجہ ہے کہ امام کے زمانے مین کتب حدیث مدون نہین ہوئی تھین اور احادیث تابعین
وتبع تابعین کے پاس متفرق بلاد مین تھین اور جمع کرنا اونکا اور سفر کرنا حفاظ حدیث کا بقصد جمع کرنے احادیث
کے متفرق شہرون سے نہین تھا پس اسی وجہ سے احادیث اونکو کم ملین پس جس مسئلہ مین حدیث نہ ملی اونہون نے
اجتہاد کرکے حکم دیا اور بعد ابوحنیفہ کے کتب حدیث تصنیف ہوئین اور ائمہ نے سفر دور دراز واسطے جمع کرنے
احادیث کے علماء سے بلاد متفرقہ سے اختیار کیا پس اونکے زمانے مین بکثرت احادیث ملین اور حاجت

قیاس کی کم بڑی اور اعتقاد ہر مصنف کا ابوحنیفہ کے باب مین یہ ہی کہ اگر وہ پاتے وہ زمانہ جسمین احادیث کا بکثرت
مدون اور کتب حدیث تالیف ہوئین البتہ اونکے مذہب مین بھی قیاس کم ہوتا جیسا کہ اور ائمہ کے مذاہب مین کم ہوا
پس کثرت اجتہاد و قیاس امام سے مجبوری حاصل ہوئی اور اگر پاتے وہ منصوص اوسقدر جسقدر اور ائمہ نے پائین تو
اسقدر کثرت اونکی مذہب مین نہ ہوتی اور یہی اوسمین ہی فعلم مما قررناہ ان کل من اعترض علے شئے من اقوال الامام
ابی حنیفۃ کالفخر الرازی فانما ہو لخفاء مدارک الامام علیہ یعنے پس معلوم ہوا مضامین سابقہ سے کہ جسنے اعتراض کیا
ابوحنیفہ کے کسی قول پر جیسے فخر الدین رازی شافعی مولف تفسیر کبیر وغیرہ نہین ہی اعتراض اوسکا مگر بسبب مخفی ہونے
مراتب امام کے اوسپر اور یہی اوسمین ہی اعلم یا اخی انی طالعت بمجرد اصدر ادلۃ المذاہب الاربعۃ وغیرھا فالیا ادلۃ مذہب
الامام ابی حنیفۃ فانی خصصتہ بمزید اعتناء وطالعت علیہ کتاب تخریج احادیث الہدایۃ للزیلعی وغیرہ من اشرح فرایت
ادلتہ واولہ اصحابہ باسین صحیح او حسن او ضعیف کثرت طرقہ حتے لحق بالحسن او الصحیح فی محتج الاحتجاج بہ بل ثلاثۃ طرق او اکثر
الی عشرۃ وقد احتج جمہور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقہ والحقوہ بالصحیح تارۃ وبالحسن اخری وہذا النوع من الضعیف
یوجد کثیرا فی السنن الکبرے للبیہقی التے الفہا لقصد الاحتجاج لاقوال ائمۃ واقوال اصحابہم فانہ اذا لم یجد حدیثا صحیحا او
حسنا یستدل بہ لقول ذلک الامام او قول احد من مقلدیہ بصیر بحری الحدیث الضعیف من کذا کذا طریقا ویکتفی بذلک
ویقول ہذہ الطریق یقوی بعضہا بعضا فتقدیر وجود ضعف فی بعض ادلۃ اقوال ابی حنیفۃ واقوال اصحابہ فلا خصوصیۃ لہ
فی ذلک بل الائمۃ کلہم یشارکونہ والمرام الاعلے من یستدل بحدیث واحد من طریق واحد وہذا الایکاد احد فی ادلۃ
احد من المجتہدین فما منہم یستدل بضعیف الا بشروط مجیئہ من عدۃ طرق انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ جسنے سب مذاہب
کی ادلہ کی تحقیق کی خصوصاً ادلہ مذہب ابوحنیفہ کی کہ اوسکی تنقیح مین جسنے زیادہ اہتمام کیا اور تخریج احادیث
ہدایہ زیلعی وغیرہ کو دیکھا پس معلوم ہوا کہ بعض دلیلین مذہب ابوحنیفہ اور حنفیہ کی تو احادیث صحیحہ ہین اور بعض
احادیث حسنہ اور بعض احادیث ضعیفہ مگر ایسی کہ طرق اوسکے بہت ہین یہانتک کہ حسن اور صحیح کے ساتھ ملحق ہین اور
قابل احتجاج ہین اور اسی قسم کی احادیث ضعیفہ سنن بیہقی مین بہت ہین کہ جسکو بیہقی نے بقصد ذکر ادلہ مذاہب
تصنیف کیا ہے اور اوسمین اوسکی عادت ہے کہ حدیث ضعیف کو چند طرق سے روایت کرکے حکم تقویت کا دیتا ہے
اور اوسکے ساتھ استدلال کرتا ہے پس بر تقدیر وجود ضعف کے بعض ادلہ حنفیہ مین اسمین کچھ خصوصیت
اونکی نہین ہے بلکہ سب ارباب مذاہب اسمین شریک ہین اور یہی اوسمین ہے وقد من اسمر علے بطالقۃ
مسانید الامام ابی حنیفۃ الثلاثۃ من نسخۃ صحیحۃ علیہا خطوط الحفاظ فرایتہ لا یروی حدیثا الا عن خیار الثابتین
العدول الثقات الذین ہم من خیر القرون کالاسود وعلقمۃ وعطاء وعکرمۃ ومجاہد ومکحول والحسن البصری وامثالہم
فکل الرواۃ الذین بینہ وبین رسول اللہ عدول ثقات اعلام اجلاء لیس فیہم کذاب ولا متہم بکذب انتہی اور تحقیق کر

احسان کیا پروردگار نے مجھپر ساتھ معائنہ تین مسند ابو حنیفہ کے اور نسخے اور تھے صحیح تھے اور بیشتر تحریرات حفاظ حدیث
کی موجود تھین پس پایا مین نے اونمین کہ نہین روایت کرتے ہین وہ حدیث کو مگر عمدہ تابعین سے کہ عادل اور ثقہ ہین
جیسے اسود اور علقمہ اور عطا اور عکرمہ اور مجاہد اور مکحول اور حسن بصری وغیرہ پس سب رواۃ حدیث درمیان ابو حنیفہ
کے اور درمیان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عادل اور ثقہ ہین اور کوئی اونمین جھوٹا روایت مین نہین ہے
اور نہ متہم اور یہی اوسمین ہے روی الامام ابو جعفر الشیزاماری بسندہ المتصل الی ابی حنیفہ یعنے روایت کیا
ابو جعفر شیزاماری نے بسند متصل سے امام ابو حنیفہ کی طرف انہ کان یقول کہ کہتے تھے ابو حنیفہ کذب واللہ وافتری
علینا من یقول عنا اننا نقدم القیاس علی النص وہل یحتاج بعد النص الی قیاس یعنے جھوٹا ہے اور افترا کیا
اوسنے جو ہماری طرف نسبت اس امر کی کرتا ہے کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم کرتے ہین اور نہین احتیاج ہے
قیاس کی بعد وجود نص کے اور یہی اوسمین رسالہ شیزاماری سے منقول ہے وکان رح یقول لحن لا نقیس الا
عند الضرورۃ الشدیدۃ وذلک انا ننظر اولا فی دلیل تلک المسئلۃ من الکتاب والسنۃ او اقضیۃ الصحابۃ فان
لم نجد دلیلا قسنا وفی روایۃ اخری عن الامام انا ناخذ اولا بالکتاب ثم بالسنۃ ثم باقضیۃ الصحابۃ ونعمل بما یتفقون علیہ
فان اختلفوا قسنا حکما علی حکم وفی روایۃ اخری انا نعمل اولا بالکتاب اللہ ثم بسنۃ رسول اللہ ثم باحادیث ابی بکر وعمر
عثمان وعلی وفی روایۃ اخری انہ کان یقول ما جاء عن رسول اللہ فعلی الرأس والعین وما جاء عن ابی بکر وعمر
وما جاءنا عن اصحابہ نختار منہا ونترک ما جاء عن غیرہم فہم رجال ونحن رجال انتہی حاصل ان سب روایتون کا یہ ہے کہ امام
ابو حنیفہ قیاس نہین کرتے تھے مگر بضرورت شدیدہ پہلے حکم کو قرآن سے تلاش کرتے تھے اگر کوئی آیت سے وہ حکم
نہ معلوم ہوا تو احادیث نبویہ پر عمل کرتے تھے اگر احادیث نبویہ بھی نہ ملین تو آثار صحابہ پر عمل کرتے تھے اگر وہ
متفق علیہ صحابہ کا ہو اور اگر مختلف فیہ ہو تو اقوال صحابہ سے کسی قول کو اختیار کرتے تھے اگر ان سب سے حکم
نہ ثابت ہوا اور ضرورت اجتہاد کی پڑی اوسوقت قیاس کرتے تھے اور یہی اوسمین ہے جمیع ما استدل
لمذہبہ اخذہ عن خیار التابعین فانہ لا یتصور فی سندہ شخص متہم بکذب وان قیل بضعف شئ من ادلۃ مذہبہ فذلک
الضعف انما ہو بالنظر لدرجۃ الراوی الذی روی عن سندہ لبعد موتہ وذلک لا یقدح فیما اخذہ الامام عنہ کل من استقصی النظر
فی الرواۃ وہو صاحب علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم وکذلک نقول فی ادلۃ مذہب اصحابہ فلم یستدل احد منہم بحدیث
ضعیف فرد لم یات الا من طریق واحدۃ اتیا کما تتبعنا ذلک انما یستدل احدہم بحدیث صحیح او حسن او ضعیف قد کثرت
طرقہ حتی ارتفع لدرجۃ الحسن وذلک امر لا یختص باصحاب الامام ابی حنیفہ بل ایشارکہم فیہ جمیع المذاہب کلہا انتہی
حاصل اسکا یہ ہے کہ جتنے احادیث کہ ابو حنیفہ نے اونسے استدلال کیا ہے وہ سب تابعین عادلین سے
مروی ہین اور اونکی سند مین امام سے تا بہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کوئی شخص متہم اور کاذب نہین ہے

اور کوئی دلیل اونکی ضعیف معلوم ہو پس وہ بسبب ضعف اون روات کے ہو جو بعد ابو حنیفہ کے ہین اور
اس سے اونکی دلیل مین کچھ نقصان لازم نہین آتا ہے اور اسی طرح دلیلین مقلدین ابو حنیفہ کی وہ بیشتر
صحیح اور حسن اور ضعیف کہ جسکی طرق کثیر ہون ہین اور اس طریقہ مین اونکے سب مذہب والے شریک ہین
کچھ اونکی خصوصیت نہین ہے اور یہی میزان شعرانی مین ہے روی ابو جعفر الشیزاماری عن شقیق البلخی
روایت کیا ہے ابو جعفر شیزاماری نے شقیق بلخی سے انہ کان یقول ابو حنیفۃ من ادرع الناس و اعلم الناس
و اعبد الناس و اکرم الناس و اکثرہم احتیاطا فی الدین و ابلہم عن القول بالرای فی دین اللہ وکان لا یفتح مسئلۃ
فی العلم حتی یجمع اصحابہ علیہا و یعقد علیہا مجلسا فاذا اتفق اصحابہ کلہم علی موافقتہا للشریعۃ قال لابی یوسف وغیرہ
صنعہا فی ابواب الفلانی انتہی کہتے تھے شقیق کہ تھا ابو حنیفہ سب آدمیون مین بڑے متقی اور بڑے پرہیزگار اور
بڑے زاہد اور بڑے عالم اور بڑے محتاط امور دینیہ مین اور بہت دور ہونے والے رذل دینے عقل سے دین مین
اور تھا کہ نہین حکم دیتے تھے کسی مسئلہ مین یہانتک کہ اپنے سب تلامذہ کو جمع کرتے اور سبھون کے سامنے پیش کرتے
پس جب سب اتفاق کرتے کہ یہ امر موافق شرع کے ہے اوسوقت ابو یوسف یا کسی اور اپنے شاگرد سے
کہتے کہ اس مسئلہ کو فلان باب مین درج کرو اور یہی اوسمین ہے وروی السندہ الی ابراہیم بن عکرمۃ روایت
کیا شیزاماری نے اپنی سند سے ابراہیم بن عکرمہ سے انہ کان یقول کہ وہ کہتے تھے ما رایت فی عصری کلہ عالما
ادرع ولا زید ولا اعبد ولا اعلم من الامام ابی حنیفۃ نہین دیکھا مین نے اپنے زمانے مین کوئی عالم بڑا زاہد اور عابد
اور بڑا عالم ابو حنیفہ سے بڑھ کے وروی الشیزاماری ایضا عن عبد اللہ بن المبارک اور روایت کیا شیزاماری نے
عبد اللہ بن مبارک سے قال دخلت الکوفۃ فسألت علماءہا من اعلم الناس فی بلادکم ہذہ فقالوا کلہم الامام
ابو حنیفۃ کہا اونہون نے کہ پہونچا مین کوفہ مین پس پوچھا مین نے وہان کے علماء سے کہ کون ہے بڑا عالم ان شہرون
مین پس سبھون نے باتفاق جواب دیا کہ ابو حنیفہ فقلت لہم من ادرع الناس فقالوا کلہم الامام ابو حنیفۃ پس
کہا مین نے کہ کون ہے بڑا پرہیزگار ان بلاد مین پس سبھون نے کہا کہ ابو حنیفہ فقلت لہم من ازہد الناس فقالوا
کلہم الامام ابو حنیفۃ پس کہا مین نے کہ کون ہے بڑا زاہد اس اطراف مین پس سبھون نے کہا کہ ابو حنیفہ فقلت لہم
من اعبد الناس و اکثرہم اشتغالا بالعلم فقالوا کلہم الامام ابو حنیفۃ پس پوچھا مین نے کہ کون ہے بہت عبادت
کرنے والا اور اکثر علم کے ساتھ مشغول رہنے والا پس سبھون نے جواب دیا کہ ابو حنیفہ فما لبثتم عن فتق من الاخلاق
الحسنۃ الا وقالوا کلہم لا نعلم احدا اتفق بزلک غیر الامام ابی حنیفۃ بعد اوسکے نہین پوچھا نہین نے اونسے کسی عمدہ صفت سے
مگر اونہون نے جواب دیا کہ ہمارے نزدیک یہ صفت سوائے ابو حنیفہ کے کسی مین نہین ہے ان عبارات سے
واضح ہوگیا کہ امام ابو حنیفہ کی علو مرتبت و رفعت و رتبت کے تمام فقہا و محدثین و اولیاء اسی مقر ہین اور جو اونکی طرف

نسبت کرتے ہین کہ وہ قیاس بہت کرتے تھے اور حدیث کو چھوڑ دیتے تھے یا یہ کہ اونکو علم حدیث مین مہارت کم تھی یا یہ کہ اونکے مذہب مین احتیاط کم ہے وہ سب متعصب جھوٹے ہین اب تھوڑی سی عبارت نووی شارح صحیح مسلم کی کہ قول اونکا تمام علماء کے نزدیک مقبول ہے اور تحقیق اونکے جملہ محدثین کے نزدیک معتبر ہے بہی نقل کی جاتی ہے جس سے کیفیت منقبت ابوحنیفہؒ کی زیادہ منکشف ہوتی ہے تہذیب الاسماء واللغات مین وہ لکھتے ہین قال الخطیب البغدادی کما خطیب بغدادی نے جو احد محدثین سے ہین اپنی تاریخ مین ابوحنیفہ التیمی فقیہ اہل العراق یعنے ابوحنیفہ فقیہ ہین اہل عراق کے رای انس بن مالک رکہا اونہون نے حضرت انسؓ صحابی کو وسمع عطا ابن ابی رباح وابا اسحق السبیعی ومحارب بن دثار والہیثم بن حبیب الصواف وقیس بن مسلم ومحمد بن المنکدر ونافعا مولے ابن عمر وہشام بن عروۃ وزید بن الفقیر وسماک بن حرب وعلقمہ بن مرثد وعطیۃ العوفی وعبدالعزیز بن رفیع وعبدالکریم ابا امیۃ وغیرہم اور سنا ابوحنیفہ نے احادیث کو عطاء اور ابو اسحق اور محارب بن دثار اور ہیثم بن حبیب اور قیس بن مسلم اور محمد بن المنکدر اور نافع اور ہشام بن عروہ اور زید اور سماک بن حرب اور علقمہ بن مرثد اور عطیہ عوفی اور عبدالعزیز بن رفیع اور عبدالکریم وغیرہ سے وروی عنہ ابو یحیے الحمانی وہشیم بن بشیر وعباد بن العوام وعبداللہ بن المبارک ووکیع بن الجراح وزید بن ہارون وعلی بن عاصم ویحیے بن نضر وابو یوسف القاضی ومحمد بن الحسن وعمرو بن محمد العنقزی وہوذۃ بن خلیفۃ وابو عبدالرحمن المقری وعبدالرزاق بن ہمام واخرون اور روایت کیا ابوحنیفہ سے احادیث کو ابو یحیے حمانی اور ہشیم بن بشیر اور عباد بن عوام اور عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح اور زید بن ہارون اور علی بن عاصم اور یحیے بن نضر اور قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن اور عمرو بن محمد اور ہوذہ بن خلیفہ اور ابو عبدالرحمن مقری اور عبدالرزاق بن ہمام وغیرہ نے قال الخطیب ہو من اہل الکوفۃ نقلہ ابو جعفر المنصور الی بغداد فاقام بہا حتے مات کہا خطیب نے کہ وہ کوفہ کے رہنے والون سے ہین بلایا اونکو خلیفہ وقت ابو جعفر منصور نے بغداد مین پس رہے اونہون نے بغداد مین تا وقت کے یہانتک کہ انتقال کیا وروی الخطیب باسنادہ الی اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ قال ان جدی من ابناء فارس الاحرار واصلہ وقع علینا رق قط اور روایت کیا خطیب نے بسند ابوحنیفہ کے پوتے اسمعیل بن حماد سے کہ اونہون نے کہا ہمارے اباء اجداد اصل فارس کے تھے اور سب عرصہ تک کبہی اونپر غلامی کی صفت نہین آئی وباسنادہ عن عبداللہ بن عمر والرقی قال اور روایت کیا خطیب نے اپنی سند سے عبداللہ بن عمر رقی سے کہ کہا اونہون نے کلم ابن ہبیرۃ ابا حنیفۃ ان یلی قضاء الکوفۃ فابی علیہ فضربہ مائۃ سوط وعشرۃ اسواط فی کل یوم عشرۃ اسواط ہوعلے الاتباع فلما رأے ذلک خلی سبیلہ وکان ابن ہبیرۃ عاملا علے العراق فی زمان بنی امیۃ یعنے ابن ہبیرہ نے جو حاکم تھے بلاد عراق مین سلاطین بنی امیہ کیطرف سے امام ابوحنیفہ کو عہدہ قضا سپرد کرنے کا قصد کیا اور اون سے اصرار کیا امام نے بوجہ کمال احتیاط وغایت اتقاء اوس سے انکار کیا ابن ہبیرہ نے

ایک سو درس تازیانہ ابو حنیفہ کو مارے ہر روز دس دس تاکہ وہ اس عہدہ کو قبول کرلیں مگر اونہون نے قبول نہ کیا
وعن الربیع بن عاصم اور روایت کی ربیع بن عاصم سے قال اسلمنی یزید بن عمر بن ہبیرہ فقدمت علیہ بابی حنیفۃ
فالزمہ علی بیت المال فابی فضربہ مائۃ سوط اکہا اونہون نے بھیجا مجکو یزید بن عمر بن ہبیرہ نے پاس پس
لے آیا مین اوزکو ابن ہبیرہ کے پاس پس تقاضا کیا اونسے کہ سپرد کرے اونکے بیت المال کو پس نہ مانا ابو حنیفہ نے پس
مارا ابن ہبیرہ نے اوزکو چند کوڑون سے وعن اسمٰعیل بن سالم البغدادی قال اکرہ ابو حنیفۃ علی الدخول فی القضاء
فلم یقبل وکان احمد بن حنبل اذا ذکر ذلک بکی وترحم علی ابی حنیفۃ اور روایت کی اسمٰعیل بن سالم بغدادی سے
کہا اونہون نے مجبور کیا گیا ابو حنیفہ پر واسطے قبول کرنے عہدہ قضا کے پس نہ مانا اونہون نے اور تھے امام احمد جب ذکر
کرتے تھے اس کیفیت کا روتے تھے اور ابو حنیفہ کیواسطے دعاے رحمت کرتے تھے وباسنادہ الی الزبیر بن الولید الکندی
قال شخص المنصور ابو جعفر امیر المومنین ابا حنیفۃ یعنی سن اکہوتہ الی بغداد فارادہ ان یولیہ القضاء فابی فحلف علیہ
لیفعلن فحلف ابو حنیفۃ ان لا یفعل فحالف المنصور لیفعلن فحالف ابو حنیفۃ ان لا یفعل فقال الربیع الحاجب للقاری
امیر المومنین فحالف فقال ابو حنیفۃ امیر المومنین علی کفارۃ ایمانہ اقدر منی علی کفارۃ ایمانی فامر بہ الی الحبس فی الوقت
والصحیح انہ توفی وہو فی السجن اور روایت کیا خطیب نے بسندیکہ بن ولید کندی سے کہ کہا یا سلطان زمان ابو جعفر
منصور نے ابو حنیفہ کو کوفہ سے بغداد مین اور ارادہ کیا کہ اونکو قاضی بنا دے پس انکار کیا ابو حنیفہ نے پس قسم
کہائی بادشاہ نے کہ تمکو ضرور ہم قاضی کرینگے پس قسم کہائی ابو حنیفہ نے کہ ہرگز نہین قاضی ہونگا ہرقسم کہائی بادشاہ
نے اور قسم کہائی ابو حنیفہ نے پس کہا ربیع دربان بادشاہ نے ابو حنیفہ سے کہ تمکو بادشاہ کی قسم کا بھی لحاظ نہین ہے
پس جواب دیا ابو حنیفہ نے کہ بادشاہ قسم کے کفارہ دینے پر قادر ہے اور مین اپنی قسم کے کفارہ دینے پر قادر ہون
پس اوسیوقت بادشاہ نے امام کو قید خانے مین داخل کیا اور امام قید خانے مین رہے یہانتک کہ رحلت کی
وباسنادہ الی معتب قال قال فارجۃ بن بدیل وعا ابو جعفر ابا حنیفۃ الی القضاء فابی فحبسہ ثم دعاہ فقال
ارتغب عما امرتک فیہ قال اصلح اللہ امیر المومنین لا اصلح للقضاء فقال لکذبت ثم عرض علیہ الثانیۃ فقال ابو حنیفۃ
قد حکم علی امیر المومنین انی لا اصلح للقضاء لانہ نسبنی الی الکذب فان کنت کاذبا فلا اصلح وان کنت صادقا فقد
اخبرت امیر المومنین انی لا اصلح للقضاء فرده الی الحبس یعنے روایت کیا خطیب نے بسند معتب سے کہا اونہون
نے کہا فارجہ بن بدیل نے بلایا ابو جعفر نے ابو حنیفہ کو قاضی بنانے کے واسطے پس انکار کیا اونہون نے پس قید کیا
اونکو پھر ایک روز بلایا اونکو اور کہا کہ کیا تم انکار کرتے ہو کہا ابو حنیفہ نے مین قابل قضا کے نہین ہون پس
کہا ابو جعفر نے تم جھوٹے ہو پس کہا ابو حنیفہ نے کہ آپ کے کلام سے ثابت ہوگیا کہ مین قابل قضا کے نہین ہون
کیونکہ آپ نے مجکو جھوٹا کہدیا پس اگر مین جھوٹا ہون تو قابلیت قضا کی نہین رکھتا ہون کیونکہ جھوٹا قاضی

نہیں ہوسکتا ہوں اور اگر میں جھوٹا ہوں تو آپ سے میں پہلے کہہ چکا کہ میں قابل قضا کے نہیں ہوں وہ سنا دو
الی الربیع بن یونس قال رایت امیر المومنین المنصور ینادل ابا حنیفۃ فی امر القضاء وہو یقول انی اصدر والاتولی فی امانتک
الامین یخاطبہ فقال لہ کذبت انت تصلح فقال قد حکمت علی نفسک کیف یحل لک ان تولی قاضیا علی امانتک وہو
کذاب ۔ یعقوب روایت کیا خطیب نے بسند ربیع بن یونس سے کہا اونہوں نے دیکھا میں نے امیر المومنین منصور کو
کہ گفتگو کرتے تھے ابو حنیفہ سے قاضی بنانے کے باب میں اور وہ جواب دیتے تھے کہ خدا سے خوف کرو اور قاضی
نہ بناؤ مگر اوسکو جو خدا سے ڈرتا ہو اور میں قابل اسکے نہیں ہوں پس کہا منصور نے کہ تو جھوٹا ہے تو قابل قضا کے ہو
پس کہا ابو حنیفہ نے کیونکر درست ہے تمکو کہ قاضی بناؤ مجھکو کہ میں جھوٹا ہوں پس کہا ابو حنیفہ نے سنا میں نے
فقال لے یا ابا حنیفۃ عن انحدث اعلم قلت عن حماد یعنی ابن ابی سلیمان عن ابراہیم النخعی عن عمر بن الخطاب وعلی
بن ابی طالب وعبد اللہ بن مسعود وعبد اللہ بن عباس فقال ابو جعفر بخ بخ استوثقت یا ابا حنیفۃ اذہب
کر گیا میں پاس ابو جعفر کے پس کہا اونہوں نے کس سے تجھے علم حاصل کیا کہا میں نے حماد بن ابی سلیمان سے اونہوں نے
ابراہیم نخعی سے اونہوں نے حضرت عمر اور حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس سے پس کہا
ابو جعفر نے بڑی سند مضبوط تجھے حاصل کی دور ہو ابو حنیفہ ورنہ علی المنبر فقال المنصور یا غلام اذہبوا بہ
ابو حنیفہ ایک روز منصور کے پاس پس کہا منصور نے کہ شخص اس زمانے میں عالم تر ہے دنیا کا وعن ہشام بن
مہران قال رای ابو حنیفۃ فی النوم کانہ ینبش قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم فجیئ من سالہ فقال
محمد بن سیرین عن صاحب ہذہ الرویا ولم یجیء غیرہم سار الثانیۃ علم یجیء غیرہما ثم سار الثالثۃ فقال صاحب ہذہ الرویا
مشہور علماء السنۃ الیہ احد قبلہ اور روایت کیا خطیب نے ہشام بن مہران سے کہ دیکھا ابو حنیفہ نے خواب میں کہ وہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدس کھود رہے ہیں پس بھیجا ایک شخص کو محمد بن سیرین کے پاس جو
بڑے معبر تھے کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہے اوس شخص نے یہ خواب محمد بن سیرین سے بیان کیا اونہوں نے
چند مرتبہ پوچھا کرنے یہ خواب دیکھا ہے مگر اوس شخص نے نام امام کا نہیں بتایا پس کہا محمد بن سیرین نے
کہ جسنے یہ خواب دیکھا ہے وہ شائع کریگا علم کو کہ قبل اوسکے وہ امر کسیکو نصیب نہیں ہوا ہوگا وعن ابن عیینۃ
قال ما سئلت عمن مثل ابی حنیفۃ اور روایت کیا ابن عیینہ سے کہا اونہوں نے نہیں دیکھا میری آنکھ نے
مثل امام ابو حنیفہ کے وعن ابن المبارک قال کان ابو حنیفۃ یا کہا عبد اللہ بن مبارک نے کہ تھے ابو حنیفہ ایک شان
علم وغیرہ کے وعن مسعر [illegible] ابا حنیفۃ [illegible] یضرب بہ المثل یا بساط ابا حنیفۃ اور روایت کیا
مسعر بن مزاحم سے کہا اونہوں نے نہ رونق کی گئی اور نہ توجہ کی گئی دنیا ابو حنیفہ کی طرف لیکن اونہوں نے قصد
کیا اللہ کو پس اسنے اونکو دنیا دیدی دنیا قبول کر نہ گیا اونہوں نے انکار کیا وعن مسعر بن کدام قال

ما احد احدا بالکوفۃ الا رجلین ابا حنیفۃ فی فقہہ والحسن بن صالح فی زہدہ اور روایت کیا مسعر بن کدام سے کہا معمر نے
نہیں رشک کرتا ہوں کوفہ میں کسیکا مگر ابو حنیفہ فقہ کا اور حسن بن صالح کے زہد کا وعن الفضیل بن عیاض قال
کان ابو حنیفۃ فقیہا معروفا مشہورا بالورع معروفا بالانفصال علی سن لطیف صبورا علی تعلیم العلم باللیل والنہار
کثیر الصمت قلیل الکلام حتی تردد مسئلۃ فی حلال وحرام اور روایت کیا فضیل بن عیاض سے کہا اونہوں نے
کہ تھے ابو حنیفہ بڑے فقیہ مشہور ساتھ پرہیزگاری کے اور ساتھ احسان کرنے کے سمجھانوں پر بڑی کوشش کرنیوالے
تعلیم علم دین شب و روز اور تھے کہ اکثر چپ رہتے تھے اور بہت کم گفتگو کرتے تھے یہانتک کہ کوئی مسئلہ حلال اللہ
حرام کا آجاوے وعن ابی یوسف قال ابی لا وعبا حنیفۃ قبل ابوی اور روایت کیا ابو یوسف سے کہ میں دعا
کیا کرتا ہوں ابو حنیفہ کے واسطے قبل اپنے والدین کے وعن ابی بکر بن عیاش قال اور روایت کیا ابو بکر بن
عیاش سے کہا اونہوں نے مات ابو سفیان الثوری فاجتمع الناس الیہ لعزائہ فجاء ابو حنیفۃ فقام الیہ سفیان
واکرمہ واقعدہ مکانہ وقعد بین یدیہ انتقال کیا سفیان ثوری کے بھائی نے پس لوگ آئے اونکے پاس تعزیت
کے واسطے پس آئے ابو حنیفہ پس کھڑے ہو گئے سفیان ثوری اور تعظیم کی اونکی اور بٹھایا ابو حنیفہ کو اپنی جگہ پر
اور خود مودب ہو کے سامنے اونکے بیٹھے وعن ابن المبارک قال ما رأیت فی الفقہ مثل ابی حنیفۃ اور روایت
کیا ابن مبارک سے کہا اونہوں نے نہیں دیکھا میں نے مہارت فقہ میں مثل ابو حنیفہ کے وعن ابن المبارک قال
اور روایت کیا عبد اللہ بن مبارک سے کہا اونہوں نے رایت مسعر افی حلقۃ ابی حنیفۃ جالسا بین یدیہ یسألہ وسفیان
بن عیینۃ وغیرہما یحدثہم ثم قام فلم یتکلم فی الفقہ احسن من ابی حنیفۃ دیکھا میں نے مسعر بن کدام کو مجلس ابو حنیفہ میں پوچھتے
تھے اونسے مسائل اور علم فاضل کرتے تھے اور نہیں دیکھا کسیکو بہتر گفتگو کرنے والا ابو حنیفہ سے بڑھ کے
وعن ابی نعیم قال کان ابو حنیفۃ صاحب غوص فی المسائل اور روایت کیا ابو نعیم سے کہا اونہوں نے تھے ابو حنیفہ
صاحب فکر وغور طرز مسائل میں وعن وکیع قال اور روایت کیا وکیع سے کہ کہا اونہوں نے ما رأیت افقہ من
ابی حنیفۃ ولا احسن صلوۃ منہ نہیں دیکھا میں نے کوئی فقیہ اور خوب نماز پڑھنے والا ابو حنیفہ سے بڑھ کے
وعن النضر بن شمیل قال اور روایت ہے نضر بن شمیل سے کہ کہا اونہوں نے کان الناس نیاما فی الفقہ
حتی ایقظہم ابو حنیفۃ تھے آدمی سب سوتے اور غافل فقہ سے پس جگایا اور ہوشیار کیا اونکو ابو حنیفہ نے
وعن الشافعی عیال الناس علی ابی حنیفۃ فی الفقہ اور روایت کیا امام شافعی سے کہ سب لوگ محتاج ہیں ابو حنیفہ
کے فقہ میں وعن جعفر بن الربیع قال اور روایت کیا جعفر بن ربیع سے کہا اونہوں نے اقمت علی ابی حنیفۃ
خمس سنین فما رأیت احدا منہ فاذا سئل عن المسئلۃ تفتح کالسواک قیام کیا میں نے
ابو حنیفہ کے پاس پانچ برس پس نہیں دیکھا میں نے کسیکو جب پوچھے والا اونسے زائد کوئی پس جب کوئی امر فقہ سے

سوال کرتا اسکو جواب دیتے اور اسطرح سے بیان کرتے جیسے پانی بہتا ہے وعن ابراہیم بن عکرمۃ قال ما رایت اورع ولا افقہ من ابی حنیفۃ اور روایت کیا ابراہیم بن عکرمہ سے کہ نہیں دیکھا میں نے کوئی پرہیزگار اور متقی اور فقہ ابوحنیفہ سے تبرہ کے وعن یحیی بن ایوب الزاہد قال اور روایت کیا یحیی بن ایوب زاہد سے کہا اونہوں نے کان ابوحنیفۃ لا ینام اللیل تھے ابوحنیفہ تمام رات نہیں سوتے تھے وعن زافر بن سلیمان قال اور روایت کیا زافر بن سلیمان سے کہا اونہوں نے کان ابوحنیفۃ یحیی اللیل برکعۃ یقرء فیھا القرآن تھے ابوحنیفہ کہ شب بیداری کرتے تھے اور ایک رکعت میں تمام قرآن پڑھتے تھے وعن اسد بن عمرو قال اور روایت کیا اسد بن عمرو سے کہا اونہوں نے صلے ابوحنیفۃ بوضوء العشاء صلوۃ الفجر اربعین سنۃ وکان عامۃ اللیل یقرء القرآن فی رکعۃ وکان یسمع بکاؤہ من حجرہ جیرانہ وحفظ علیہ انہ ختم القرآن فی الموضع التی توفی فیہ سبعۃ الاف مرۃ ابوحنیفہ نے عشا کی وضوء سے صبح کی نماز پڑھی ہے چالیس برس تک اور اکثر ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھتے تھے اور روتے تھے شب کو یہانتک کہ اونکے ہمسایہ کے لوگ اونکے رونے پر رحم کرتے تھے اور جس مقام میں ابوحنیفہ نے انتقال کیا وہاں سات ہزار ختم قرآن کے اونہوں نے کیے اور یہی تہذیب الاسماء نووی میں ہے عن الحسن بن عمارۃ انہ غسل ابا حنیفۃ حین توفی وقال غفر اللہ لک لم تفطر منذ ثلاثین سنۃ ولم تستوسد بلیل منذ اربعین سنۃ وقد اتعبت من بعدک اور روایت کیا حسن بن عمارہ سے کہ اونہوں نے جب غسل دیا ابوحنیفہ کو کہا اللہ تمہاری مغفرت کرے تیس برس تک آپ نے افطار نکیا علے الاتصال روزہ رکھا کیے اور شب کو چالیس برس تک عبادت میں رہے ایک لمحہ نہیں سوئے وعن ابن المبارک ان ابا حنیفۃ صلے خمسا واربعین سنۃ الصلوات الخمس بوضوء واحد وکان یجمع القرآن فی رکعتین اور ابن المبارک سے روایت کی کہ ابوحنیفہ نے پینتیس برس تک پنج وقتہ نماز ایک وضو سے پڑھیں اور تھے کہ تمام قرآن عزیز ہے دو رکعت میں وعن ابی یوسف قال بینا انا ماشی مع ابی حنیفۃ سمع رجلا یقول لرجل ہذا ابوحنیفۃ لا ینام اللیل فقال ابوحنیفۃ لا یتحدث عنی بما لا افعلہ فکان یحیی اللیل صلوۃ ودعاء وتضرعا اور امام ابویوسف سے روایت کی کہا اونہوں نے میں چلا جاتا تھا امام ابوحنیفہ کے ساتھ کہ اونہوں نے سنا ایک شخص کو کہتا ہے دوسرے سے یہ ابوحنیفہ ہیں کہ تمام رات نہیں سوتے ہیں پس فرمایا ابوحنیفہ نے نہ نسبت کیا جاوی میری طرف وہ امر کہ نہیں ہے میں پس اوس روز سے تمام رات جاگتے تھے اور نماز اور دعا اور تضرع میں مصروف رہتے تھے وعن مسعر بن کدام قال دخلت لیلۃ المسجد فرایت رجلا یصلی فاستحلیت قراءتہ فقرء سبعا فقلت یختم قرء الثلث ثم صف فلم ینزل یقرء حتی ختمہ کلہ فی رکعۃ فنظرت فاذا ہو ابوحنیفۃ اور روایت کی مسعر بن کدام سے کہا اونہوں نے کیا میں ایک شب کو مسجد میں پس دیکھا میں نے ایک شخص کو

کہ نماز پڑھتا تھا پس خوش معلوم ہوئی مجکو اوسکی تلاوت قرآن پس سننے لگا مین پس پڑھا اوسنے ساتوان
حصہ قرآن مین نے خیال کیا کہ اب رکوع کریگا مگر اوسنے شروع کیا اور پڑھتا گیا یہانتک کہ ایک تہائی قرآن تک
پہونچا پھر نصف تک اسطرح پڑھتا گیا یہانتک کہ کل اوسنے ایک رکعت مین پڑھا پس غور کیا مین نے کہ یہ کون شخص ہے
پس معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ ہین وعن زائدۃ قال صلیت مع ابی حنیفۃ فی مسجد الحشاء وخرج الناس ولم یعلم انی
فی المسجد فقام فافتتح الصلوۃ فقرء حتی بلغ ہذہ الآیۃ فمن اللہ علینا ووقانا عذاب السموم فلم یزل یردد ہا حتی
اذن المؤذن مصلوۃ الصبح اور زائدہ سے روایت کی کہ مین نے ابوحنیفہ کے ساتھ عشا کی نماز ادا کی اور جماعت کے
لوگ سب چلے گئے مگر مین بیٹھا رہا اور ابوحنیفہ نے سمجھا کہ اب کوئی مسجد مین نہین ہے پس نماز شروع کردی
اور اوسمین سورۂ طور پڑھنے لگے جب اس آیت تک پہونچے فمن اللہ علینا ووقانا عذاب السموم ایسی خشیت
اونپر طاری ہوئی کہ تمام شب اسی آیت کو مکرر پڑھا کیے یہان تک کہ صبح کی اذان ہوگئی وعن القاسم بن معن
ان ابا حنیفۃ قام لیلۃ بہذہ الآیۃ بل الساعۃ موعدہم والساعۃ ادہی وامر فلم ینزل یردد ہا ویبکی ویتضرع اور قاسم
بن معن سے روایت کی کہ ابوحنیفہ نے ایک شب کو اس آیت کی بل الساعۃ موعدہم الخ جو سورۂ قمر مین ہے تکرار کی
اور روتا کیے یہانتک کہ صبح ہوگئی وعن حماد بن ابراہیم قال جالست الاوزاعی فما رایت فہم ذلک من ابی حنیفۃ
اور حماد بن ابراہیم سے روایت کی کہا اوزاعی نے ملاقات کی مین نے اہل کوفہ سے اور بحث کی زبان کے علماء کی
پس نہین دیکہا مین نے کسیکو پر ہیزگار ابوحنیفہ سے بڑہ کے وعن وکیع قال کان ابوحنیفۃ یجعل علی نفسہ ان
لا یحلف بالصدق ولا بالکذب فی کلامہ الا تصدق بدرہم فحلف فتصدق ثم جعلہ علی نفسہ ان حلف ان یتصدق بدینار فکان اذا حلف
فی غرض من اغراض الکلام تصدق بدینار وکان اذا انفق علی عیالہ نفقۃ تصدق بمثلہا وکان اذا اکتسی ثوبا جدیدا کسی الفقراء
بمثلہ الشیوخ العلماء وکان اذا وضع بین یدیہ الطعام انفذ منہ ضعف مایاکل فجعلہ علی الخبز ثم یعطیہ لفقیر اور روایت کی
وکیع سے کہ تہے ابوحنیفہ کہ کمال احتیاط سے قسم سچی بہی نہین کہاتے تہے اور اونہون نے نذر کرلی تہی کہ اگر مین کبہی
اثنائے گفتگو مین خدا کی قسم کہاؤن تو مین ایک درہم صدقہ کرونگا پس ایکدفعہ اتفاقاً قسم کہا گئے پس ایک
درہم صدقہ کیا بعد اوسکے نذر کی کہ اب اگر کبہی قسم کہاؤن تو ایک دینار صدقہ کرونگا پس بعد اسکے جب کبہی
قسم کہاتے ایک دینار صدقہ کرتے اور تہے کہ جب کسیقدر اپنے اہل وعیال پر صرف کرتے تہے اوسیقدر فقراء کو قسم
کردیتے اور جب کبہی نیا کپڑا پہنتے بقدر قیمت اوسکے اور علماء کو کپڑے پہناتے اور جب کہانا کہاتے دو حصہ
اوسکا جسقدر کہاتے فقیر کو دے دیتے وعن وکیع ایضاً قال کان ابوحنیفۃ عظیم الامانۃ وکان یوثر رضاء اللہ
علی کل شئ ولو اخذتہ السیوف فی اللہ لاحتملہا اور یہی روایت ہے وکیع سے کہ تہے ابوحنیفہ بڑے امانت دار اور
مقدم رکہتے تہے خوشنودی پروردگار کو ہر چیز پر اور اگر راہ خدا مین واجراء شریعت مین اونپر تلوارین پڑتین

اوسکے متحمل ہوجاتے وعن قیس بن الربیع قال کان ابوحنیفۃ رحمہ فقیہا کثیر البر والصدقۃ یکثر من کل وجہ الیہ کثیر الافضال علی اخوانہ وکان بیت المال یغدو الیہ ویتعشی عندہ الا نادرا ویجلب الی الکوفۃ ویجمع الارباح من سنۃ الی سنۃ فیشتری بہا حوانیت الاشیاخ المحدثین واقواتہم وکسوتہم ومایحتاجون الیہ ثم یعطیہم باقی الزمانیۃ من الارباح ویقول انفقوا فی حوائجکم ولا تحمدوا الا اللہ فانی ما اعطیتکم من مالی شیئا ولکن من فضل اللہ علیکم وہذہ ارباح بضائعکم فانہ ہو اللہ مما یجری اللہ علیکم یدی اور روایت کی قیس بن ربیع سے کہ تھا ابوحنیفہ بڑے متقی اور بڑے فقیہ بہت احسان کرتے اپنے بھائیوں پر اور اعزہ پر اور جو شخص کہ مضطر ہوا اور بھیجتے تھے مبالغ واسطے خریدنے اسباب کے طرف بغداد کے اور وہ اسباب جب کوفہ میں آتا تو اوسکو فروخت کرتے تھے اوسمیں جسقدر نفع ہوتا تھا سال بسال اوسکو جمع کرکے اوس سے کھانے کا سامان اور کپڑے وغیرہ ضروریات خرید کرکے محدثین اور علماء کو تقسیم کردیتے تھے اور باقی زمانہ بھی اونہیں کو دیتے تھے اور کہتے تھے کہ نہ شکر کرو تم مگر اللہ کا کہ یہ مال میرا نہیں بلکہ تمہیں سب کا ہے کہ میرے ذریعہ سے اللہ نے تمکو پہونچایا ہے وعن حفص بن حمزۃ القرشی قال کان ابوحنیفۃ رحمہ مربہ الرجل فیجلس الیہ بغیر قصد ولاجل مسئلۃ فاذا اقام سال عنہ فان کان بہ حاجۃ وصلہ وان مرض عاودہ حتی یجرہ الی مواصلتہ وکان اکرم الناس مجالسۃ اور روایت کی حفص بن حمزہ سے کہ ابوحنیفہ کے پاس جب کوئی اجنبی آتا اور اتفاقاً اوسکے پاس بیٹھتا جب وہ اوٹھنے لگتا تو ابوحنیفہ اوسکا حال دریافت کرتے اور کمال حسن خلق کے ساتھ پیش آتے پس اگر معلوم ہوتا کہ اوسکو کچھ ضرورت ہے ابوحنیفہ رفع ضرورت کردیتے اور اوسکی خدمت کرتے وعن ابی یوسف کان ابوحنیفۃ لا یکاد یزال حاجۃ الا قضاہا اور روایت کی ابویوسف سے کہ ابوحنیفہ سے جب کوئی حاجت پیش کرتا تھا آپ قضاے حاجت کردیتے تھے وعن ابن المبارک قال قلت لسفیان الثوری ما ابعد ابا حنیفۃ من الغیبۃ ما سمعتہ یغتاب عدوا لہ قط فقال واللہ ہو اعقل من ان یسلط علی حسناتہ ما یذہب بہا اور عبداللہ بن مبارک روایت کی کہ کہا میں نے سفیان ثوری سے بطور تعجب کے کہ ابوحنیفہ کو نہیں سنا میں نے کسی کی غیبت کرتے ہوئے کہ اپنے دشمن کی بھی غیبت نہیں کرتے ہیں پس کہا سفیان ثوری نے وہ بڑے عقلمند ہیں نہیں چاہتے ہیں کہ اوسکی نیکیاں دوسرے کے پاس چلی جاویں تیسرے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ غیبت کرنے والے کی نیکیاں اوسکو ملجاتی ہیں جسکی وہ غیبت کرتا ہے اسیوجہ سے ابوحنیفہ کسیکی غیبت نہیں کرتے ہیں کہ اونکے نیک کاموں پر دوسرا شخص مسلط نہوجاوے ان عبارات سے کمال مرتبہ جلالت وفضیلت امام ابوحنیفہؒ کی بتصریحات اکابر محدثین وعلماء تابعین ثابت ہوئی اور معلوم ہوا کہ جمیع صفات کمالیہ میں امام کو مرتبہ علیا حاصل تھا عبادت کی وہ کیفیت حسن وخلق وسخاوت کی وہ حالت اتباع شریعت واتقاء وپرہیزگاری کی وہ حقیقت اوسکی اور عبادت محدثین وفقہاء کی اگر لکھی جاویں تو ایک دفتر طویل ہوجاوے مگر جانے ان جہلاء کی

آنکھون پر کینے کے پردے پڑے ہین کہ باوجود اسکے کہ تمام محدثین و علما معتبرین امام کے مراج و تفقہ اور ہین مگر وہ کچھ نہین دیکھتے ہین وہی محدثین اور مورخین جو بخاری و مسلم کے مناقب لکھ گئے وہی امام کے بھی مناقب لکھ گئے مگر جہلا و متعصبین جب فضیلت بخاری (اور مسلم کا ذکر آتا ہے تو ان محدثین کے کلام کو اگر چہ بے سند ہو انپر سند گردانتے ہین اور جب امام کا ذکر آتا ہے اونہین محدثین کے کلام کو اگر چہ بسند ہو نہین مانتے ہین جہلا تو جہلا انکی علما کی بھی یہی کیفیت ہے کہ جہان تک ممکن ہوا امام ابوحنیفہ کے معائب ذکر کرنے پر تیار ہوتے ہین اور عبارات مناقب کو روا گذاشت کر جاتے ہین ؎ خود پرست ہو گیا ہے اک عالم ۔ نفس کو اپنے جانتا ہے صنم + مؤلف معیار کو دیکھیے جنی عبارتین امام کی نقصان فضیلت پر دالی ہین جھٹ پٹ لکھدینا اور جو عبارتین محدثین کی اونکے کمال منقبت پر دال ہین وہ ملاحظہ سے نہ گذرین نہین نہین عمداً چھوڑ دین تہذیب الاسماء سے ایک عبارت ابو اسحق شیرازی کی نقل کر دی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوحنیفہ تابعی نہین ہین اور اونسے متصل تہذیب الاسماء کی عبارت جسمین بشہادت خطیب بغدادی جو بڑا محدث جلیل القدر ہے امام کی تابعیت مذکور ہے اور بڑی فاضل فنوجی نواب بہوپالی نے جنکے باب مین یہ مثل مشہور ہے نازبا سر وسج بالفروج تو قسم کھائی ہے کہ ہر تصنیف مین اپنے وہ معائب امام کا ذکر کر دیتے ہین اور مناقب صحیحہ کو روا گذاشت کر جاتے ہین بے ذکر ترک لکھدیا کہ ابوحنیفہ کی بضاعت حدیث مین مزجاۃ ہے اور یہ نہ خیال کیا کہ اکابر محدثین اس قول کی تکذیب کر چکے ہین سب معتبر مورخین و محدثین اس بات کے قائل ہین کہ ابوحنیفہ قیاس عند الضرورۃ کرتے تھے پہلے قرآن و حدیث و آثار صحابہ سے حکم مسئلہ تلاش کرتے تھے جب نہین پاتے تھے قیاس کرتے تھے اور یہ بھی سب لکھتے ہین کہ ابوحنیفہ روایات حدیث مین معتبر ہین پھر بھلا اونکی قلت مہارت کی حدیث مین کیا معنے ہان روایات حدیث بسقدر ادائمہ نے کین ابوحنیفہ سے نہین ہوئین اونکے چند اسباب ہین ایک یہ کہ ابوحنیفہ کے زمانے مین احادیث کی روایت کرنی اور جمع کرنی کا طریقہ نہ تھا اور بعد اونکے اور ائمہ کے زمانے مین رواج فن حدیث کا بہت ہوا اشتر قاً وغرباً محدثین نے سفر کرنا شروع کیا اور روایت حدیث و تصنیف کا طریقہ شائع ہوا اسوجہ سے ابوحنیفہ کیا بلکہ اکثر مجتہدین ہمعصر ابوحنیفہ کو روایات حدیث کا کم اتفاق ہوا اس سے یہ نہین کہا جا سکتا ہے کہ اونکی بہت حدیث مین پست تھی اور رائے اونکی سست تھی دوسری یہ کہ روایت حدیث مین انکو کمال احتیاط کی وجہ سے یہ امر مدنظر رہتا تھا کہ جب تک وہ حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زبانے سے اونکے زمانہ تک بذریعہ علماء صحابہ و تابعین نہ پہونچے اونکی روایت نہین کرتے تھے اسوجہ سے اونکی روایتین بنسبت اور محدثین کے کم ہوئین میسر نہ آیا کہ جب تک حدیث یاد نہوا اوسوقت تک وہ روایت کو جائز نہین رکھتے تھے اور غایت احتیاط کی وجہ سے یہ رائے اونکی تھی کہ اگر کوئی شخص اپنے شیخ سے حدیثین سنکے لکھ رکھے اور بعد ایک عرصہ کے اوسکو

کاغذ کو دیکھے اور یقیناً سمجھے کہ سراسر خط ہے اسمین کچھ فرق نہین ہے تب بھی اوسکو روایت کرنا نہین جائز ہے
جب تک اوسکو یاد نہ آوے جیسا کہ فتح القدیر مین بحث قرأت خلف الامام مین مسطور ہے فتامل ۱۲ منہ تصحیف بعضہم مثل ابی حنیفۃ مع تصحیفہ فی الروایۃ الی النہایۃ حتی انہ شرط التذکر لجواز الروایۃ بعد علم انہ خطہ الخ شرط
الحفاظ ہذا ولم یوافقہ حیاء انتہی جو کہتی ہے کہ بعض کتب مین مذکور ہے کہ ابوحنیفہ روایت حدیث بالمعنی کو جائز نہین
رکھتے تھے بلکہ جب تک خاص وہ لفظ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا ہے یاد نہو روایت
کرنا درست نہین رکھتے تھے پس بسبب ان شروط احتیاطیہ کے جو کہ علامت کمال تقوے ابوحنیفہ کی ہین
اونسے روایات حدیث کم واقع ہوئین اس سے یہ سمجھنا کہ ابوحنیفہ کی بضاعت حدیث مین مرجاۃ ہے
خلاف عقل ہے الحاصل کلام فاضل قنوجی اس بحث مین قابل سماعت کے نہین ایسا کلمہ وہی لکھیگا اور وہی
تسلیم کریگا جو جاہل ہوگا یا متعصب ہوگا اس سے بڑھ کے اور سینے فاضل قنوجی نے ابجد العلوم مین ابجد خان
بنکے آنکھ بند کرکے تحریر فرما دیا لم یر احد من الصحابۃ باتفاق اہل الحدیث انتہی لینے نہین دیکھا ابوحنیفہ نے
کسی صحابی کو باتفاق محدثین کے باوجودیکہ خود ہی اپنے رسالہ حطہ مین ایسی عبارتین لکھدین جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ بعض محدثین نے امام کے تابعی ہونے کی اور صحابہ کو دیکھنے کی تصریح کی ہے گریہی بھول بہتیرے
تو اندھیرا ہوگا ✽ چار جانب سے بہت آپ گھیرا ہوگا ✽ رد اسکی بتفصیل تمام مؤلف ابراز الغی نے ابراز الغی
مین کردی ہے خدا اوسکو جزاے خیر دے جسکو شوق ہو ابراز الغی دیکھ لے اور عبارات نووی شعرانی
وغیرہ سے یہ قول نبی فاضل قنوجی کا اتحاف النبلاء مین لیکن درین شک نیست کہ مقلدین مذہب ابوحنیفہ
در مناقب وے سلوک سبیل مبالغہ کردہ اند تا آنکہ بعضے نوشتہ اند کہ چہل سال بوضوے عشا نماز صبح گذاردہ اند
و در عامہ لیالی تمام قرآن در یک رکعت ختم میکرد و سی سال افطار نخسودہ و پنجاہ و پنج حج گذاردہ انتہیٰ غلو قبیح
انتہی مردود ہوگیا نووی اور عبدالوہاب شعرانی اور خطیب بغدادی اور وہ لوگ جنسے انہون نے نقل کیا ہے
مقلدین مذہب ابوحنیفہ سے تھے حال آنکہ یہ مناقب نہ سب ہی لکھ گئے آپ غور کیجیے کہ یہ غلو کسکا ہے
حنفیہ کا یا مؤلف اتحاف کا اگر کوئی کہدے کہ محدثین جو مناقب بخاری مین لکھ گئے کہ جب اونہون نے صحیح
تصنیف کی ہے ہر حدیث کے بعد وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھتی اور ہر ایک حدیث لکھتے تھے اور ایسی اور
مناقب جو اونکے محدثین لکھ گئے وہ سب غلو قبیح ہے اور خانہ ساز محدثین کی باتین ہین پس آپ جو اسکا جواب
دیجئی وہی اوسکے سے بھی سمجھ لیجئی فرق کی کوئی وجہ نہین ہے ○ پایان نہین جدال کا انصاف شرط ہے ✽
بے اصل بات اشتہ کرگئین کا فرط ہے ✽ اور اس قول کا کہ ابوحنیفہ کو مداخلت علم حدیث مین کم تھی ابن
خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ مین اچھی طرح سے ابطال کردیا ہے عبارت اونکی یہ ہے وقد تقول المتعصبین

ف ۱۲ منہ

المتعصبين الى ان منهم من كان قليل البضاعة في الحديث فلهذا قلت روايته يعني بعض متعصبين كرامیہ
بغض رکھتے ہین کہا کہ بعض امیہ کو جیسے ابو حنیفہ علم حدیث مین کم دخل تہا اسوجہ سے روایتین حدیث کی اونکی
کم ہوئی ہین ولا سبیل الی ہذا المعتقد فی کبار الائمۃ لان الشریعۃ انما تؤخذ من الکتاب والسنۃ ومن کان قلیل
البضاعۃ من الحدیث فیتعین علیہ طلبہ وروایتہ والجد والتشمیر فی ذالک لیاخذ الدین عن اصول صحیحۃ وتلقی الاحکام
عن صاحبہا الصیغ لہا واما قلل منہم من قلل الروایۃ لاجل المطاعن التی تعترضہ فیہا والعلل التی تعرض فی طرقہا
سیما والجرح مقدم عندا لاکثر فیؤدیہ الاجتہاد الی ترک الاخذ بما یعرض مثل ذالک فیہ من الاحادیث وطرق الاسانید
ویکثر ذالک فتقل روایتہ لضعف فی الطرق ہذا مع ان اہل الحجاز اکثر روایۃ للحدیث من اہل العراق لان اہل العراق لبلاد
دار الہجرۃ وما وای الصحابۃ ومن انتقل منہم الی العراق کان شغلہم بالجہاد اکثر والامام ابو حنیفہ انما قلت روایتہ
لما شدد فی شروط الروایۃ والتحمل وضعف روایۃ الحدیث الیقینی اذا عارضہا الفعل النفسی وقلت من اجلہا روایتہ
فقل حدیثہ لا انہ ترک روایۃ الحدیث متعمدا فحاشاہ من ذالک ویدل علی انہ من کبار المجتہدین فی علم الحدیث
اعتمادہ مذہبہ فی ما بینہم والتعویل علیہ واعتبارہ رد وقبولا واما غیرہ من المحدثین وہم الجمہور فتوسعوا فی الشروط
واکثر حدیثہم والکل عن اجتہاد وقد توسع اصحابہ من بعدہ فی الشروط وکثرت رواتہم ودوی الطحاوی فاکثر
وکتب المسندہ وانتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ حضرت ائمہ مجتہدین کی شان مین کہ منجملہ اونکے ابو حنیفہ بھی ہین ہرگز
یہ خیال نہین ہوسکتا ہے کہ اونکو حدیث کی طرف توجہ کم تہی اسوجہ سے کہ احکام شرعیہ قرآن وحدیث سے
اخوذ ہین اور اجتہاد مین شرط ہے کہ قرآن وحدیث مین مداخلت تامہ ہو اور جب حکم قرآن وحدیث
واجماع سے نہ معلوم ہو اجتہاد سے اوسکا استخراج کیا جاوے پس مجتہد پر فرض ہے کہ طلب احادیث اور
تتبع اور وایات کرے ورنہ وہ قیاس کیونکر کرسکتا ہے اور ابو حنیفہ کے مجتہد ہونے مین کسیکو گفتگو نہین ہے
پس بنا بضرورۃ انکی توجہ حدیث کی طرف ناقص نہین ہوسکتی ہے اور دلیل قوی اونکے مجتہد ہونے پر اور علم
حدیث مین ماہر ہونے پر یہ ہے کہ جملہ مجتہدین ومحدثین اونکے اقوال پر اعتماد کرتے ہین اور جب اور مجتہدین
کے اقوال سے بحث کرتے ہین اونکے یہی اقوال سے خواہ بطور رد کے خواہ بطور قبول کے بحث کرتے ہین اگر
اونکو علم حدیث مین مہارت نہوتی اور اجتہاد کا مرتبہ اونکو حاصل نہوتا اونکے قول کا کوئی اعتبار نکرتا اور روایتین
حدیث کی جو اونہون نے بہ نسبت اور ائمہ کے کم کہین اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ بلاد عراق مین تھے اور
اور ائمہ بلاد عرب مین جیسے شافعی مکہ مین اور مالک مدینہ مین اور روایات حدیث کی کثرت جسقدر حرمین وغیرہ
مین ہوئی اوسقدر بلاد عراق وغیرہ مین نہین ہوئی دوسری وجہ یہ ہے کہ ابو حنیفہ کی شروط روایات مین تشدید
ہے اور اسلئے تجنب اونکا بہ نسبت التزامات اور ائمہ کے قوی ہے اسوجہ سے اونسے روایت کم ہوئی اور سوائے

اونکے اور ائمہ نے اس قسم کے التزامات نہین کیے اسوجہ سے روایت اونہون نے بکثرت کی بلکہ خود تلامذہ
امام ابو حنیفہ اور مقلدین مذہب حنفی نے اون شروط کا التزام نہین کیا اسیوجہ سے اونکے تلامذہ نے
بہت روایتین کین اور طحاوی حنفی نے بہت روایتین حدیث کی کین اور ایک مسند روایات ابو حنیفہ
کی تصنیف کی **قولہ** امام اعظم کو تو بجز سترہ حدیثون کے اور کوئی حدیث ہی نہین ملی چنانچہ عبدالرحمن بن
محمد بن خلدون نے اپنی کتاب تاریخ عبر دیوان المبتدا والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر مین لکھا ہے

فابو حنیفۃ فقال بلغت روایتہ الی سبعۃ عشر حدیثا الخ **اقول** لعنۃ اللہ علی الکاذبین المتعصبین ۵
مزن بے تامل بگفتار دم ✻ نگوئی کہ گر دیر گردی چہ غم ✻ اس مقام پر کلام ہے بچند وجوہ اول
ابن خلدون کے کسی اور نے یہ مضمون نہین لکھا کہ ابو حنیفہ کو کل سترہ حدیثین پہونچین اور
کا قول اس باب مین معتبر نہین کیونکہ اوسکو علوم شرعیہ مین مہارت نہ تھی اور فن حدیث
مین مداخلت نہ تھی جیسا کہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی نے جو شاگرد رشید حافظ ابن حجر
ہین اپنی کتاب ضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع مین ترجمہ ابن خلدون مین لکھا ہے ولم یکن
الشرعیۃ انتہی ہان اگر کسی محدث معتبر یا کسی موثق معتبر سے جو علم روایات حدیث وغیرہ مین مہا
اور کتب حدیث سے واقفیت ہو ایسا مضمون صادر ہوتا البتہ کچھ اعتبار اوسکا ہوسکتا تھا بیچارا
کہ دیکھے تصانیف حدیث کو بنظر غور نہین دیکھا گیا جانے دو ابو حنیفہ کی کسقدر روایات کتب حدیث
وقوم یہ کہ خود ابن خلدون نے اس مضمون کا اعتبار نہین کیا بلکہ بلفظ یقال کہ جس سے اشارہ آ
کی طرف ہے لکھا پس ایسے قول ضعیف پر اور وہ بھی ایسے کا قول کہ جسکو خود مہارت فنون شرعیہ
اعتبار کرنا اور اوسکو درج کتاب کر دینا جیسا کہ نواب بھوپال سے اور اونہین کی تقلید کی وجہ سے آ
صادر ہوا ہر عاقل کے نزدیک قبیح ہے **سوم** یہ کہ اس عبارت ابن خلدون کے متصل جو دوسری عبا
ابن خلدون کی ہے جو ہمنے سابقاً نقل کی جمیعین ابو حنیفہ کا ماہر ہونا فن حدیث مین مذکور ہے اور ا
کم روایت کرنے کی وجہ مسطور ہے معلوم نہین کسوجہ سے آپ نے واگذاشت کر دی ہان اس سبب
نہین لکھی کہ تا عوام کو منقبت و فضیلت امام مین شبہہ واقع ہوجاوے اور اسکا ثواب آپ کو ملے
**چہارم** یہ کہ ابن خلدون کے نسخون مین اس مقام مین غلطی سے یہ عبارت واقع ہوگئی اوسپر اعتما
کرنا بجز نواب بھوپال اور اونکے مقلدین کے کہ جو رطب و یابس سب جمع کر دیتے ہین اور صحیح و غلط مین تمیز
اعتبار نہین ہوتی ہے کسی آدمی کا کام نہین سوحی کی شرح مین زرقانی نے امام کی روایات کی تعداد مین چند
قول لکھے ہین ایک پانچسو دوسری سات سو تیسری اکہزار اور چند چوتھی اکہزار سات سو پانچوین چند سو

چھیاسٹھ اور اسیھی اور محدثین بھی لکھ گئے پس ظاہر یہ ہے کہ ابن خلدون نے بسبب ناواقفی لکھا یعنی بسبب سو غلطی مانع سے سبعۂ عشر ہوگیا نتیجہ یہ کہ کل سترہ حدیثین امام کو پہونچنا محض خلاف عقل ہے اسکو تسلیم کرنا ایسا ہے جیسے تسلیم کرنا اس امر کا کہ بخاری کو کل تین حدیثین ملین مسانید روایات امام اعظم سے اگر قطع نظر کیجاوے اور صرف تصانیف تلامذہ امام کی دیکھی جاویں حنفین مذہبیہ امام بسند مسلسل اخبار اور آثار مروی ہین جیسے موطا اور کتاب الحج اور سیر کبیر امام محمد کی اور کتاب الخراج امام ابو یوسف کی اور کتاب الآثار امام محمد کی تو بھی صدہا روایات امام کی نکلین گی تیسری روایتین تو امام سے بسند مسلسل صرف موطا ہی مین موجود ہین مصنف ابن ابی شیبہ مین دیکھیے کسقدر ابوحنیفہ کے ذریعہ سے بسند متصل روایتین موجود ہین شرح معانی الآثار اور مشکل الآثار طحاوی کے اور تصانیف دار قطنی اور تصانیف بیہقی وغیرہ دیکھیے کسقدر اوسمین روایتین امام سے مروی ہین ششم یہ کہ زمانہ امام کا آخر زمانہ صحابہ کا اور شروع عہد زمانہ تابعین کا تھا اوس زمانے مین ایک ایک طفل مکتب کی صدہا حدیثین روایتین موجود ہین باینہمہ یہ کہنا کہ امام کو کل سترہ حدیثین ملین خالی حماقت سے نہین ہفتم یہ کہ امام کے مجتہد ہونے مین کسیکو شبہہ نہین ہے اور ذکر اونکا ذکر رجال محدثین و مجتہدین کی کتب محدثین مین موجود ہے اگر اونکو کل سترہ حدیثین ملی ہوتین تو اونکا ذکر کیونکر چلتا اور شہرہ اونکا مجتہدین مین کیونکر ہوتا ہشتم یہ کہ اوسمین عبادات و معاملات سے قطع نظر صرف نماز کو دیکھیے کہ اوسمین کسقدر فرض اور واجب اور سنت اور مستحب امام سے منقول ہین اور پر ظاہر ہے بجز آیات قرآن مین نہین ہین پھر اگر امام کو بجز سترہ کے اور حدیث نہ ملی تو یہ سب احکام سنت متجب کے کہان سے اونہون نے بیان کیے اور تمام محدثین انکے اقوال کو کیونکر معتبر سمجھا کیے نہم یہ کہ مانع امام کے تصریح ابن حجر وغیرہ چار ہزار ہین اگر اوسکا اعتبار نہ کیجیے تو بقول جمال الدین فری صاحب ریب الکمال کہ جسکا قول تمام محدثین کے نزدیک مقبول ہے اسقدر ہین ابراہیم بن محمد بن منتشر اسمعیل ۳ عبدالملک جبلۃ بن سحیم ابو ہند ۴ حارث بن عبدالرحمن ہمدانی ۵ حسن بن عبداللہ حکم ۶ بن عتیبہ ۷ حماد بن ابی سلیمان ۸ خالد بن علقمہ ۹ ربیعہ بن ابی عبدالرحمن ۱۰ زبید الیامی ۱۱ زیاد بن علاقہ ۱۲ سعید بن مسروق ثوری ۱۳ سلمہ بن کہیل ۱۴ سماک بن حرب ۱۵ شداد بن عبدالرحمن قشیری ۱۶ شیبان ۱۷ بن عبدالرحمن ۱۸ طاوس بن کیسان ۱۹ طلق بن سفیان ۲۰ سعدی طلحہ بن نافع ۲۱ عاصم بن کلیب ۲۲ عامر سبیعی ۲۳ عبداللہ بن ابی بیعہ ۲۴ عبداللہ بن دینار ۲۵ عبدالرحمن بن ہرمز اعرج ۲۶ عبدالعزیز بن رفیع ۲۷ عبدالکریم بن ابی امیہ بصری ۲۸ عبدالملک بن عمیر ۲۹ علی بن ثابت انصاری ۳۰ عطاء بن ابی رباح ۳۱ عطاء بن سائب ۳۲ عطیہ بن سعد عوفی ۳۳ عکرمہ مولے ابن عباس ۳۴ مولا بن عمر ۳۵ علقمہ بن مرثد ۳۶ علی بن اقمر ۳۷ علی بن حسن عمر بن ۳۸ دینار ۳۹ عون بن عبداللہ ۴۰ قابوس بن ابی طبیان ۴۱ قاسم بن عبدالرحمن بن عبداللہ

بن مسعود[۴۱] قتادہ[۴۲] قیس[۴۳] بن سالم[۴۴] محارب[۴۵] بن دثار[۴۶] محمد[۴۷] بن زبیر حنظلی[۴۸] محمد بن[۴۹] اسائب[۵۰] ابوجعفر[۵۱] محمد بن علی[۵۲]
محمد بن[۵۳] قیس ہمدانی[۵۴] محمد[۵۵] بن شہاب زہری[۵۶] محمد بن[۵۷] منکدر[۵۸] مخول[۵۹] بن راشد[۶۰] مسلم[۶۱] بطین[۶۲] حسین[۶۳] بن عبدالرحمن[۶۴] بن اسحٰق[۶۵]
منصور[۶۶] بن معتمر[۶۷] مرثد[۶۸] بن ابی عائشہ[۶۹] ناصح[۷۰] بن عبداللہ یحبی[۷۱] ہشام[۷۲] بن عروہ[۷۳] الہیثم[۷۴] بن حبیب[۷۵] ولید[۷۶] بن[۷۷] سریع[۷۸]
مخزومی[۷۹] یحیٰی[۸۰] بن سعید انصاری[۸۱] یحیٰی[۸۲] بن عبداللہ کندی[۸۳] یحیٰی[۸۴] بن عبداللہ الجابر[۸۵] بزید[۸۶] بن ہبیب[۸۷] یزید بن عبدالرحمن[۸۸]
کوفی[۸۹] یونس[۹۰] بن عبداللہ ابوحصین[۹۱] اسدی[۹۲] ابوزبیر مکی[۹۳] ابوالاسود[۹۴] دیلی[۹۵] ابوعون[۹۶] ثقفی[۹۷] ابوسعید[۹۸] وغیرہ[۹۹] پس

اگر امام نے انمیں سے ہر ایک سے ایک ایک حدیث روایت کی ہوتب بھی ستر حدیثیں ہوتی ہیں ستر کا
جو معنی وارد الغرض اس قول کے کہ امام کو کل سترہ حدیثیں پہونچیں بطلان کی بہت سے وجوہ ہیں عقلاً
بھی یہ قول باطل ہے اور نقلاً بھی یہ قول باطل ہے اسکا اعتقاد کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی اعتقاد کرے
کہ بخاری کو کل تین چار حدیثیں پہونچیں اور یہ جو سب حدیثیں صحیح بخاری میں ہیں وہ بخاری کی جمع کی ہوئی
نہیں ہیں کسی دغا باز خانہ ساز نے ملا دیں ہیں یا یوں کوئی اعتقاد کرے کہ یہ جو قرآن پاک ہے اسمیں
صرف دو چار سو آیتیں یا تین پروردگار کی ہیں باقی سب بندگان خدا کی گڑھی ہوئی ہیں حق جل شانہ
ہر ایک مسلمان کو اس قسم کے عقائد سے محفوظ رکھے اور بھکانے والوں کے فریب سے بچاوے آمین

تنبیہ یہ کہنا کہ کل سترہ حدیثیں ملیں ابوحنیفہ کے حق میں جو زمانہ صحابہ میں موجود تھے اور سنے
تھے اور بشہادت امام شافعی وغیرہ فقہ میں اونکا کمال مداخلت تھی ایسا ہی ہے جیسے صحیح بخاری
میں روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کا عامل بنایا اور
حمقاء اونسے ناخوش ہوئے اور طرح طرح کے معائب اونکے حضرت عمر کو پہونچانے لگے اور مدینہ میں یہ
مختلف شکایتیں کرتے رہے یہانتک کہ بعضوں نے یہ بھی کہدیا کہ وہ نماز بھی اچھی طرح پڑھتا نہیں
حضرت عمر نے سعد کو کوفہ سے بلا لیا اور کہا کہ تمہاری شکایت اہل کوفہ نے بہت کی یہانتک کہ یہ بھی کہا
تمکو نماز بھی پڑھنا نہیں آتی ہے سعد نے کہا کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں چھوڑتا
اور آپ ہی کے طریقہ پر نماز پڑھتا ہوں بعد اسکے اونہوں نے طریقہ اپنی نماز پڑھنے کا بیان کیا حضرت
عمر نے کہا ہی گمان تمہارے ساتھ کرتا ہوں حضرت کی اتباع چھوڑوگے اور بہت تن اتباع شریعت میں مصروف
رہوگے القصہ پھر سعد کوفہ کی طرف گئے اور جنہوں نے انپر تہمت لگائی تھی اونکے حق میں بد دعا کی اور
اونکی بد دعا سے وہ لوگ مبتلائے بلا ہو گئے پس ابوحنیفہ کے حق میں یہ کہنا کہ کل سترہ حدیثیں اونکو
آتی تھیں ایسا ہے جیسے اون احمقوں نے کہا کہ سعد کو نماز ہی نہیں آتی ہے بھلا کوئی عقلمند اسکو
باور کریگا کہ سعد بن ابی وقاص کو کبار صحابہ سے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خصوصی مصاحبین

بارہا ساتھ رہے اور عشرہ مبشرہ مین شمار کیے جاتے ہین اور بہت سی حدیثین اونکی تعریف مین وارد ہین ایسے صحابی کو نماز پڑہنا بھی نہ آوے حالانکہ اوس زمانہ مین اونے اونے صحابی نماز اچھی طرح سے ادا کرتے تھے بلکہ طفل مکتب بھی صحابہ کے اہل کوفہ سے ہر رجہ ہا بہتر عبادت اہتمام سے کرتے تھے پس ایسی ابوحنیفہ پر یہ طعن کرنا کہ اونکو حدیثین نہین ملین بجز سترہ کے ہم پوچھتے ہین کہ اگر اتنی ہی حدیثین اونکو ملین تو وہ فقیہ کیونکر تسلیم کی گئی اور امام شافعی وغیرہ بڑے بڑے محدثین اور مجتہدین اونکی فقاہت کی توصیف کیون کر کی کیا ان تعریف کرنے والون کو اتنا نہین معلوم تہا کہ فقاہت تو نام ہے ایسی قوت استعداد کا جسکی وجہ سے انسان دلائل شرعیہ سے مسائل کا استخراج کر سکے صرف مسائل کو یاد کر لینا یا عقل اور اپنی رائے سے جو کچھ آوے بک دینا اور امور شرعیہ مین دخل در معقول کرنا اس سے انسان فقیہ نہین ہو جاتا اسیوجہ سے کتب اصول جیسے توضیح و تلویح اور تحریر الاصول وغیرہ مین تفصیل تمام مذکور ہے کہ فقیہ جو کسی امام کے قول کی اتباع کرے اور خود اوسکو قوت اس امر کی نہو کہ وہ مسائل دلائل شرعیہ سے استنباط کر سکے اگرچہ وہ بڑا عالم ہو اور صدہا مسائل اوسکی زبان پر ہون ہرگز فقیہ نہین ہو سکتا ہے جب تک کہ اوسمین قوت استنباط کی حاصل نہو ویسے عالم ہونا اور حافظ مسائل شرعیہ ہونا اور مفتی ہونا اور کتب فقہیہ دیکھکر حکم مسئلہ نکال دینا اور شے ہے اور فقاہت اور شے ہے پس جسنے ابوحنیفہ کو فقط سترہ حدیثین ملین تو وہ فقیہ نہین ہو سکتے ہین کیونکہ دلائل احکام شرعیہ کے چار ہین قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس اور قیاس مین یہ شرط ہے کہ جب کسی امر دلیل سابق سے حکم نہ ملے تب مجتہد قیاس کرے اور قرآن پاک کے بہی صدہا مضامین ایسے ہین کہ وہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان اور تفصیل پر موقوف ہین پس جو شخص سولہ سترہ حدیثون کے سوا اور کچھ علم حدیث نہ رکھتا ہوگا اوسکو نہ تو قرآن پر اچھی طرح سے اطلاع ہوگی نہ قیاس اوس سے بن پڑیگا نہ استعداد اوسکو استنباط مسائل کی دلائل شرعیہ سے حاصل ہوگی بجز اسکے کہ وہ دخل در معقول کرکے اور گھر مین بیٹھکے جو کچھ دل مین آوے بک دے اور کچھ اوس سے نہ بن پڑے گا نہ وہ مجتہد ہو سکتا ہے نہ فقیہ ہو سکتا ہے پھر کیا سبب ہے کہ ابوحنیفہ کو تمام محدثین فقیہ اہل عراق لکھتے ہین اور امام شافعی بڑے طمطراق سے تمام عالم کو فقاہت مین ابوحنیفہ کے محتاج بتاتے ہین اور یہ کلمہ الناس فی الفقہ عیال ابی حنیفہ کہہ رہے ہین اب یا تو معاذ اللہ یہ سب مجتہدین اور محدثین جھوٹے اور احمق اور نا سمجھ ہین یا بے سمجھے بوجھے ایک ایسے شخص کو جسکو علم حدیث مین مہارت کیسی سترہ حدیث کے سوا اور کچھ اوسکو نصیب نہین ہوا فقیہ کہہ رہے ہین اور دفتر حفاظ حدیث مین اوسکو شمار کرتے ہین اور یا وہی جھوٹا اور احمق اور نا سمجھ ہے جو ایسا کلمہ کہتا ہے ہر انصاف پسند و عقلمند سے ہمکو یقین ہے کہ شق اول کو

کوئی بیوقوف کہیگا اور ہر شخص یہی کہیگا کہ ابوحنیفہ کی طرف بہ نسبت آٹھ سو برس کے سوا اوسکے کچھ نہیں ہے
اور جو ہوتا ہے اسی سے دنیا کے لوگ بقدر مصائب و آفات دنیا میں پہونچتے ہیں اور جسقدر کہ دنیا میں
وہ زیادہ اور قوی ہوتے ہیں یہانتک کہ نوبت عدالت آتی ہے زجر و توبیخ اور سزا حکام کی طرف سے کیجاتی ہے
وہ بھی ہمارا انہیں خرافات کی ہے مگر افسوس کہ اونکو ابتک تنبیہ نہیں ہوتا ہے اور یہ رہ غفلت کا
رہنے نہیں اونہا ہے ع آدمیان گم شدند ملک خدا خم گرفت + انا للہ وانا الیہ راجعون **قولہ** محدثین
کے دفتر میں ابوحنیفہ کا کہیں نام بھی نہیں ہے اور کتب صحاح ستہ میں انکی روایت کا کہیں نشان بھی
نہیں **اقول** کیا صحاح ستہ تمام و کمال حدیثوں کے حاوی ہیں کیا انکے سوا جو اور کتب حدیث کے ہیں
وہ سب محض غیر معتبر ہیں جیسے تصانیف دارقطنی و بیہقی و ابونعیم و طحاوی و دیلمی و دارمی و ابن جریر طبری
و ابن ابی شیبہ و عبدالرزاق و ابویعلے و ابن خزیمہ و ابوالشیخ اصفہانی و ابن حبان بستی و ابن عبدالبر
و ابن المنذر و ابن عدی و ابن عساکر دمشقی و محمد بن حسن شیبانی و ابویوسف کوفی و ابن ابی عاصم و ابن
ابی اسامہ و امام احمد و امام مالک و اسحق بن راہویہ و یعقوب بن شیبہ و محی السنہ بغوی و ابوداؤد طیالسی
و بقی بن مخلد قرطبی و ابوالعباس السراج و بزار و مسدد بن مسرہد و ابن ابی الدنیا و ابن مردویہ و شہاب
قضاعی و سعید بن منصور و حکیم ترمذی و ابومسلم کشی و طبرانی و حاکم و ابوعوانہ و ضیا و مقدسی و عبد بن حمید
وغیرہم ہر گز نہیں تمام احادیث وہ ہیں کہ صحاح ستہ میں اونکا نشان بھی نہیں اور وہ صحیح یا حسن ہیں
اور یہ جو مشہور ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری ہے پھر صحیح مسلم پھر اور کتب صحاح ستہ اسکا
یہ مطلب نہیں کہ سوائے انکے اور کتابوں کی حدیثیں سب غیر معتبر ہیں بلکہ غرض اوس سے فضیلت
باعتبار صحیت کے ہے اور ثمرہ اوسکا بوقت تعارض ظاہر ہوتا ہے یعنے جب ایک حدیث صحیحین کی ہو
اور مخالف اوسکے دوسری کتاب میں حدیث ہو تو حدیث صحیحین کی مقدم ہوگی تفصیل اس امر کی کتب
اصول حدیث میں جیسے شروح النخبہ و شروح نخبہ میں موجود ہے اور محدثین اپنی کتب میں تصریح
کر گئے کہ سوائے صحاح ستہ کے اور کتب حدیث میں بھی احادیث صحیحہ اور حسنہ معتبرہ موجود ہیں پھر
یہ امر ثابت ہوا پس صحاح ستہ میں امام ابوحنیفہ کی روایت کا نہونا کیا مضر ہوگا اور اس سے اونکو محدثین
سے خارج کر دینا کب صحیح ہوگا بہت سے اعاظم صحابہ ہیں کہ اونسے روایت صحاح ستہ میں نہیں بہت سے
تابعین اور مجتہدین وہ ہیں کہ اونکی روایت ان کتب میں نہیں پھر کیا یہ سب آپکے نزدیک اس قابل ہیں
کہ نامعتبر کا برسے خارج کر دیا جاوے اور محدثین میں انکا شمار نہ کیا جاوے امام ابوحنیفہ کی روایت
کو ان کتابوں میں نہ ہونیسے تو کچھ حرج نہیں صدہا کتب حدیث میں انکی بہ روایتیں موجود ہیں اور صدہا

محدثین انکی روایات کو معتبر سمجھتے ہین اور یہ قول انکا کہ محدثین کے دفتر مین ابوحنیفہ کا کہین نشان نہین
اس سے کیا مراد ہے اگر یہ مراد ہے کہ صحاح ستہ مین انسی روایت نہین تو کچھ ضرر نہین کیا دفتر
محدثین بحصر صحاح ستہ ہی مین ہے کیا اور کتابین حدیث کے مصنفین محدث نہین ہین پس اگر ابوحنیفہ
کی روایت صحاح ستہ مین نہین اور اور کتب حدیث مین موجود ہے تو نام انکا دفتر محدثین مین موجود ہے
اور اگر یہ مراد ہے کہ مورخین جہان محدثین کا ذکر کرتے ہین وہان ابوحنیفہ کا نام نہین لیتے ہین تو محض
غلط ہے دیکھو ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ مین ابوحنیفہ کا نام نامی اور حال سامی مذکور ہے اور اکابر محدثین
مین انکا ہونا مسطور ہے اسیطرح سے اور مورخین و محدثین بھی تذکرہ انکا محدثین کے ساتھ کرتے ہین
اور باب روایات مین انکو معتبر سمجھتے ہین تحقیق اسکی سابقا گذر چکی اور سند اسکی مذکور ہو چکی بقدر
ضرورت یہان بھی چند عبارات ملاحظہ کیجیے جس سے یہ امر صاف ثابت ہے کہ ابوحنیفہ کا نام دفتر
محدثین مین موجود ہے جواہر مضیہ مین ہے قد اثنی علیہ الامام جماعۃ من الائمۃ ہم عدول ہذہ الامۃ
یعنے تحقیق مدح و ثنا کی ہے امام ابوحنیفہ کے ایک گروہ ائمہ نے جو اکابر اور عادلین امت محمدیہ سے ہین

فقد روی عباس الدوری قال سمعت یحیی بن معین یقول اصحابنا یقرنون فی ابی حنیفۃ واصحابہ بقتیل لہ
کان یکذب قال فلیس بتحقیق روایت کیا عباس بن محمد دوری نے کہ سنا مین نے یحیی بن معین سے
کہتے تھے وہ کہ ہمارے اصحاب بہت تفریط کرتے ہین ابوحنیفہ اور اونکے تلامذہ کے باب مین اور
اونکے مراتب کو گھٹا دیتے ہین پس بوجہا کسی نے ابن معین سے کہ کیا ابوحنیفہ روایات حدیث مین
جھوٹ بولتے تھے کہا ابن معین نے نہین و ذکر محمد بن الحسین الموصلی الحافظ فی آخر کتاب فی الضعفاء اور
ذکر کیا حافظ محدث محمد بن حسین موصلی نے اپنی کتاب الضعفاء کے آخر مین قال یحیی بن معین ما رایت
احدا اقدم علی ان یقیس وکان یقیس برای ابی حنیفۃ وکان یحفظ حدیثہ کلہ وکان قد سمع من ابی حنیفۃ حدیثا
کثیرا کہا یحیی بن معین نے نہین دیکھا مین نے کسیکو کہ افضل ہو کیس بن مجالد کوفی سے اور تھے وکیع شاگرد
ابوحنیفہ کے اور اونسے بہت حدیثین سنی تھین اور انکی کل حدیثین انکو محفوظ تھین اور فتوی دیتے تھے
وکیع ساتھ اقوال ابوحنیفہ کے قال وقتیل یحیی بن معین یا ابا بکر یا ابوحنیفۃ کان یصدق فی الحدیث
قال نعم صدوق کہا موصلی نے کہ پوچھا یحیی بن معین سے ایک شخص نے کہ ابوحنیفہ روایات حدیث مین سچے تھے
یا نہین کہا ہان وہ صدوق تھے قال وقتیل یحیی بن معین ایما احب الیک ابوحنیفہ او الشافعی و ابو یوسف
القاضی کہا موصلی نے اور پوچھا کسی نے یحیی بن معین سے کہ تمہارے نزدیک کون شخص ان تینون سے
پسندیدہ اور بہتر ابوحنیفہ اور شافعی اور ابو یوسف فقال اما الشافعی فلا احب حدیثہ واما ابوحنیفۃ فقد

عنہ قوم وما لحون وابو یوسف لم یکن من اہل الکذب وکان صدوقا ولکن لسنا نری حدیثہ بحجۃ لیس کما یحیی بن معین کہ امام شافعی کی روایات کو میں پسند نہیں رکھتا ہوں اور ابو حنیفہ سے ایک گروہ نے روایت کی ہے اور ان کو معتبر سمجھا ہے اور ابو یوسف نہ تھے ارباب کذب سے اور نہ تھے روایات میں سچے وقال الحسن بن علی الحلوانی قال لی شبابۃ بن سوار کان شعبۃ حسن الرای فی ابی حنیفۃ اور کہا حسن بن علی حلوانی نے کہ کہا مجھسے شبابہ بن سوار نے کہ شعبہ تھے خوش عقیدہ امام ابو حنیفہ کے حق میں وقال علی بن المدینی ابو حنیفۃ روی عنہ الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وہشیم ووکیع بن الجراح وعباد بن العوام وجعفر بن عون وہو ثقۃ لا بأس بہ اور کہا علی بن مدینی نے کہ ابو حنیفہ ثقہ تھے روایت کیا ان سے سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک اور حماد بن زید اور ہشیم اور وکیع بن جراح اور عباد بن عوام وجعفر بن عون وغیرہ نے وقال یحیی بن سعید ربما استحسنا الشیء من قول ابی حنیفۃ فنأخذہ وقد سمعت من ابی یوسف الکثیر کہا یحیی بن سعید قطان نے کہ ہم بعض اقوال ابو حنیفہ کو پسند کرتے ہیں اور اوسپر فتوے دیتے ہیں اور اونکے شاگرد ابو یوسف سے بہت صغیر میں نے سنی ہیں وقال ابن عبدالبر فی کتاب العلم اور کہا ابن عبدالبر نے کتاب العلم میں حدثنی عبداللہ بن محمد بن یوسف خبرنی بکو عبداللہ بن محمد بن یوسف حدثنا ابن رحمون خبرنی ابن رحمون قال سمعت محمد بن بکر بن دارستہ یقول کہا اونہون نے کہ سنا میں نے محمد بن بکر بن دارستہ تلمیذ ابو داؤد سے کہ کہتے تھے سمعت ابا داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی یقول سنا میں نے ابو داؤد سلیمان بن اشعث صاحب سنن سے کہ کہتے تھے رحم اللہ مالکا کان اماما رحم اللہ الشافعی کان اماما رحم اللہ ابا حنیفۃ کان اماما رحم کرے اللہ امام مالک پر کہ تھے وہ امام مقتدی اور رحم کرے امام شافعی پر کہ تھے وہ امام اور رحم کرے اللہ ابو حنیفہ پر کہ تھے وہ امام وروی البرقانی قال اور روایت کیا برقانی نے کہا اونہون نے اخبرنا ابو العباس بن محمد بن خبردی بکو ابو العباس بن محمد بن نے قال حدثنا محمد بن ایوب کہا اونہون نے کہ خبردی بکو محمد بن ایوب نے حدثنا محمد بن الصباح کہا اونہون نے خبردی بکو محمد بن صباح نے قال سمعت الشافعی محمد بن ادریس کہا اونہون نے کہ سنا میں نے امام شافعی سے کہ کہتے تھے قیل لمالک بن انس ہل رأیت ابا حنیفۃ قال نعم رأیت رجلا لو کلمک فی ہذہ السارۃ ان جعلہا ذہبا لقام بحجتہ کسی نے پوچھا امام مالک سے کہ آپ نے ابو حنیفہ کو دیکھا ہے فرمایا اونہون نے ہاں وہ ایسا شخص ہے کہ اگر دعوی کرے کہ یہ ستون سونے کا ہے اوسکو دلیل سے ثابت کریگا وقرأت فی کتاب خلاصۃ الاثر للامینی اور دیکھا میں نے خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر میں جسکی بعض العلماء وانا بمکۃ عن الشہاب احمد بن عبداللطیف البشیشی الشافعی روایۃ عن الامام شمس الدین محمد بن الجلال الصالحی الشافعی وکان قد حفظ

والاتفاق انہ کان یقول اذا صح الحدیث فھو مذھبی انتھی نقل کیا مجھسے بعض علمائی مکہ معظمہ مین
شہاب الدین احمد بن عبد اللطیف الشیخی شافعی سے اونھون نے نقل کی شمس الدین محمد بن علاء بابلی شافعی سے وہ
کہتے تھے جب ہمسے کوئی یہ پوچھے کہ ہمارے ائمہ مین کون امام افضل ہے تو ہم کہین گے کہ امام ابو حنیفہ اب ان عبارات کو
اور عبارات سابقہ کو بغور ملاحظہ کرکے اور نفسانیت کو یک طرف کرکے ارشاد فرمایئے کہ یا ابو حنیفہ کا
دفتر محدثین مین نقل ہونا کون تجویز کریگا اور انکو فن حدیث مین کون غیر معتبر سمجھیگا مگر ہان وہ شخص
جسکا دماغ سودا و تعصب سے بھرا ہوگا یا ہٹ دھرم اپنی بات کی بچ کرتا ہوگا حق یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کی مثل
اس باب مین مثل حضرت علی مرتضے رضی اللہ عنہ کے ہی حدیث مین وارد ہے کہ ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
حضرت علی سے فرمایا کہ تمھارے باب مین دو گروہ ہلاک ہونگے ایک محب مفرط جو باب محبت مین حد سے
تجاوز کر جاویگا اور ایک مبغض مفرط جو باب بغض مین حد سے تجاوز کریگا چنانچہ سو افسوس فرمانے ان حضرت کے
دو فرقے گمراہ ہوگئے ایک تو وہ فرقہ جسنے حضرت علی سے الہی محبت کی کہ انکو انبیا سے افضل کہا بلکہ جبرئیل
امین کی خطا کا قائل ہوگیا اور مستحق نبوت موے علی کو کہنے لگا بلکہ ایک گروہ حضرت علی کی خدائی کا بھی قائل ہوگیا
دوسرا وہ فرقہ جسنے حضرت علی پر لعن و طعن کرنا مشروع کیا اور ہر فضیلت مین انکو لاشے سمجھنے لگا اور اس
باب مین حضرت علی کو مماثلت حضرت عیسے علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کے مقتضاے انصاف و رتبۃ الانبیا کی
کیونکہ حضرت عیسے کے باب مین بھی دو فرقے ہلاک ہوگئے ایک تو وہ جسنے انکو خدا کا بیٹا یا خدا کا بیٹا بنایا
دوسرے وہ جسنے انکی نبوت کو تسلیم نہین کیا اور درپے ایذا انکو ہوے یہی حال امام ابو حنیفہ کے باب مین ہوا
گروہ ہلاک خیرالبری مین پڑے ایک تو وہ جسنے انکی مدح مین ایسا غلو کیا کہ انکو استاد حضرت خضر علی نبینا و علیہ
الصلوۃ والسلام کا کہدیا اور امام مہدی اور حضرت عیسے کو انکا مقلد بنا دیا دوسرا وہ گروہ جسنے انکا نام دفتر
محدثین سے نکال دیا اور انکے ذکر مناقب مین سرگرم ہوا حق جل شانہ اپنے بندون کو اس افراط و تفریط سے
محفوظ رکھے اور بادیہ ضلالت و ہلاکت سے نکال کے راہ متوسط کی ہدایت کرے ہمکو اول فرقہ سے جنوا
تعجب نہین اسوجہ سے کہ اوس گروہ کے وہ لوگ ہین جو تحقیق کتب حدیث و دفاتر محققین سے عاری ہین
اور سنی سنائی بات لے اوڑتے ہین اور جس کتاب مین اگر چہ غیر معتبر ہر کوئی فضیلت امام اعظم کی دیکھے
اوسکا بدون تفتیش و تنقیح کے اعتقاد کر لیتے ہین پس ایسے لوگ اگر امام کے فضائل مین مبالغہ کرین تو کچھ عجب
نہین بڑا عجب دوسرے فرقہ سے ہے کہ اس فرقہ کے لوگ رکھتے مہارت حدیث کا کوتے ہین اور اتباع سنت کا
دم بھرتے ہین اور تحقیق و دست علم کے خلل پا رہے ہین با اینہمہ انکو بسبب شدت تعصب کے نہین دکھائی دیتا کہ
کہ امام کا ذکر دفاتر محدثین مین موجود ہے اور قول ائمہ اسکا باب جرح و تعدیل و تصحیح حدیث مین معتبر ہے اور تمام

محدثین غیر متعصبین کو انکی فقاہت و ثقاہت و ثقافت کا اقرار ہے خیرات حسان مین ہے قال ابو یوسف
ما رایت اعلم بتفسیر الحدیث من ابی حنیفۃ وکان الصبر بالحدیث منی کہا ابو یوسف نے نہین دیکہا مین نے زیادہ
جاننے والا معانی حدیث کو ابو حنیفہ سے اور بہت سمجہ دار احادیث کے تجربے والی جامع الترمذی عنہ ما رایت
اکذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباح اور جامع ترمذی ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ اونہون نے جمع
جابر جعفی کی کی اور کہا کہ اوس سے زیادہ جہوٹ بولنے والا مین نے کسیکو نہین دیکہا اور عطا کی توثیق مین کہا
کہ اونسے بہتر مینے نہین پایا اور روی البیہقی عنہ انہ سئل عن الاخذ عن سفیان الثوری فقال اکتب عنہ فانہ ثقۃ
اور روایت کی بیہقی نے ابو حنیفہ سے کہ اونسے کسی نے پوچہا سفیان ثوری کے حال سے پس کہا اونہون نے
کہ لکہو حدیث کو اونسے اور روایت کرو کہ وہ ثقہ ہین وروی الخطیب عن سفیان بن عیینۃ قال اول من تعمد کا
للحدیث بالکوفۃ ابو حنیفۃ اور روایت کیا خطیب بغدادی نے سفیان بن عیینہ سے کہ ابتدا مین بجکو وا سطے
درس و تعلیم حدیث کے امام ابو حنیفہ نے بٹہایا اور لوگون سے میری تعریف کی اور بھی خیرات حسان مین ہے
من زعم قلۃ اعتنائہ بالحدیث فہو جاہل او اذکیف یتاتی من ہو کذلک استنباط مثل ما استنبطہ من المسائل التی
لا تحصی ودلائل استغراقہ بہذا الامر ظاہرۃ کما ان ابا بکر وعمر لما استغلا باصلاح المسلمین لم یظہر عنہما روایۃ الا احادیث
قلیل ما ظہر عن دونہما فی معناہما لعدم تفرغہما لہا بل کذلک مالک والشافعی لم یظہر عنہما مثل ما ظہر عمن تفرغ للروایۃ کالی زرعۃ
وابن معین لاشتغالہما بذلک واستنباط المعانی حاصل اسکا یہ ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کو فن حدیث مین
کم دخل تہا اور وہ تین کے دفتر سے نام اونکا خارج کرتا ہے اوسکا قول یا تو جہل اور حسد پر ہے بہلا کیونکر ممکن ہے
اون شخص سے استنباط مسائل اور استخراج احکام کا جو فن حدیث مین مہارت نرکہتا ہو اور ابو حنیفہ سے
استنباط مسائل بکثرت منقول ہے اگر انکو حدیث مین دخل نہوتا یہ امر اونسے کیونکر ہو سکتا اور اسی وجہ سے
کہ انکو اکثر اشتغال استنباط مسائل کا تہا روایات حدیث اونسے کم ظاہر ہوئین نظیر اسکی حال ابو بکر و عمر کی ہے
کہ جسقدر احادیث اونہون نے اصحاب سے بوجہ مشغول ہونے اونکے امور سلطنت مین کرنے جیسے ابو ہریرہ اور انس وغیرہ
روایت کین اونسے کم تر تین نہین ظاہر ہوئین منشا اسکا مشغول ہونا تہا اونکا ساتہ مصالح اہل اسلام کی
اور اسی وجہ سے صحابہ مین اول محدث سے روی ہین جو خاص تحدیث مین مصروف رہے جیسے ابو زرعہ
اور ابن معین وغیرہ وسقد رامام شافعی اور امام مالک سے مروی نہین ہین اسوجہ سے کہ انکو صرف اشتغال
حدیث کے روایت اونکا نہ تہا بلکہ استنباط مسائل و تنقیح احکام کا بہی مشغلہ تہا اور تہذیب التہذیب اور اونکا
اور میزان الاعتدال اور تہذیب الکمال وغیرہ کتب رجال کو اگر دیکہیے تو اونمین بہت سے مقامات مین امام
ابو حنیفہ کا قول باب جرح و تعدیل مین نکلی گا مقام غور ہے کہ اگر نام اونکا دفتر محدثین سے خارج ہوتا تو بہر

محدثین کیون انکے اقوال کو ہمراہ اور محدثین کے اقوال کے لکھتے اور کیون انکے اقوال و احکام سے اپنے
کتب مین بحث کرتے غرض یہ قول کہ ابو حنیفہ کا نام دفاتر محدثین مین نہین ہے ایسا ہی جیسے کوئی حنفی
کہدے کہ بخاری و مسلم کا نام دفاتر فقہاء سے خارج ہے اور کتب معتبرہ فقہیہ مین کہین انکا قول مذکور
نہین ہے یا کوئی کہدے کہ مجد الدین شیرازی شافعی مولف قاموس فقیہ نہین کیونکہ انکا نام دفاتر فقہاء
مین نہین ہے یا کوئی مجنون کہدے کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی و غیرہم رضی اللہ عنہم مرتبہ ولایت کی محرم
کیونکہ انکا ذکر کہین کتب مناقب اولیاء اللہ مین نہین ہے ایسے اقوال کا زبان سے نکال دینا اور بیہودگی
کرکے جو منہ مین آوے بکدینا تو آسان ہے مگر انجام اسکا خسران دنیوی و اخروی اور پریشان ہے اللھم
اہد قومی فانہم لا یعلمون قولہ حنیفہ کے امام کے نزدیک جو حدیث ضعیف اور مرسل محدثین ہین سب عمل کے
لائق ہین چنانچہ عقود الجواہر المنیفہ مین لکھا ہے وروی عنہ انہ کان یقول ضعیف الحدیث احب الی من الرای
یعنے روایت کیا گیا ہے اوس سے یعنے ابو حنیفہ سے کہ تحقیق وہ کہتے تھے حدیث ضعیف بہت دوست ہے میرے
نزدیک تو لوگون کی رائے سے اور یعنی شرح ہدایہ مین لکھا ہے المراسیل عندنا حجۃ یعنے مرسلین محدثین ہماری
نزدیک حجت ہین اقول واہ واہ سبحان اللہ سچ ہے کہ جب کسی کی طرف سے کدورت دل مین آجاتی ہے تو اوسکی
اچھی بات بھی بری معلوم ہوتی ہے اور منقبت اوسکی منقصت ہوجاتی ہے آپ کو اور آپکے اکابر کو حنفیہ اور
امام حنفیہ کی طرف سے چونکہ سوءظن ہے اونکی عمدہ خصلت بھی آپ کے نزدیک عیب مین شمار کیجاتی ہے اتنا
نہ سمجھے کہ مرسل اور ضعیف حدیث کا مقبول کرنا اور احادیث نبویہ پر عمل کرنے کو مقدم سمجھنا بری بات ہے یا اچھی
یہ اور کمال منقبت امام پر دال ہے کہ اونکے نزدیک اگر حدیث ضعیف و مرسل بھی ملی تب بھی وہ قیاس رائے کو دخل نہین دیتے تھے اور بمقابلہ حدیث کے جون و چرا نہین کرتے تھے خیرات حسان مین ہے قال ابن حزم
جمیع الحنفیۃ متفقون علی ان مذہب ابی حنیفۃ ان ضعیف الحدیث عندہ اولی من الرای فضلا عن الرای الا
بالاحادیث واعظم جلالتہا وموقعہا عندہ ومن ثم قدم اہل الاحادیث المرسلۃ علی العمل بالرای انتہی کہا ابن حزم
نے کہ سب حنفیہ متفق ہین اس امر پر کہ مذہب اونکے امام کا یہ ہے کہ ضعیف حدیث بہتر ہے رائے اور قیاس سے
پس عمل کرنے کے قابل ہے یہ اہتمام کرنا ابو حنیفہ کا ساتھ احادیث نبویہ کے کہ جب تک وہ حدیث پائے
رائے کو دخل نہ دیتے اور اسیوجہ سے اونہون نے احادیث مرسلہ کو مقدم رکھا ہے قیاس اور رائے پر عمل کرنے پر
علاوہ ازین حدیث مرسل کا مقبول ہونا اور ضعیف کا رائے پر مقدم ہونا صرف ابو حنیفہ کا ہی مذہب نہین
بلکہ بڑے بڑے محدثین بھی اسکے قائل ہین پس اگر یہ امر قابل طعن کے ہے تو تمہارے قول سے محدثین ہی
مطعون ہوگئے تمکو ایسا غلو حنفیہ کے ساتھ ہے کہ جس امر مین اونکے ساتھ محدثین بھی ہوتے ہین

بے سمجھے بوجھے حنفیہ پر تیر ملامت پھینکتے ہو اور یہ خبر نہیں رکھتے کہ وہ تیر اوائل کے محدثین کے گھر پر جا تمام اوقات کا خانہ تمہارے عقائد کا برباد ہو جاتا ہے دیکھو مقدمہ ابن الصلاح اور شرح الفیہ میں کیا لکھا ہے قال ابو عبد اللہ بن مندۃ عنہ ای عن ابی داؤد انہ یخرج الاسناد الضعیف اذا لم یجد فی الباب غیرہ وانہ اقوی عندہ من ارای الرجال انتہی یعنے روایت کیا ابن مندہ نے کہ عادت ابو داؤد سجستانی صاحب سنن کی یہ ہے کہ جب کسی باب میں حدیث یا اسناد صحیح یا حسن اونکو نہیں ملتی ہے یا اسناد ضعیف حدیث روایت کر دیتے ہیں اسوجہ سے کہ حدیث ضعیف اونکے نزدیک بہتر ہے لوگوں کی رائے سے ہی اور بھی شرح الفیہ میں ہے اختلف العلماء فی الاحتجاج بالمرسل فذہب مالک بن انس وابو حنیفۃ النعمان بن ثابت الی الاحتجاج بہ الخ یعنے مختلف ہوے علماء مرسل حدیث کے حجت پکڑنے اور اسکے قبول کرنے میں پس گئے امام مالک صاحب موطا جو اجلہ محدثین میں سے ہیں اور امام ابو حنیفہ اوسکے قبول کرنے کی طرف اور نووی شارح صحیح مسلم مقدمہ شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں مذہب مالک واحمد وابی حنیفۃ واکثر الفقہاء وجمہور انتہی یعنے مذہب امام مالک اور امام احمد اور ابو حنیفہ اور اکثر فقہاء کا یہ ہے کہ حدیث مرسل ثبت ومقبول ہے اور تدریب الراوی شرح تقریب النواوی اور فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث میں ہے والامام احمد ضعیف الحدیث احب الیہ من رای الرجال لانہ لا یعدل الی القیاس الا عند عدم النص انتہی یعنے امام احمد کے نزدیک ضعیف حدیث بہتر ہے لوگوں کی رائے سے اسوجہ سے کہ نہیں عدول کیا جاتا ہے قیاس کی طرف مگر جب نص نہ ہووے اور جب تک نص ملے اگرچہ سند ضعیف کے ساتھ ہووے اوسوقت تک قیاس کا اعتبار نہ ہوگا اور بھی تدریب میں ہے قال ابن جریر اجمع التابعون بأسرہم علی قبول المرسل من الاخبار ولم یعلم انکار ہ ولا عن احد من الائمۃ بعدہم الی رأس المائتین انتہی کہا ابن جریر نے اتفاق کیا تمام تابعین نے اوپر قبول مرسل کے اور نہیں ثابت ہوا کسی سے اونمیں سے انکار اسکا اور ایسی بعد اونکے اور ائمہ بھی قبول کرتے رہے اسنہ دو سو ہجری تک اوسکے بعد امام شافعی نے حکم عدم قبول مرسل کا دیا اور ایک گروہ محدثین کا اونکے موافق ہو گیا اور بھی تدریب میں ہے تقدم عزو ذلک الی ابی داؤد واحمد انما یریان ذلک اقوی من رای الرجال انتہی یعنے سابق گذر چکا الہام احمد اور ابو داؤد سے کہ وہ دونوں اعتقاد رکھتے تھے کہ ضعیف حدیث اقوی ہے رائے سے اور بھی اوسمیں ہے العمل بالضعیف فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط انتہی یعنے عمل کیا جاویگا حدیث ضعیف پر احکام شرعیہ میں جب کہ اوسمیں احتیاط ہو اور زیادہ تفصیل اس بحث کی کتب اصول حدیث میں مذکور ہے جسکا جی چاہے شوق ہو شروح الفیہ وشروح نخبہ وغیرہ دیکھے نے خلاصہ یہ ہے کہ مرسل کو قبول کرنا اور حدیث ضعیف کو رائے وقیاس سے بہتر سمجھنا ایک جماعت محدثین کا بھی مذہب ہے پس اگر حنیفہ کا بھی یہ مذہب ٹھہرا تو کیا گناہ ہوا اور اگر گناہ ہوا تو [illegible]

مگر اسنوہ جنسے فارد حنفیہ ہی نہین اسکے مرتکب ہوے بلکہ ایک گروہ محدثین کا بھی شریک ہوا دونون کا ہمگا
ساتھ رہین گے اور لطف یہ ہے کہ وقت موافقت اونسے نا زیبگے قولہ اور اگر سچ پوچھیے تو حنفیہ کے مذہب کی تو بنا ہی ضعیف
حدیثون پر رکھی گئی ہے جسکو اس بات کی زیادہ تحقیق منظور ہو وہ کتاب ہدایہ کا کوئی صفحہ دیکھ لیوے کہ کسقدر
ضعیف حدیثون سے استدلال کیا ہے اقول واہ سچ بولے تو یہ بولے اگر جھوٹ بولتے تو خدا جانے کیا غضب
ڈہاتے خدا آپکو ایسا سچ بولنا مبارک رکھے ۵ چپ رہو جایئے تمکو مرد کرتے کرتے یہ کیا ہوا کچھ تو بیان کیجیے
کیونکر کہون ۴ آپ کو حنفیہ کی حدیث کی کتابون کے بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا یا نہین یا یون ہی بول اوٹھے
کہ حنفیہ کے مذہب کی بنا ہی ضعیف حدیثون پر ہے ہان ہدایہ مین احادیث ضعیفہ بھی ہین مگر بہت سی احادیث
صحیحہ بھی اوسمین موجود ہین جسکو شوقی ہو تخریج احادیث ہدایہ زیلعی اور ابن حجر کو اور شرح ہدایہ عینی کو دیکھ لے
مگر ذرا آنکھ کھول کے نہ اندہا بنکے امام محمد کی موطا اور کتاب الآثار اور کتاب الحج کو اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج
کو اور شرح معانی الآثار اور مشکل الآثار طحاوی کو اور مسانید ابو حنیفہ کو تو دیکھو کہ کسقدر احادیث صحیحہ اوسمین حدیثین صحیح
اور حسن موجود ہین باقی رہا ان کتابون مین ضعیف حدیثون کا ہونا کسیطرح حصر نہین کیا صحاح ستہ مین
ضعیف حدیثین نہین ہین بہت حدیثین سنن ابو داؤد اور سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ اور جامع ترمذی
مین ضعیف موجود ہین انکہین کھولکے بلکہ سنن ابن ماجہ مین تو بعض حدیثین موضوع بھی ہین مسند امام احمد کو
دیکھیے بہت ضعیف حدیثین اوسمین ملینگی بلکہ بقول زین الدین عراقی اور ابن جوزی کے اوسمین آٹھ نو
حدیثین موضوع بھی ہین سنن وغیرہ تصانیف دارقطنی اور تصانیف بیہقی اور ابن جریر طبری اور ابو نعیم
اصفہانی اور ابو الشیخ اصفہانی اور ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق اور سعید بن منصور اور تصانیف حاکم
مستدرک وغیرہ اور تصانیف ابن جوزی اور امام مالک اور ابو یعلی اور بزار اور حکیم ترمذی اور عبد بن حمید
اور ثعلبی اور عقیلی اور سوا ای انکے اور محدثین کی کتابون کو ذرا آنکھ کھول کے دیکھیے کہ صدہا حدیثین ان کتابون مین
ضعیف اور شاذ اور منکر اور معلل اور موضوع موجود ہین چنانچہ تفصیل ان امور کی کتب موضوعات و
ضعفاء جیسے تذکرہ ملا علی قاری اور تذکرہ محمد طاہر پٹنی اور تنزیہ الشریعۃ عن الاخبار الموضوعۃ تصنیف
ابن عراق اور مقاصد حسنہ فی الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ تالیف سخاوی اور درر منتثرۃ تالیف سیوطی کے
اور لآلی مصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ اور وجیز تالیف سیوطی وغیرہ کے مطالعہ سے خوب منکشف ہوتی ہے اور
کسیقدر تحقیق اس امر کی رسالہ الاجوبۃ الفاضلہ عن الاسئلۃ العشرۃ الکاملہ مین موجود ہے جسکا جی چاہے
(تصنیف مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی ۱۲)
دیکھیے ۵ اس سے بڑہ کے اور سینے ابن جوزی نے صحیح مسلم کی بھی بعض حدیثون کو موضوع لکھدیا ہے
بلکہ صحیح بخاری کی حدیثون پر بھی دارقطنی نے نقد نہ لگا دیا ہے پھر کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ محدثین کے

مسند بنا ضعیف اور موضوع حدیثون پر ہے کہ انکے کتب اس قسم کے احادیث سے بھرے ہوئے ہین
ہرگز نہین آپکا کلمہ وہی کہیگا جو قابل اسکے ہوگا کہ پاگل خانہ مین بھیجدیا جاوے یا دارالشفا مین اوسکی
فصد کیجاوے یا کسی طبیب سے نسخہ اوسکے تنقیہ دماغ کا لکھایا جاوے ایسی خفیفہ کہ کتب فقہ وحدیث
مین ضعیف حدیثون کا ہونا اس امر کا باعث نہین کہ اونکے مذہب کی بنا انہین حدیثون پر سمجھ لیجاوے
اور دفاتر محدثین سے نام اونکا خارج کردیا جاوے سابقاً عبارات شعرانی وغیرہ جو ہمنے نقل کی ہین اوسنسے
بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعوے کرنے والا کہ دلائل حنفیہ کے سب یا اکثر ضعیف ہین یا انکے مذہب کی بنا
ضعیف حدیثون پر ہے کذاب اور مفتری ہے کروڑ نہ نالہ محزون ہزار کی صورت ۔ بغیر علم نہین اعتبار کی
صورت ۔ قولہ اس مسند خوارزمی کی امام اعظم کی جمع کی ہوئی کہنا محض غلط ہے وکذب ہے اسلیے کہ اس مسند کو
محمود بن محمد خوارزمی نے امام اعظم کے وفات پانے سے بعد پانچ سو چوبیس برس کے تالیف کیا ہے اور اوسکو
امام اعظم کے نام پر لگا دیا اور سلسلہ اسکی اسناد کا خوارزمی سے لیکر امام اعظم تک بالکل ندارد ہے اقول
آپ کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی شخص کوٹھری مین آنکھ بند کرکے سحر کے وقت سے تا طلوع آفتاب ماہ رمضان
مین کہا یا پیا کرے اور کہے کہ ابھی تک صبح صادق طلوع نہین ہوئی یا دن کوتہ خانے مین چلا جاوے اور روزہ
افطار کرڈالے یہ کہکے کہ آفتاب غروب ہوگیا اور رات آگئی آپ کو کبھی مسانید امام اعظم کا دیکھنا تو نصیب نہین ہوا
مگر آنکھ بند کرکے ندارد کہدیا آپ کو کیہ معلوم ہے کہ امام اعظم کی کسقدر مسندین مشہور ومعروف ہین کشف الظنون
اور عقود الجواہر المنیفہ وغیرہ دیکھیے کہ کسقدر اوسمین مسانید مذکور ہین بعض تو اونمین سے امام کے تلامذہ کی
اور بعض اور محدثین وفقہاء نے جمع کی ہین دیکھیے ابو المویدخوارزمی اپنی شروع مسند مین کیا لکھتے ہین وقد

سمعت فی الشام عن بعض الجاہلین بمقداره انه ینقصه ویستصغره ویستحقره وینسبه الی قلة روایته
الاحادیث ویستدل باشتهار المسند الذی جمعه ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم الشافعی وموطا مالک ومسند الامام
احمد وزعم انه لیس لابی حنیفة مسند وکان لا یری فی الاعدة احادیث فلقنتنی جمیة دینیة ربانیة وعصبیة حنیفة
نمانیه فاروت ان وضع بین خمسة عشر من مسانیده اتی جمعها محول علماء الحدیث یعنے سنا مین نے بعض
بلاد شام مین بعض لوگون سے کہ امام ابو حنیفہ کے مرتبہ سے جاہل تھے کہ تحقیر کرتے تھے ابو حنیفہ کی اور اونکو روایت
حدیث مین بیدخل سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ابو حنیفہ کی کوئی مسند نہین ہے اور اور ائمہ کی مدینہ مین کتابین
موجود ہین جیسے مسند امام شافعی جسکو ابو العباس اصم نے جمع کیا ہے اور موطا امام مالک اور مسند امام احمد وغیرہ
پس ہمکو اس کلام کے سننے سے جوش دینی اور قصد کیا مین نے کہ جمع کرون مین درمیان پندرہ مسند امام اعظم کو
جنکو اکابر محدثین نے جمع کیا ہے مسند اجمعوا امام الحافظ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث الحارثی

المعروف بعبدالله الاستاذ پہلے وہ مسند جسکو جمع کیا ہے امام حافظ ابو محمد عبداللہ مشہور بہ استاذ بن محمد بن یعقوب
بن حارث حارثی بخاری نے مسند جمعہ الامام الحافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد العدل دوسری مسند
وہ جسکو جمع کیا ہے ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر عدل کی مسند جمعہ الامام الحافظ ابوالحسین محمد بن المظفر بن موسے
بن عیسے بن محمد شیری وہ مسند جسکو جمع کیا ہے امام حافظ ابوالحسین محمد بن مظفر بن موسے بن عیسے بن
محمد نے مسند لہ جمعہ الامام الحافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاصفہانی چوتھی وہ مسند جسکو جمع کیا ہے
حافظ حدیث ابونعیم اصفہانی احمد بن عبداللہ بن احمد نے مسند لہ جمعہ الشیخ الثقہ العدل ابوبکر محمد بن عبدالباقی
بن محمد الانصاری پانچویں وہ مسند جسکو جمع کیا ہے شیخ ثقہ ابوبکر محمد بن عبدالباقی بن محمد الانصاری نے
مسند لہ جمعہ الامام الحافظ صاحب الجرح والتعدیل ابو محمد احمد بن عبداللہ بن عدی الجرجانی چھٹی وہ مسند
جسکو جمع کیا ہے امام حافظ صاحب جرح و تعدیل احمد بن عبداللہ بن عدی جرجانی نے مسند لہ جمعہ واہ الامام
الحسن بن زیاد اللولوی ساتویں وہ مسند جسکو روایت کیا ہے حسن بن زیاد تلمیذ ابوحنیفہ نے مسند لہ
جمعہ الحافظ عمر بن الحسن الانصاری آٹھویں وہ مسند جسکو جمع کیا ہے حافظ عمر بن حسن الانصاری نے مسند لہ
جمعہ الامام الحافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی نویں وہ مسند جسکو جمع کیا ہے امام حافظ ابوبکر احمد بن
محمد بن خالد کلاعی نے مسند لہ جمعہ الحافظ ابوعبداللہ الحسین بن محمد بن خسرو البلخی دسویں وہ مسند جسکو
جمع کیا ہے حافظ ابوعبداللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی نے مسند لہ جمعہ الامام ابو یوسف القاضی یعقوب
بن ابراہیم گیارہویں وہ مسند جسکو جمع کیا ہے قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم تلمیذ ابوحنیفہ نے
اور روایت کیا ہے اسکو بسند مسلسل ابوحنیفہ سے مسند جمعہ الامام محمد بن الحسن الشیبانی ورواہ عنہ
وبسیے نسخۃ محمد بارہویں وہ مسند جسکو جمع کیا ہے امام محمد بن حسن شیبانی تلمیذ امام ابوحنیفہ نے اور
روایت کیا ہے اسکو ابوحنیفہ سے اور وہ مشہور بہ نسخۃ محمد ہے مسند لہ جمعہ ابنہ الامام حماد بن ابی حنیفہ
ورواہ عن ابیہ تیرہویں وہ مسند جسکو جمع کیا ہے امام ابوحنیفہ کے فرزند حماد نے اور اپنے باپ سے
روایت کی ہے مسند لہ جمعہ ایضاً الامام محمد بن الحسن الشیبانی معظمہ عن التابعین ورواہ عنہ بسیے الآثار
چودھویں وہ مسند جسکو جمع کیا ہے امام محمد نے اور روایت کیا ہے ابوحنیفہ سے اور سوائے اونکے
اور تابعین سے اور وہ مشہور بہ کتاب الآثار ہے مسند لہ جمعہ الحافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابی
العوام السعدی پندرہویں وہ مسند جسکو جمع کیا ہے حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابی العوام سعدی
نے جنہوں نے خوارزمی نے اپنے اسانید ان مسانید کے مصنفون تک بیان کی ہیں عبارت اونکی یہ ہے
اما المسند الاول وہو مسند الاستاذ ابی محمد عبداللہ الحارثی البخاری فقد اخبرنی بہ الائمۃ الاربعۃ بقرائتی علیہم

تیسرے مسند اول مسند استاذ عبد اللہ جارنی بخاری کس خبر دی مجھکو ساتھ اوسکے چار عالموں نے اور وہ مسند
میں نے اوپر پڑھی الامام القاضی قضاۃ الانام خطیب خطباء الشام جمال الدین ابو الفضائل عبد الکریم بن عبد الصمد
بن محمد بن ابی الفضل الانصاری الجرستانی ایک امام و قاضی و خطیب خطباء شام جمال الدین ابو الفضائل
عبد الکریم بن عبد الصمد بن محمد بن ابی الفضل انصاری جرستانی و شیخ الثقۃ صفی الدین اسمٰعیل بن ابراہیم
بن یحییٰ الدرجی القرشی المقدسی اقراتی علیہما بالجامع دمشق دوسری شیخ ثقہ صفی الدین اسمٰعیل بن ابراہیم
بن یحییٰ درجی قرشی مقدسی اور ان دونوں کے سامنے میں نے مسند استاذ پڑھی جامع مسجد دمشق میں
و الشیخ الامام شمس الدین یوسف بن عبد اللہ سبط الامام الحافظ ابی الفرج الجوزی اقراتی علیہ بسفح جبل الصالحیۃ
بظاہر دمشق شیری شیخ امام شمس الدین یوسف بن عبد اللہ مشہور بہ سبط ابن جوزی اور اوپر میں
میں نے پڑھی مقام صالحیہ دمشق میں و الشیخ الامام محمد بن عمر الفرغانی بجامع دمشق چوتھی شیخ امام محمد
بن عمر فرغانی قالوا جمیعا کہا ان چاروں شیوخ نے اخبرنا القاضی الامام شیخ الاسلام جمال الدین ابو القاسم
عبد الصمد بن محمد بن ابی الفضل الانصاری الجرستانی کس خبر دی مجھکو ساتھ اس مسند کے جمال الدین ابو القاسم
عبد الصمد بن محمد بن ابی الفضل انصاری جرستانی نے قال اخبرنا الامامان ابو الفرج سعید بن ابی الرجاء
الصیرفی و ابو الخیر محمد بن احمد الیاخبانی کہا جرستانی نے کہ خبر دی مجھکو ساتھ اوس مسند کے ابو الفرج سعید
بن ابو الرجاء صیرفی نے اور ابو الخیر محمد بن احمد مشہور بہ یاخبانی نے بقراءتی کہ قال الیاخبانی اخبرنا
ابو عمرو عبد الوہاب بن محمد بن اسحٰق بن یحییٰ بن مندۃ الاصفہانی کہا یاخبانی نے کہ خبر دی مجھکو ابو عمرو
عبد الوہاب بن محمد بن اسحٰق بن یحییٰ بن مندہ اصفہانی نے و قال الصیرفی اخبرنا ابو بکر بن احمد بن فضل باطرقانی
اور کہا صیرفی نے کہ خبر دی مجھکو ابو بکر بن احمد بن فضل باطرقانی نے قالا کہا دونوں شیخوں ابو بکر اور ابو عمرو نے
اخبرنا الشیخ الامام ابو عبد اللہ محمد بن اسحٰق بن یحییٰ بن مندۃ الاصفہانی کہ خبر دی مجھکو محمد بن اسحٰق بن یحییٰ
بن مندہ اصفہانی نے قال اخبرنا کہا اونہوں نے کہ خبر دی مجھکو الحافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی
البخاری صاحب المسند حافظ عبد اللہ بن محمد بن یعقوب معروف بہ ابن ابی داؤد حارثی مولف مسند ابو حنیفہ نے امام مسند
الثانی و ہو جمع طلحۃ اور لیکن دوسری مسند یعنے تصنیف طلحہ کے فقط اخبرنا کس خبر دی مجھکو اسکی الصاحب الصدر
الکبیر العالم المتبحر النحریر العلامۃ ہتاذ دار الخلافۃ العظمۃ والامامۃ المکرمۃ محی الدین ابو المحمد یوسف بن شیخ الاسلام
ابی الفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی بقراءتی علیہ بدار الخلافۃ صدر کبیر ہتاذ علماء بغداد یوسف بن
عبد الرحمن بن الجوزی نے اور مسند اوپر میں نے بغداد میں پڑھی و القاضی الامام فخر الدین نصر اللہ بن علی
بن عبد الرشید اور قاضی فخر الدین نصر اللہ بن علی بن عبد الرشید نے قال اخبرنا الامام المستضی بامر اللہ

ابی محمد الحسن امیر المومنین بن الامام ابی المظفر یوسف بن المستنجد باللہ کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو مستضی باللہ
بن مستنجد باللہ نے قال اخبرنی عبد المغیث بن زہیر بن زہیر الحربی اجازۃ کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو عبد المغیث بن
زہیر حربی نے قال اخبرنا ابو البرکات عبد الوہاب بن المبارک بن احمد الانماطی کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو البرکات عبد الوہاب بن مبارک
بن احمد انماطی نے قال اخبرنا ابو الحسن احمد بن محمد بن عبد اللہ کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو الحسن احمد بن محمد بن عبد اللہ نے قال اخبرنا ابو عبد اللہ احمد بن محمد
بن یعقوب بن دوست و العلاف کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن یوسف بن دوست و علاف نے قال اخبرنا الحافظ ابو القاسم طلحۃ بن محمد بن جعفر بن جعفر العدل
صاحب المسند کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو القاسم طلحۃ بن محمد بن جعفر مولف مسند نے واما المسند الثالث وہو جمع
المظفر فقد اخبرنی بہ الشیخ الارجۃ الصدر الکبیر ابن الجوزی المذکور بقراءتی علیہ داخل الخانقاہ والشیخ ابو المظفر
یوسف بن علی بن حسن والشیخ علی بن معالی والشیخ عبد اللطیف المعروف بالحبی کلہم عن القاضی الامام شمس الدین
عبد اللہ بن محمد بن عبد الجلیل الساوی قال اخبرنا الشیخ ابو البرکات عبد الوہاب بن مبارک بن احمد الانماطی قال
اخبرنا الشیخ ابو الحسن مبارک بن عبد الجبار بن احمد الصیرفی قال اخبرنا ابو محمد الحسن بن علی بن محمد الجوہری قال
اخبرنا الحافظ ابو الحسن محمد بن المظفر بن موسے بن عیسے بن محمد صاحب المسند یعنے میسری مسند کی خبر دی ہمکو مسند
بن الجوزی مذکور اور یوسف بن علی بن حسن اور علی بن معالی اور عبد اللطیف حبی نے اور ان سبھون نے روایت کی
عبد اللہ بن محمد بن عبد الجلیل ساوی سے بطور اجازت کے اونکو خبر دی ابو البرکات عبد الوہاب بن مبارک بن
احمد انماطی نے اونکو خبر دی ابو الحسن مبارک بن عبد الجبار بن احمد صیرفی نے اونکو خبر دی حسن بن علی بن محمد جوہری نے
کہا اونہون نے خبر دی ہمکو ابو الحسن محمد بن مظفر بن موسے بن عیسے بن محمد یعنے مسند نے واما المسند الرابع
وہو الذی جمعہ الامام الحافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد الاصفہانی فقد اخبرنی بہ الشیخ الارجۃ ابو عبد اللہ
محمد بن عثمان بن عمر قاضی القضاۃ شہاب الدین ابی علی الحسن بن قاضی القضاۃ عبد القاہر بالموصل وضیاء الدین
جعفر بن یحیے بن جعفر نجیب ونجیب الدین ابو اسحق ابراہیم بن خلیل بن عبد اللہ بدمشق قالوا جمیعا اخبرنا ابو الفرج
یحیے بن محمود بن سعد قال اخبرنا ابو علی الحسن بن احمد الحداد عن الحافظ ابی نعیم الاصفہانی صاحب المسند یعنی چوتھی
مسند کی کہ تالیف ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد اصبہانی سے ہے خبر دی ہمکو اوسکی ابو عبد اللہ محمد بن عثمان بن
عمر بن عبد القاہر نے شہر موصل میں اور ضیاء الدین جعفر بن یحیے بن جعفر نے شہر حلب میں اور نجیب الدین ابراہیم
بن خلیل بن عبد اللہ نے دمشق میں کہا سبھون نے کہ خبر دی ہمکو ابو الفرج یحیے بن محمود بن سعد نے اونکو خبر دی
حسن بن احمد حداد نے اونہون نے روایت کی ابو نعیم اصبہانی سے واما المسند الخامس وہو الذی جمعہ الشیخ
الثقۃ العدل ابو بکر محمد بن عبد الباقی بن محمد بن عبد اللہ المعروف بقاضی بیمارستان فقد اخبرنی بہ ایضا الشیخ
الارجۃ الشیخ الثقۃ تاج الدین احمد بن ابی الحسن بن احمد العربی بقراءتی علیہ بالحریۃ من مدینۃ السلام برواتہ

عن الاشیاخ الثلاثۃ ابی علی عبد السلام بن ابی الخطاب وابی بکر عتاب بن احسن بن سعید وابی محمد عبد اللہ بن
احمد بن ابی الحدید وہم جمیعا عن القاضی ابی بکر محمد بن عبد الباقی صاحب المسند والشیخ ابو محمد ابراہیم بن محمود بن
سالم والعلامۃ استاذ دار الخلافۃ والامامۃ محی الدین ابو محمد یوسف بن عبد الرحمن بن علی بن الجوزی وابو عبد اللہ
محمد بن علی بن بقا بروایتہم عن الشیخ الثلاثۃ ابی الفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی وابی القاسم زاہر بن کامل
وابی القاسم یحیی بن اسعد بروایتہم جمیعا عن القاضی الامام ابی بکر محمد بن عبد الباقی بن محمد بن عبد اللہ الانصاری
صاحب المسند یعنے پانچوں مسند کہ تالیفات محمد بن عبد الباقی بن محمد بن عبد اللہ معروف بہ قاضی بیمارستان سے ہے
پس خبر دی ہمکو اوسکی شیخ تاج الدین احمد بن ابی الحسن بن احمد الدیبی نے اور ہمیں نے اوپر یہ مسند چڑہی حریثین
اونھوں نے روایت کی ابو علی عبد السلام بن ابی الخطاب اور ابو بکر عتاب بن احسن بن سعید اور ابو محمد عبد اللہ
بن احمد بن ابی الحدید سے اون سبھوں نے روایت کی محمد بن عبد الباقی مؤلف مسند سے اور خبر دی ہمکو ابو محمد ابراہیم
بن محمود بن سالم اور محی الدین یوسف بن عبد الرحمن بن علی بن الجوزی اور ابو عبد اللہ محمد بن علی بن بقا نے
اون سبھوں نے روایت کی ابو الفرج عبد الرحمن بن علی ابن الجوزی اور ابو القاسم یحیی بن اسعد اور ابو القاسم
بن کامل سے اون سبھوں نے روایت کی مصنف مسند سے واما المسند السادس الذی جمعہ الامام الحافظ ضیاء الحق
والتعدیل ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی فقد اخبرنی بہ الشیخ ابو محمد الحسن بن احمد بن ہبۃ اللہ قال اخبرنا
ابو المحاسن محمد بن عبد الخالق البجیری قال اخبرنی السید ظفر بن داعی العلوی قال اخبرنا ابو القاسم حمزۃ بن
یوسف السہمی قال اخبرنا الحافظ ابو احمد عبد اللہ بن عدی صاحب المسند یعنے چھٹی مسند کہ تالیفات ابن عدی
سے ہے جو زمرۂ محدثین میں شمار کیے جاتے ہیں اور محدثین باب جرح وتعدیل اونکے قول سے استناد کرتے ہیں
پس خبر دی ہمکو اوسکی ابو محمد حسن بن احمد بن ہبۃ اللہ نے اونکو خبر دی ابو المحاسن محمد بن عبد الخالق جوہری نے
اونکو خبر دی سید ظفر بن داعی نے اونکو خبر دی حمزۃ بن یوسف سہمی نے اونکو خبر دی ابن عدی نے واما المسند
السابع الذی رواہ الحسن بن زیاد اللولوی تلمیذ الامام ابی حنیفۃ فقد اخبرنی بہ الشیخ الاجل الاوحد الصالح المسند
استاذ دار الخلافۃ والامامۃ محی الدین ابو محمد یوسف بن عبد الرحمن بن علی الجوزی والشیخ ابو محمد ابراہیم بن محمود
بن سالم والشیخ ابو النصر الاعز بن ابی الفضل وابو عبد اللہ محمد بن علی بن البقا قالوا جمیعا اخبرنا الحافظ ابو الفرج
عبد الرحمن بن علی الجوزی قال اخبرنا ابو القاسم اسمعیل بن احمد بن عمر بن احمد السمرقندی قال اخبرنا ابو القاسم
عبد اللہ بن الحسن بن محمد الخلال قال اخبرنا ابو الحسن عبد الرحمن بن عمر بن احمد قال اخبرنا ابو الحسن محمد بن ابراہیم
بن قنیس البغوی قال حدثنا ابو عبد اللہ محمد بن شجاع البلخی قال حدثنا الحسن بن زیاد اللولوی عن ابی حنیفۃ
یعنے ساتوین مسند کہ بروایت حسن بن زیاد شاگرد امام ابو حنیفہ سے پس خبر دی ہمکو ساتہ اوسکے محی الدین یوسف

بن الجوزی اور ابراہیم بن محمود بن سالم اور ابو نصر بن ابی الفضل اور محمد بن علی بن بقانی ان سبھوں نے کہا کہ خبر دی ہمکو عبد الرحمن بن علی ابن الجوزی نے اونکو خبر دی ابو القاسم اسمعیل بن احمد بن عمر بن احمد سمرقندی نے اونکو خبر دی ابو القاسم عبد اللہ بن حسن بن محمد خلال نے اونکو خبر دی ابو الحسن عبد الرحمن بن عمر بن احمد نے اونکو خبر دی ابو الحسن محمد بن ابراہیم بن خنیس بغدی نے اونکو خبر دی ابو عبد اللہ محمد بن شجاع بلخی نے اونکو خبر دی حسن بن زیاد نے اونھوں نے روایت کی ابو حنیفہ سے واما المسند الثامن فقد اخبرنی بالاجازۃ التی اودعھا ھذا الکتاب ونقلھا المشائخ الثلاثۃ تقی الدین یوسف بن احمد بن ابی الحسن الاسکاف بقراءتی علیہ ببغداد وانا اسمع والشیخ ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم والشیخ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن بقا قالوا اخبرنا ابو القاسم ذاکر بن کامل بن محمد بن حسین بن محمد الخفاف وابو القاسم یحیی بن سعید القاضی عبد الرحمن العمری قالوا اخبرنا الحافظ ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن خسرو البلخی قال اخبرنا ابو الفضل احمد بن الحسین بن خیرون قال اخبرونا خالی ابو علی قال اخبرنا القاضی ابو الحسن الاشنانی یعنی اٹھوین مسند پس خبر دی ہمکو اوسکی تقی الدین یوسف بن احمد بن ابی الحسن اسکاف اور ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم اور ابو عبد اللہ محمد بن علی بن بقانی اون سبھوں نے کہا کہ خبر دی ہمکو ابو القاسم ذاکر بن کامل بن محمد بن حسین بن محمد خفاف اور ابو القاسم یحیی بن سعید اور قاضی عبد الرحمن عمری نے کہا ان سبھوں نے کہ خبر دی ہمکو ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی نے کہا اونھوں نے کہ خبر دی ہمکو ابو الفضل احمد بن حسین بن خیرون نے کہا اونھوں نے کہ خبر دی ہمکو میرے ماموں ابو علی نے کہا اونھوں نے کہ خبر دی ہمکو ابو الحسن اشنانی مولف مسند نے واما المسند التاسع الذی جمعہ ابو بکر احمد بن محمد بن خالد بن خلی الکلاعی فقد اخبرنا بہ المشائخ الاربعۃ عبد اللطیف بن عبد المنعم علی بن نصر الحرانی والشیخ شرف الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عبد الوہاب بن علی بقراءتی علیھما بمدینۃ السلام فی مجلسین متفرقین والشیخان ابو منصور عبد القادر بن ابی نصر القزوینی ویوسف بن احمد بن ابی الحسن قالوا جمیعا اخبرنا عبد الوہاب بن علی بن سکینۃ قال اخبرنا ابو القاسم اسمعیل بن احمد بن عمر السمرقندی قال اخبرنا ابو القاسم علی بن احمد بن محمد قال اخبرنا ابو الحسن محمد بن عبد الرحمن بن جعفر بن حسام قال حدثنا ابو بکر احمد بن محمد بن خالد بن خلی الکلاعی صاحب المسند یعنی تیسرا مسند جو تالیف کیا ہوا ہے کلاعی کا پس خبر دی ہمکو اوسکی عبد اللطیف بن عبد المنعم حرانی اور شرف الدین محمد بن محمد بن عبد الوہاب نے اور یوسف بن عبد القادر اور یوسف بن محمد احمد نے ان سب کو خبر دی عبد الوہاب بن علی نے اونکو خبر دی اسمعیل سمرقندی نے اونکو خبر دی ابو القاسم علی نے اونکو خبر دی ابو الحسن محمد بن عبد الرحمن بن جعفر بن حسام نے اونکو خبر دی ابو بکر احمد بن محمد بن خالد بن خلی کلاعی مولف مسند مذکور نے واما المسند العاشر الذی جمعہ ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن

خسرو فقد اخبرنی به المشائخ الثلاثة الصدر الکبیر المعظم ابن الجوزی المذکور بقرائتی علیه ببغداد والشیخ ابو محمد
بن ابراهیم بن محمود بن سالم والشیخ ابو عبد الله محمد بن علی بن بقا اذنا قالوا اخبرنا المشائخ الثلاثة ابو القاسم ذاکر
بن کامل بن محمد بن الحسین بن الخفاف وابو القاسم یحیی بن اسعد بن نوش الخبازان وابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی اذنا قالوا اخبرنا
ابو عبد الله الحسین بن محمد بن خسرو البلخی صاحب السند یعنی مسند دسوین کہ تصانیف ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی سے ہیں خبر دی
ہمکو اوسکی ابن جوزی اور ابو محمد بن ابراہیم بن محمود بن سالم اور شیخ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن بقا نے کہا
اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو القاسم ذاکر بن کامل بن محمد بن حسین بن محمد خفاف اور ابو القاسم یحیی بن
اسعد بن نوش اور ابو الفرج بن الجوزی نے کہا اون سبہون نے کہ خبر دی ہمکو اوس مسند کی ابن خسرو
بلخی نے واما المسند الحادی عشر الذی یرویه ابو یوسف یعقوب بن ابراهیم القاضی عن ابی حنیفة وسیجیء نسخته
ابی یوسف فقد اخبرنی به المشائخ الثلاثة الصدر الکبیر العلامة استاذ دار الخلافة ابو محمد یوسف بن ابی الفرج
عبد الله بن علی بن الجوزی والشیخ ابو محمد ابراهیم بن محمود بن سالم والشیخ ابو عبد الله محمد بن علی بن بقا قالوا
اخبرنا المشائخ الثلاثة ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی وابو القاسم ذاکر بن کامل وابو القاسم یحیی
بن اسعد بن نوش قالوا اخبرنا القاضی ابو بکر محمد بن عبد الباقی بن محمد بن عبد الله الانصاری قال اخبرنا
ابو محمد الحسن الجوہری قال اخبرنا ابو بکر محمد الابهری قال اخبرنا ابو عروبة الحسین بن محمد بن مودود الحرانی قال
حدثنا جدی عمر بن ابی عمر قال حدثنا ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم القاضی اور گیارہوین مسند کہ تصانیف
قاضی ابو یوسف سے ہے اور مشہور بہ نسخہ ابو یوسف ہے پس خبر دی ہمکو اوسکی یوسف بن عبد الرحمن بن
علی بن الجوزی نے اور شیخ ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم اور شیخ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن بقا نے کہا اون
سبہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی اور ابو القاسم ذاکر بن کامل اور ابو القاسم یحیی
بن اسعد بن نوش نے کہا اون سبہون نے کہ خبر دی ہمکو قاضی ابو بکر محمد بن عبد الباقی بن محمد بن
عبد اللہ انصاری نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو محمد حسن جوہری نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو بکر محمد ابہری
کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو عروبہ حسین بن محمد بن مودود حرانی نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو عمر دادا
ابی عمر نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو امام ابو یوسف نے واما المسند الثانی عشر الذی حدث به محمد بن الحسن الشیبانی
عن ابی حنیفة وسیجیء نسخته محمد عن ابی حنیفة فاخبرنا به هؤلاء الثلاثة باسنادهم الی ابی محمد الجوہری عن ابی بکر
الابهری عن ابی عروبة الحرانی عن جده عن محمد بن الحسن اور بارہوین مسند جو مشہور بہ نسخہ امام محمد ہے پس
خبر دی ہمکو اوسکی اون تینون مشائخ نے اون سند سے تا بہ ابو محمد جوہری اونکو خبر دیجی ابو بکر ابہری سے
اونکو ابو عروبہ حرانی سے اونکو اونکے جد سے اونکو امام محمد سے واما المسند الثالث عشر الذی یرویه حماد بن ابی حنیفة

عن ابیہ ابی حنیفۃ فقد اخبرنی بہ تقی الدین یوسف بن احمد بن ابی الحسن الاسکاف بمدینۃ السلام بغداد وموفق
الدین ابو عبداللہ محمد بن ہارون بن محمد الثعلبی وجمال الدین ابو الفتح نصر اللہ بن محمد بن الیاس الانصاری واخوہ
نجم الدین ابو غالب المظفر بن محمد بن الیاس وغیرہم کلہم عن ابی طاہر برکات بن ابراہیم بن طاہر بن برکات
الخشوعی قال اخبرنا ابو الحسن علی بن مسلم بن محمد السلمی قال اخبرنا ابو نصر احمد بن محمد بن سعید الصوفی قال اخبرنا
ابو الحسن علی بن ابی ربیعۃ قال اخبرنا ابو عبداللہ محمد بن حفص الطالقانی قال حدثنا صالح بن محمد الترمذی قال
حدثنا حماد بن ابی حنیفۃ یعنے تیرہوین سند پس خبر دی ہمکو اوسکی تقی الدین یوسف بن احمد بن ابی الحسن
اسکاف نے مدینۃ السلام بغداد میں اور موفق الدین ابو عبداللہ محمد بن ہارون بن محمد ثعلبی اور جمال الدین
ابو الفتح نصر اللہ بن محمد بن الیاس انصاری اور اونکے بھائی نجم الدین ابو غالب مظفر بن محمد بن الیاس
وغیرہ نے اون سب نے روایت کی ابو طاہر برکات بن ابراہیم بن طاہر بن برکات سے خشوعی نے کہا اونہون
کہ خبر دی ہمکو ابو الحسن علی بن مسلم بن محمد سلمی نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ابو نصر احمد بن محمد بن سعید الصوفی
نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو الحسن علی بن ابی ربیعہ نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو عبداللہ محمد
بن حفص طالقانی نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو صالح بن محمد ترمذی نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو
حماد بن ابو حنیفہ نعمان امام ابو حنیفہ سے واما السند الرابع عشر الذی فیہ محمد بن الحسن الشیبانی وروایتہ عن
ابی حنیفۃ فقد اخبرنی بہ المشائخ الاربعۃ بصدر الکتاب استانہ در الخلافۃ دار السلام قدس اللہ روحہ ابو محمد یوسف بن
عبدالرحمن بن علی الجوزی بقراءتی علیہ بدار الخلافۃ من مدینۃ السلام وابو محمد ابراہیم بن محمود بن سلمان وابو عبداللہ
بن علی بن البقا وابو المظفر یوسف بن علی بن حسن بروایتہم عن الشیخ الاربعۃ ایضا ابی الفرج عبدالمنعم بن
عبدالوہاب بن کلیب وابی القاسم ذاکر بن کامل بن محمد بن الحسین وابی القاسم یحیی بن اسعد بن بوش
ابی السعادات نصر اللہ بن عبدالرحمن الحفار ثلاثتہم جمیعا عن ابی اسعد احمد بن عبد الجبار الصیرفی قال
اخبرنا القاضی ابو القاسم علی بن المحسن التنوخی قال انا ابو اسحق ابراہیم بن احمد المہری قال اخبرنا محمد بن
احمد الرازی قال اخبرنا ابو عامر عمر بن سیم بن سیار قال اخبرنا ابو سلیمان موسے بن سلیمان الجوزجانی قال
اخبرنا محمد بن الحسن الشیبانی اور چودہوین سند جسکو امام محمد نے جمع کیا اور امام اعظم سے روایت کیا پس
خبر دی ہمکو ساتوں اوسکے چار شیخ نے ایک محی الدین ابو محمد یوسف بن عبدالرحمن بن علی بن الجوزی اور
یہ سند اونہون نے پڑہی بغداد میں دوسری ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سلمان قسیسری ابو عبداللہ محمد بن
علی بن البقا چوتھی ابو مظفر یوسف بن علی بن حسن اور ان چاروں نے روایت کی چار شیوخ سے ابو الفرج
عبدالمنعم بن عبدالوہاب کلیب اور ابو القاسم ذاکر بن کامل بن محمد بن الحسین اور ابو القاسم یحیی بن سعد

بن نوشس الوفا ابو السعادات نصر اصہر بن عبد الرحمن قزاز سے اور ان سبھوں نے روایت کی ابو سعد احمد
بن عبد الجبار صیرفی سے کہا اونھوں نے کہ خبر دی ہمکو ابو القاسم علی بن محسن تنوخی نے کہا اونھوں نے کہ خبر دی
ہمکو ابو اسحق ابراہیم بن احمد طبری نے کہا اونھوں نے کہ خبر دی ہمکو محمد بن احمد رازی نے کہا اونھوں نے کہ خبر دی
ہمکو ابو عامر عمر بن تمیم بن سیار نے کہا اونھوں نے کہ خبر دی ہمکو ابو سلیمان موسے بن سلیمان جوزجانی نے کہا اونھوں نے
کہ خبر دی ہمکو امام محمد نے فرزند علیہم الشیخ الاول محی الدین ابن الجوزی فرواہ عن والدہ الحافظ ابی الفرج عبد الرحمن
بن علی بن الجوزی عن ابی الفتح محمد بن عبد الباقی المعروف بابن البطی عن ابی الفضل احمد بن الحسن بن خیرون
عن القاضی ابی عبد اللہ الحسن بن علی الصیمری عن ابی اسحق ابراہیم بن احمد الطبری عن ابی بکر محمد بن احمد
بن عیسے بن عبدل الرازی عن ابی عامر ابن تمیم بن سیار عن ابی سلیمان الجوزجانی عن محمد بن الحسن اور زیادہ
کہا ہمارے استاذ محی الدین ابن الجوزی نے ایک اور سند کو کہ اونھوں نے روایت کی اپنے باپ عبد الرحمن
بن علی بن الجوزی سے اونھوں نے ابو الفتح محمد بن عبد الباقی معروف بابن البطی سے اونھوں نے ابو الفضل
احمد بن الحسن بن خیرون سے اونھوں نے قاضی ابو عبد اللہ الحسن بن علی الصیمری سے اونھوں نے ابو اسحق
ابراہیم بن احمد طبری سے اونھوں نے ابو بکر محمد بن احمد بن عیسے بن عبدل رازی سے اونھوں نے ابو عامر
ابن تمیم بن سیار سے اونھوں نے ابو سلیمان جوزجانی سے اونھوں نے امام محمد سے وانبانا بہ عالیا الشیخ
الامام فقیہ الدین وشرف الدین عبد الرحمن بن عبد الرحمن کلاہما بحلب ورشید الدین احمد بن الفرج
بن مسلمۃ بدمشق وابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم ببغداد قالوا اخبرنا ابو الفتح محمد بن عبد الباقی المعروف
بابن البطی باستاذہ المذکور ابی صاحب الکتاب محمد بن الحسن الشیبانی اور خبر دی ہمکو ساتہ اوس سند کے
سند عالی چار شیوخ نے ضیاء الدین وشرف الدین عبد الرحمن بن عبد الرحمن دونوں نے بمقام حلب میں
اور رشید الدین احمد بن الفرج بن مسلمۃ نے دمشق میں اور ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم نے بغداد میں
کہا اون سبھوں نے کہ خبر دی ہمکو ابو الفتح محمد بن عبد الباقی معروف بابن البطی نے بسند مذکور تا بامام محمد
وہذا المسند الخامس عشر الذی جمعہ الامام الحافظ ابن ابی العوام السعدی وکنیۃ ابو القاسم واسمہ عبد اللہ
بن محمد بن العوام فقد انبانی عالیا بہ الشیخ الصالح الخمسۃ شیخ شیوخ ارباب الطریقۃ وامام الائمۃ قدوۃ اصحاب
الحقیقۃ نجم الدین ابو الجناب احمد بن عمر بن محمد بن عبد اللہ الخوارزمی بحرجانیۃ خوارزم عمرہا اللہ تعالیٰ بما
وامر علیہا ولیا ونجم الدین بن عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر احمد بن خلف البلخی ورشید الدین ابو الفضل اسمٰعیل
بن احمد بن الحسن العراقی کلاہما بدمشق حرسہا اللہ وضیاء الدین صفر بن یحیے بن صفر بحلب وابو النصر اعز بن
ابی الفضائل فضائل بن ابی النصر ببغداد وہم جمیعا عن الامام الحافظ شیخ الاسلام ابی طاہر ابراہیم بن محمد بن

بن احمد بن محمد السلمی الاصفہانی اجازۃ قال اخبرنا احمد بن ابی العباس الرازی قال ہبرنا القاضی ابو عبد اللہ
محمد بن سلامۃ القضاعی قال اخبرنا ابو العباس احمد بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام قال اخبرنا ابو القاسم
عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام صاحب المسند اور ہندوستان میں مسند جو تصانیف سے ہے حافظ ابو القاسم عبد اللہ
بن محمد بن العوام اسعدی کے پس خبر دی ہمکو اوسکی سند عالی پانچ شیوخ نے ایک نجم الدین ابو الحباب احمد
بن عمر بن محمد بن عبد اللہ خوارزمی نے مقام جرجانیہ خوارزم میں دوسرے نجم الدین ابن عبد اللہ بن محمد
بن ابی بکر احمد بن یلدگجی نے تیسرے رشید الدین ابو الفضل اسمعیل بن احمد بن احسن العراقی ان دونوں نے
مقام دمشق میں چوتھے ضیاء الدین صفر بن یحیی بن صفر نے مقام حلب میں پانچویں ابو نصر اغر بن ابی الفضائل
بن ابی نصر نے مقام بغداد میں ان سبھوں نے روایت کی شیخ الاسلام ابو طاہر احمد بن محمد بن احمد بن محمد
سلفی اصفہانی سے کہا اونھوں نے کہ خبر دی ہمکو احمد بن ابو العباس رازی نے کہا اونھوں نے
کہ خبر دی ہمکو قاضی ابو عبد اللہ محمد بن سلامۃ قضاعی نے کہا اونھوں نے کہ خبر دی ہمکو ابو العباس احمد بن محمد
بن عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام نے کہا اونھوں نے کہ خبر دی ہمکو ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام مؤلف
مسند نے ان عبارات سے سند مسلسل خوارزمی سے تا بہ پندرہ مسانید کے مصنفین تک تو معلوم ہوئی اور
اوس طرف کی کیفیت سو کچھ اونھیں بعض تو تلامذہ امام کی تصنیف ہیں جیسے مسند محمد و مسند حماد و مسند ابو یوسف
و مسند حسن بن زیاد و کتاب الآثار وغیرہ اور اونکا روایت کرنا امام سے ظاہر ہے اور بعض اونھیں سے
جو بالکل مقلد ہیں کی تصنیف ہو بسند روایات اوسمیں موجود ہیں پس یہ کہنا کہ اسناد خوارزمی سے
امام اعظم بالکل نذارد ہے محض لغو و مہمل ہے علاوہ ازیں ان مسانید امام کو بے سند کہنا ایسا ہے
جیسے کوئی کہے کہ مشکوۃ میں جتنی حدیثیں ہیں اون سب کی سند ندارد ہے اور جو حدیثیں جامع الاصول
میں اور جامع صغیر اور جامع کبیر اور جمع الجوامع اور حصن حصین اور کنوز الحقائق فی احادیث خیر الخلائق
اور تجرید صریح لاحادیث الجامع الصحیح وغیرہ اون کتابوں میں ہیں صرف حدیث بے سند کے بیان
کردی ہے سب غیر معتبر ہیں بسبب اسکے کہ سند سبکی ندارد ہے اصل یہ ہے کہ مصنفین مسانید امام اعظم
نے بعضوں نے تواپنے سے لیکے تا بہ امام اور اوسنے تا بہ صحابہ و آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سند مسلسل
بیان کردی ہے اور بعضوں نے بطور اختصار کے امام سے آن حضرت اور صحابہ تک سند بیان کردی اور
اس طرف کی سند چونکہ اور کتب حدیث میں مذکور ہے چھوڑ دی چونکہ آپ کو اور آپ کے مریدان عقیدہ
مقلدین کو بجز مسند خوارزمی کے کسی اور مسند کو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا اسوجہ سے حکم دے دیا کہ مسانید
امام کی بے سند ہیں فوائد ہماری ذات میں حنفیہ نے مسند خوارزمی کو اپنے دل کی تسکین کے لیے امام اعظم کی نام سے

اسلیے نسبت کردیا ہے کہ امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد کی طرح یہ بھی حدیث کے جمع کرنے والے تھے ہیں
شمار کیے جاوین نقل مشہور ہے پیران نمی پرند مریدان مے پرانند **اقول** ؎ خوف عقبے نہ اگر لیگ دنیا ہوگا
یہ تو دنیا ہے تو عقبے مین تبا کیا ہوگا ؎ دیکھیہ پچھتائیگا تو کیون مجھے ٹوکا تا ہے ؎ آفت آئیگی زمانہ ہوبا ہوگا
آپ کی فہم ناقص مین جو مضمون آیا وہ محض غلط آیا مسند خوارزمی کو باین معنی کون حنفی مسند ابوحنیفہ
کہتا ہے کہ اسکی حدیثین جمع کی ہوئی امام کی ہین یہ تو سب جانتے ہین کہ یہ مسند ابوحنیفہ کی تصنیف نہین ہی
نہین ہی اسکو مسند ابوحنیفہ باین معنی کہتے ہین کہ اسمین ابوحنیفہ کی روایات مذکور ہین پھر یہ امر صرف
حنفیہ ہی نہین کہتے ہین تا یہ کہ نسبت تسکین کے انکی طرف کیجاوے ذرا آنکھ کھول کے دیکھیے کہ محدثین بھی
اپنی تصانیف مین کہ ان مسانید کو مسانید ابوحنیفہ کہہ رہے ہین اور اونکے مصنفین تک اپنی اپنی
سندین پہونچا رہے ہین اور ہم نہین سمجھتے کہ مسانید ابوحنیفہ پر کیون اسقدر زور دشور ہے مسند
امام احمد کب اونکی ترتیب سے ہے اور اسمین مسند امام شافعی کب اونکی تالیف ہے پھر اگر مسند ابوحنیفہ
بھی اونکی تصنیف نہوئی بلکہ کسی شاگرد یا کسی مقلد کی جمع کی ہوئی ہوئی تو کیا حرج ہوا آپ نے کیا البتہ محمد بشر
کی عبارت کو نہین دیکھا ہان ضرور دیکھا ہے اور اوسمین سے اپنے موافق کسیقدر صفحہ ۱۸ مین نقل کردیا ہے
اور نیظر فریب و دغا بازی بقیہ کو واگذاشت کیا ہے دیکھو وہ عبارت یہ ہے باید دانست کہ از تصانیف
ائمہ ازیں روزگار دست مردم غیر از نام طائر موجود نیست ومسانید ائمہ دیگر کہ در عالم مشہور اند خود ایشان
بتصنیف آن نپرداختہ اند بلکہ دیگران بعد ایشان آمدہ مرویات ایشان را جمع نمودہ وبسند فلانی منتہی گردانیدہ
انتہی اور یہی بعد چند سطور کے اوسمین ہے مسند حضرت امام شافعی عبارت است از احادیث مرفوعہ کہ
امام شافعی آنرا بحضور شاگردان خود بسند بیان مے فرمودند و روایت مے نمودند و اینہ ازین احادیث
در مسموعات ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم از ربیع بن سلیمان در ضمن کتاب الام مبسوط واقع شدہ بود
آنرا یکجا جمع کردہ مسند شافعی نام کردہ اند و ربیع بن سلیمان بواسطہ شاگردی شافعی است
و جامع و ملتقط آن احادیث شیخے از نیشاپور است کہ اورا ابوجعفر محمد بن مطر مے گویند و از ابوالعباس
و مبسوط آن احادیث را جدا نوشتہ و چون ائمہ نظر مودہ ابوالعباس اصم بود اورا مؤلف مسند
شافعی مے انگارند و بعضے گویند کہ خود ابوالعباس انتخاب کردہ و مسند امام احمد بن حنبل بتصویب امام او
لیکن در و زیادت بسیار از پسر وے عبد اللہ است و بعضے از زیادات الجوزی تطبیقی کہ مادی آن از پسر
ایشان است و امام احمد این کتاب را بطریق بیاض جمع مے کرد بے ترتیب و تہذیب ازان امام بوقوع نیامد
بلکہ پسری عبد اللہ بعد وے ترتیب داد و لیکن بعضی احادیث را بسیار کردہ از جاہای دیگر در آن درج کردہ انتہی کلامہ

قولہ ایک جماعت امام اعظم کی مخالف حدیث پر چلنے والوں کو دیتے ہیں کہ انھوں نے چالیس برس تک عشا کے وضو سے نماز صبح کی پڑھی اور ہر شب میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے جو اب اسکا دو طرح پر ہے اول یہ کہ یہ بات بالکل غلط اور روایات اور موجب مذمت امام کے ہے کیا انکو اتنی بھی خبر نہ تھی کہ یہ عبادت سے کیونکہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر میں کبھی شب کو تیرہ رکعت سے زیادہ نوافل نہیں پڑھی اور نہ کبھو تمام شب جاگے بلکہ تہائی حصہ شب کا جاگتے تھے اور دو حصے سویا کرتے تھے اور اسپر زیادتی کرنے والے کو فرماتے تھے کہ یہ شخص ہماری سنت سے نفرت کرتا ہے اور یہ ہم میں سے نہیں ہے اور رات ہی ختم کرنا قرآن کا سات دن سے کم دیر درست نہیں رکھتے تھے اقول اس مقام پر کلام ہے چند طور پر اول یہ کہ آپ کچھ خبر بھی ہے کہ کثرت عبادت کو امام سے صرف مقلدین اونکے نہیں نقل کرتے ہیں کہ اونپر شبہ خانہ سازی و دغا بازی کا ہوسکے اور حکم غلط اور واہی کا اوسپر درست ہو سکے بلکہ بڑے بڑے محدثین و مورخین معتبرین بھی اسکو ذکر کرتے ہیں جیسے نووی اور ذہبی اور ابن حجر اور سیوطی اور یافعی اور ابو نعیم اصفہانی اور خطیب بغدادی اور ابن خلکان اور شعرانی وغیرہم چنانچہ بعض عبارات آگے سابقاً منقول ہو چکے اور بعض بعض عبارتیں اتقاء تحریر علی الاکثار فی التعدید یہاں بعد نہیں میں لکھتے ہیں قال الذہبی کہا ذہبی نے جو بڑے محدث و مورخ ہیں قد تواتر قیامہ باللیل وتعبدہ وتعبدہ بل احیاءہ لقراءۃ القرآن فی رکعۃ ملائتین سنۃ یعنے ثابت ہوئی بطریق تواتر امام اعظم کی شب بیداری اور تہجد گذاری بلکہ پڑھنا اونکا تمام قرآن کو ایک رکعت میں تیس برس تک وحفظ عنہ صلوۃ الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ اور ثابت ہوا ہے اونسے صبح کی نماز ادا کرنا عشا کی وضو سے چالیس سال تک وحفظ عنہ انہ ختم القرآن فی الموضع الذی توفی فیہ سبعۃ آلاف مرۃ اور ثابت ہے اونسے ختم کرنا قرآن کا سات سو بار مرتبہ اوس مقام میں جہاں اونکا انتقال ہوا وقع مثل فیہ عبد اللہ بن المبارک فقال وکیف لا تفضی برجل یصلی خمسا واربعین سنۃ خمس صلوات بوضوء واحد وکان یجمع القرآن فی رکعۃ اور غیبت کی کسی شخص نے ابو حنیفہ کی عبد اللہ بن مبارک کے سامنے پس خفا ہوئے وہ اور فرمایا کہ تو ایسے شخص کی شکایت کرتا ہے جسنے چالیس برس تک پنج وقتہ نماز ایک وضو سے اور کبھی اور ایک رکعت میں قرآن ختم کیا اے برادران دین و اے حضرات غیر مقلدین ذرا آنکھ کھولو اور انصاف سے غفلت و تعصب اپنے منہ پر سے ہٹاؤ دیکھو کیا غضب ہے کہ جس فضیلت امام اعظم کو تمام محدثین ثابت کر رہے ہوں اور اوسپر حکم تواتر کا دیتے ہوں اوسکو آپ غلط اور واہی ٹھہرا دیں اور موافق مثل مشہور للاجنب علی البغض مساوی ہنفیہ سے حسد و عناد بیجا کرکے محدثین کو بھی جھوٹا بتا دیں دوم یہ کہ اسی قسم کی کثرت عبادت جو ابو حنیفہ سے منقول ہے بڑے بڑے محدثین سے بھی

کتب ثقات میں مذکور ہے اور صحابہ اور تابعین سے بھی ایسی کوشش عبادت میں ثابت ہے آگے اپنے گھر کی بھی خبر نہیں ہے جسکے اسکی تفصیل سننے شیخ الاسلام ذہبی محدث جلیل و صوف خلیل تذکرۃ الحفاظ میں ترجمہ مسروق بن الاجدع ہمدانی کوفی میں لکھتے ہیں قال ابو اسحق حج مسروق فما نام الا ساجدا حتے رجع وعن امراۃ مسروق انہ کان یصلے حتے تورم قدماہ یعنے کہا ابو اسحق نے کہ گئی مسروق حج اعلیٰ تابعین سے ہیں اور وفات اونکی ۶۳ھ ہجری میں ہے دوسرے حج کے پس نماز ان معاودت کبھی نہیں سوئے نہ دن کو نہ رات کو مگر حالت سجدہ میں اور اونکی زوجہ سے روایت ہے کہ مسروق اسقدر نماز پڑھتے تھے کہ دونوں پاؤں اونکے ورم کر جاتے تھے اور بھی ذہبی ترجمہ اسود بن یزید میں لکھتے ہیں کان عبد الرحمن بن الاسود یصلے کل یوم سبعمائۃ رکعۃ تھے عبد الرحمن بن اسود کوفی تابعی کہ پڑھتے تھے ہر روز سات سو رکعت اور ترجمہ عمرو بن میمون تابعی میں لکھتے ہیں کان لما کبر اراد ان یبنی الحائط فاذا قام من القیام لصلوۃ استعان بالوتد تھے عمرو کہ جب سن رسیدہ ہوے ایک کھونٹی دیوار میں اونکے واسطے قائم کی گئی اور وہ نماز پڑھا کرتے تھے یہانتک کہ جب تھک جاتے اوس کھونٹی سے استعانت کرتے اور ترجمہ سعید بن جبیر تابعی میں لکھتے ہیں قام لیلۃ فی جوف الکعبۃ فقرء القرآن فی رکعۃ وقال عبد الملک بن ابی سلیمان عنہ انہ کان یختم القرآن فی کل لیلتین شب بیداری کی اونہوں نے اندر کعبہ کے پس پڑھا قرآن تمام ایک رکعت میں اور کہا عبد الملک نے کہ تھے ابن جبیر کہ ختم کرتے تھے قرآن دو دو شب میں اور ترجمہ خالد بن معدان تابعی میں لکھتے ہیں کان یسبح فی الیوم سبعین الف مرۃ تھے کہ تسبیح پڑھتے تھے ہر روز ستر ہزار مرتبہ اور ترجمہ وہب بن منبہ تابعی میں لکھتے ہیں لیث وہب عشرین سنۃ ولم یجعل بین العشاء والصبح وضوء بیس برس تک وہب نے عشاء کی وضوء سے صبح کی نماز پڑھی ہے اور برابر شب بیداری کی اور ترجمہ ابو اسحق سبیعی عمرو بن عبد اللہ تابعی میں لکھتے ہیں قال اصلے فاقرء سورۃ البقرۃ فی رکعۃ نماز پڑھتا ہوں پس ایک رکعت میں سورہ بقرہ کی تلاوت کرتا ہوں اور ترجمہ امام اہل بیت نبوی ابو جعفر باقر محمد بن زین العابدین میں لکھتے ہیں کان یصلی الیوم واللیلۃ مائۃ وخمسین رکعۃ پڑھتے تھے امام باقر رات دن میں ۱۵۰ سو رکعت نوافل اور ترجمہ ایوب سختیانی تابعی میں لکھتے ہیں کان یقوم اللیل کلہ تھے وہ کہ تمام شب قیام کرتے اور عبادت میں مصروف رہتے اور ترجمہ صفوان بن سلیم تابعی میں لکھتے ہیں حلف صفوان ان لا یضع جنبہ علے الارض فمکث علے ہذا ثلاثین سنۃ فمات وہو حالس قسم کھائی تھی صفوان نے کہ نہ رکھینگے پہلو اپنا زمین پر پس تیس برس تک نہیں سوئے بلکہ بیٹھے ہوے عبادت میں مصروف رہے یہانتک کہ جلت کی اور ترجمہ منصور بن معتمر میں لکھتے ہیں قال زائدۃ صام منصور اربعین سنۃ وقام لیلہا وکان یبکی اللیل کلہ فاذا اصبح دہن راسہ کہا زائدہ نے روزے رکھے منصور نے چالیس برس اور شب بیداری کی اور

تھے کہ تمام شب روتے تھے پس جب صبح ہوتی تھی آنکھوں میں سرمہ لگاکے اور بالوں میں تیل ڈال کے باہر آتے
تھے کسی کو اس جانفشانی کا حال نہ معلوم ہوا اور ترجمہ ابو عمر سلیمان بن طرخان بصری میں لکھتے ہیں کہ تمیم
سنہ یصوم یوما ویفطر یوما ویصلی صلوۃ الفجر بوضوء العشاء چالیس برس تک اوزکایہ دستور رہا کہ ایک روز
روزہ رکھتے تھے اور ایک روز افطار کرتے تھے اور صبح کی نماز عشاء کی وضو سے ادا کرتے تھے اور محمد بن بلال شام
عبدالرحمن اوزاعی کے حال میں لکھتے ہیں قال ابو مسہر کان الاوزاعی یحیی اللیل صلوۃ وقرآنا ولبکا کہا
ابو مسہر نے تھا اوزاعی کہ شب بیداری کرتے تھے اور تمام شب نماز اور قرات قرآن اور آہ وزاری میں مصروف
رہتے اور مسعر بن کدام کے حال میں لکھتے ہیں کان لایام الی ان یقرء نصف القرآن نہیں سوتے تھے وہ شب کو
یہانتک کہ پڑھ لیتے تھے پندرہ پارہ قرآن کے اور ابن ابی زئب کے حال میں لکھتے ہیں کان یصلی اللیل اجمع
یجتھد فی العبادۃ تھے کہ نماز پڑھتے تھے تمام شب اور عبادت میں بڑی محنت کرتے تھے اور حسن بن صالح بن حی
کے حال میں لکھتے ہیں قال وکیع جزء ھو واخوہ واخوہ اللیل للعبادۃ فمات فقسم اللیل بینھما فمات علی قیام اللیل
باللیل کلہ کہا وکیع نے تقسیم کیا تھا حسن نے اور اوسکے بھائی اور والدہ نے شب کو تین حصے پر عبادت کے واسطے
ایک تہائی میں وہ عبادت کرتے تھے اور دوسری تہائی میں اوسکے بھائی اور ایک حصہ میں اوسکی والدہ پس
جب اوسکی والدہ نے انتقال کیا دونوں بھائیوں نے آدھی آدھی رات عبادت کرنا شروع کی پھر جب حسن کے
بھائی نے بھی انتقال کیا تمام شب اونھوں نے عبادت کرنا شروع کر دیا اور محدث شام اسمٰعیل بن عیاش کے
حال میں لکھتے ہیں قال ابو الیمان کان یحیی اللیل تھے کہ تمام شب عبادت کرتے تھے اور ابوبکر بن عیاش
کے حال میں لکھتے ہیں قال یزید بن ہارون کان خیرا فاضلا لم یضع جنبہ الی الارض اربعین سنۃ وقال یحیی
الحمانی لما احتضر ابوبکر بکت فقال ما یبکیک الطری التی ملک النزاویۃ فقد ختمت فیھا ثمانی عشرۃ الف ختمۃ
کہا یزید بن ہارون نے تھے ابوبکر بن عیاش بڑے نام منین کہا اونھوں نے اپنے پہلو کو زمین پر چالیس برس تک
اور کہا یحیی حمانی نے جب احتضار کا اونکے وقت آیا اونکی ہمشیرہ رونے لگیں پس کہا ابوبکر بن عیاش نے
کیوں روتی ہو تم دیکھو اوس گوشہ مکان کو اوس مقام پر میں نے اٹھارہ ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا ہے اور
محدث کوفہ عبداللہ بن ادریس کے حال میں لکھتے ہیں قال حسین بن عمرو لما نزل بہ الموت بکت بنتہ فقال لا تبکی
قد ختمت فی ھذا البیت اربعۃ الاف ختمۃ کہا حسین بن عمرو نے جب کہ وقت آیا عبداللہ کے انتقال کا بیٹی اونکے
رونے لگیں پس کہا اونھوں نے نہ روؤ تم میں نے اس گھر میں چار ہزار ختم قرآن کے کیے ہیں اور قاضی ابو یوسف
کے حال میں لکھتے ہیں قال ابن سماعۃ کان یصلی بعد ما ولی القضاء فی کل یوم مائتی رکعۃ کہا ابن سماعہ نے
تھے ابو یوسف کہ دو سو رکعت پڑھتے تھے ہر روز بعد قاضی ہونے کے اور محدث بصرہ یحیی بن سعید قطان کے حال میں

ملتے ہیں قال ابن معین قام یحیی القطان عشرین سنۃ یختم کل لیلۃ ختمۃ کہا یحیی ابن معین نے شب بیداری
کی قطان نے بیس برس تک ہر شب کو ایک قرآن ختم کرتے تھے اور محدث شکونہ یحیی بن جراح شیخ ترمذی وغیرہ
کے حال میں لکھتے ہیں قال یحیی بن اکثم صحبت وکیعا فی السفر والحضر فکان یصوم الدہر ویختم القرآن کل لیلۃ
کہا یحیی بن اکثم نے ساتھ رہا میں وکیع کے پس دیکھا میں نے اونکو کہ روزہ رکھتے تھے ہمیشہ اور ختم کرتے تھے
قرآن ہر شب کو اور محدث بصرہ بشر بن مفضل کے حال میں لکھتے ہیں قال علی بن المدینی کان یصلی کل یوم الیوما
رکعۃ کہا علی بن مدینی نے تھے بشر نماز پڑہتے تھے ہر روز چار سو رکعت اور محدث واسط یزید بن ہارون کے
حال میں لکھتے ہیں عن عاصم بن علی قال کان یزید یقوم اللیل واصلی الصبح بوضوء العتمۃ فیقاد اربعین سنۃ روایت
ہے عاصم بن علی سے کہا اونہوں نے کہ تھے یزید کہ شب بیداری کرتے تھے اور نماز پڑہی صبح کی وضو سے عشا کی چالیس
برس سے زائد تک اور محدث بصرہ عبد الرحمن بن مہدی کے حال میں لکھتے ہیں کان یحیی اللیل فلما طلع الفجر
رمی بنفسہ علی الفراش حتی طلعت الشمس تھے وہ کہ تمام شب عبادت کرتے تھے پس جب طلوع ہوتی صبح صادق
لیٹ جاتے بچھونے پر آرام، امام شافعی کے حال میں لکھتے ہیں کان یختم فی رمضان ستین ختمۃ تھے کہ ختم کرتے تھے
ماہ رمضان میں ساٹھ مرتبہ اور محدث کوفہ ہناد بن السری کے حال میں لکھتے ہیں قال احمد بن سلمۃ جاور الی
المسجد فصلی الی الزوال وانامہ فی المسجد ثم رجع الی منزلہ فتوضا فصلی بنا الظہر ثم قام علی رجلیہ یصلی الی العصر
ویرفع صوتہ بالقرآن ویبکی کثیرا ثم صلی بنا العصر واخذ یقرء فی المصحف حتی صلیت المغرب قلت لبعض حیرانہ ما ہذہ
تلک العبادۃ فقال ہذہ عبادتہ بالنہار منذ سبعین سنۃ فکیف لو رأیت عبادتہ باللیل کہا احمد بن سلمہ نے کہ آئے
ہناد مسجد میں اور رہیں ساتھ تہا اونکے پس نماز پڑہی پہر تک پہر گئے اپنے گہر میں اور وضو کر کے مسجد میں آئے
اور ظہر کی نماز ہم لوگوں کے ساتھ پڑہی پہر نوافل پڑہا کئی عصر تک اور پڑہتے تھے قرآن اور روتے تھے پہر عصر کی
نماز پڑہ کے تلاوت قرآن میں مصروف ہوئے تا بہ نماز مغرب پس کہا میں نے بعض ہمایگان ہناد سے کہ تعجب
ان کو قوت اور صبر عبادت پر حاصل ہے پس کہا اونہنے کہ یہی عبادت اونکی ہے ستر سال سے اور اگر شب کی عبادت
تم انکی دیکھو تو اور بہی تعجب کرو اور محدث قریہ صاحب سند تفسیر یقی بن مخلد کے حال میں لکھتے ہیں کان یختم القرآن
فی کل لیلۃ فی ثلاث عشرۃ رکعۃ ولیلۃ وہو صائم تھے کہ قرآن ختم کرتے تھے ہر شب کو تیرہ رکعت میں اور ہمیشہ
روزہ رکھتے تھے اور محدث شام علی بن عساکر دمشقی کے حال میں لکھتے ہیں قال المحدث بہاء الدین کان
ابی مواظبا علی الطاعۃ والتلاوۃ یختم کل لیلۃ ختمۃ ویختم فی رمضان کل یوم وکان کثیر النوافل والاذکار یحیی
لیلۃ الجمعۃ بالصلوۃ والذکر کہا اونکے فرزند بہاء الدین نے تھے باپ میرے ختم کرتے تھے ہر شب کو ایک
قرآن اور ماہ رمضان میں ہر روز ایک قرآن اور نوافل اور اذکار بہت کثرت کرتے تھے اور عیدین کی شب کو

تمام رات عبادت کرتے تھے اور محدث دمشق تقی الدین عبد الغنی مقدسی کے حال میں لکھتے ہیں کان یصلی الفجر ویقرأ القرآن وربما ختم لیلۃ ویحیی عامۃ لیلہ فیصلی ثلاث مائۃ رکعۃ الی قبیل الظہر تھے کہ نماز صبح کے بعد قرآن مجید پڑھا کرتے تھے بہر وضو کر کے تین سو رکعت قریب زوال تک پڑھتے تھے اور خطیب بغدادی احمد بن علی کے حال میں لکھتے ہیں کان یختم القرآن کل یوم ختمۃ قرآن کا کرتے تھے ہر روز اور ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں بسند مسلسل روایت کی کان عثمان یصوم الدہر ویقوم اللیل الا تجیۃ من اولہ تھے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور تمام شب عبادت کرتے تھے مگر کسی قدر اول شب سو رہتے تھے اور بھی اونہیں نے بسند مسلسل روایت کی ہو یختم القرآن فقرأ ختم القرآن فرکع حضرت عثمان مسجد حرام میں اور ایک رکعت میں اونہوں نے سارا قرآن پڑھا اور بھی ابو نعیم نے بسند مسلسل روایت کی ان ابن عمر کان یحیی اللیل صلوۃ رکعۃ یقول یا نافع اسحرنا فیقول لا فیصلی ویعاود الصلوۃ فیقول یا نافع اسحرنا فیقول نعم فیقعد ویستغفر اللہ ویدعو الی الصبح تھے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تمام شب عبادت کرتے تھے اور آخر وقت اپنے مولی نافع سے پوچھتے تھے کیا وقت سحر آیا یا نہیں پس اگر نافع کہتے کہ نہیں پھر نماز میں مصروف رہتے پھر نافع سے پوچھتے پس جب نافع خبر وقت سحر کی دیتے ابن عمر اوس وقت سے صبح تک ذکر اور دعا اور استغفار میں صبح کر دیتے تھے اور بھی ابو نعیم نے بسند مسلسل شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کے حال میں روایت کی کان اذا دخل اہلہ یقلب علی الفراش لا یأخذہ النوم فیصلی حتی یصبح جب وہ شب کو بچھونے پر لیٹتے کروٹیں بدلتے اور نیند نہ آتی پس کھڑے ہوتے اور نماز پڑھتے صبح تک اور ابو سعد سمعانی کتاب الانساب میں لکھتے ہیں کان تمیم الداری یختم القرآن فی رکعۃ تھے تمیم داری رضی اللہ عنہ کہ ختم کرتے تھے قرآن ایک رکعت میں اور جامع ترمذی میں بسند مسلسل عمیر بن ہانی کے حال میں مروی ہے کان یصلی کل یوم الف رکعۃ وسبح مائۃ الف تسبیحۃ تو عمیر رضی اللہ عنہ ہر روز ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور ایک لاکھ مرتبہ سبحان اللہ پڑھتے تھے اور ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں بسند مسلسل اویس قرنی کے حال میں جو سید تابعین ہیں روایت کرتے ہیں کان اذا اسی یقول ہذہ لیلۃ الرکوع فیرکع حتی یصبح وکان اذا اسی یقول ہذہ لیلۃ السجود فیسجد حتی یصبح تھے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کہ شام کو کہتے کہ یہ رات رکوع کی ہے پس تمام شب رکوع میں رہتے تھے اور جس شب کو کہتے تھے کہ یہ رات سجدے کی ہے پس تمام شب سجدہ کیا کرتے اور بھی ابو نعیم بسند مسلسل روایت کرتے ہیں ان عامر بن عبد اللہ کان من العابدین وفرض علی نفسہ فی کل یوم الف رکعۃ تھے عامر بن عبد اللہ بڑی عبادت کرنے والوں سے اور لازم کیا تھا اونہوں نے اوپر اپنے ہر روز ہزار رکعت کا پڑھنا اور بھی ابو نعیم نے بسند مسلسل روایت کی حج مسروق فما بات الا ساجدا حج کر گئے مسروق ہمدانی پس نہیں سوئے کسی شب کو مگر حالت سجدے میں اور بھی ابو نعیم نے

بسند مسلسل ابراہیم نخعی سے روایت ہے کان الاسود یختم القرآن فی رمضان فی کل لیلتین وکان ینام بین المغرب والعشاء وکان یختم فی غیر رمضان فی کل ست لیال یعنی اسود نخعی کہ ختم قرآن کرتے تھے روز میں ماہ رمضان میں اور غیر رمضان میں ہر شب میں ختم کرتے تھے اور بھی ابونعیم نے بسند مسلسل روایت کی ہے سعید بن ابی العزاء ابو عثمان تمیمی سنۃ خمسین سنۃ نماز پڑھی سعید بن مسیب نے کہ اجلۂ تابعین سے تھے صبح کی عشاء کی وضو سے پچاس برس تک اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں بسند مسلسل مالک بن مغول سے روایت کی کان بالبصرۃ ثلاثۃ متعبدون صلۃ بن اشیم وکلثوم بن الاسود ورجل آخر تھے بصرہ میں تین شخص بڑے عبادت کرنے والے ایک صلہ بن اشیم دوسرے کلثوم بن الاسود تیسرے اور ایک شخص اور بھی حلیۃ الاولیاء میں بسند مسلسل ثابت بنانی کے حال میں مروی ہے قال انا ادخلت واللہ ثابتا فی لحدہ وہی حمید الطویل فلما سویا علیہ التراب قال سقطت بسنۃ فاذا ہو قائم یصلی فی قبرہ فقلت للذی معی الا ترانا قال سکت فلما سویا علیہ التراب ثانیۃ فقلنا ما کان عمل ایکم قال فانا یا ابتاہ کنت اختم القرآن فی کل لیلۃ ختمۃ فاذا کان یوم الجمعۃ ختمت ختمتین فاذا کان لیلۃ الجمعۃ ختمت ثلاث ختمات فاجزانا ذلک فقال یا ثابت ان کنت لاحسن الظن بک منذ کنت غلاما فاحسن ظنک بصلوتک فی قبرک فاحسنا فما کان اسعد رفیقک بک عاد کہا راوی نے کہ قسم ہے خدا کی میں نے ثابت بنانی کو قبر میں اوتارا اور میرے ساتھ حمید طویل تھے پس جب ہم اوپر خاک ڈال چکے اور قبر برابر ہو چکی ایک اینٹ اپنے مقام سے ہٹ گئی پس دیکھا میں نے ثابت کو کہ قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں پس کہا میں نے اپنے ہمراہی سے کہ دیکھتے ہو یہ کیا معاملہ ہے کہا اوس نے چپ رہو پس بعد فراغت کے آئے ہم اوس قبر کے پاس پس پوچھا اوس سے کہ کیا عمل تھا تمہارے باپ کا کہا اوس نے تم نے کیا دیکھا ہم نے سب حال بیان کیا پس کہا دختر نے کہ ثابت پچاس برس تک ہر شب ختم قرآن کرتے تھے اور ہر شب کو بوقت سحر یہ دعا مانگتے کہ اے پروردگار اگر کسی کو اپنے بندوں سے تو نے نماز پڑھنے کی قبر میں فضیلت دی ہو تو تو مجھ کو ہمیشہ غنایت کرنا پس یہ دعا اوس کی قبول ہو گئی اور شیخ الاسلام ذہبی کتاب العبر بانباء من غبر میں لکھتے ہیں کان عروۃ بن الزبیر یقرء کل یوم ربع الختم فی المصحف یعنی ایک عروہ کہ پڑھتے تھے ہر روز ربع قرآن اور شب بیداری کرتے تھے اور بھی ذہبی عبر میں لکھتے ہیں کان علی بن الحسین یصلی فی الیوم واللیلۃ الف رکعۃ الی ان ماتا تھے امام حسین کے فرزند زین العابدین علی کہ ہر روز ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ انتقال ہوا اوس کا اور حلیۃ الاولیاء میں بسند مسلسل مروی ہے کان یختم القرآن فی کل سبع لیال مرۃ فاذا جاء رمضان ختم کل ثلاث لیال مرۃ فاذا جاء العشر ختم کل لیلۃ تھے قتادہ کہ سات روز میں ایک قرآن ختم کرتے تھے اور جب ماہ رمضان آتا تو تین روز میں ختم کرتے پس جب اخیر عشرہ ہوتا ہر شب کو ایک ختم کیا کرتے اور مرآۃ الجنان میں بافعی سعید بن جبیر کے حال میں لکھتے ہیں انہ ختم القرآن فی رکعۃ فی الکعبۃ اکرام اور حلیۃ الاولیاء میں بسند مسلسل محمد بن واسع کے حال میں

جو اکابر علماء و اجلہ فضلاء سے ہیں اور محدثین کے نزدیک اونکا اعتبار ہے بعد ذکر کرنے مناقب کثیرہ کے
مرقوم ہے کان یصلی باللیل اجمع یعنے تمام شب وہ نماز پڑہا کرتے تھے اور بھی اوسمین بسند مسلسل مالک
بن دینار کے حال مین مروی ہے صلیت العشاء معہ جماعۃ فاکل ثم قام الی الصلوٰۃ ثم اضطجع فجعل یقول اذا تقلبت
الا دیمین والآخرین فجرم شیبۃ مالک علی النار فواللہ ما زال کذلک حتی غلبتنی عینی ثم استیقظت فاذا ہو علی حالہ لم یزل
فما زال کذلک حتی طلع الفجر مالک بن دینار کے داماد سے مروی ہے کہ مین نے مالک کے ساتھ کھانا کھایا بعد اوسکے
وہ نماز پڑہنے کھڑے ہوے اور داڑہی پر ہاتھ رکھہ کے عرض کرنے لگے کہ اے پروردگار جب کہ تو جمع کریگا
تمام کو جمع کریگا اوس روز حرام کردی مالک کو جہنم پر اور اسی طور پر وہ دعا مانگتے رہے یہانتک کہ مین سو گیا
پھر مین جاگا تو دیکہا کہ اونکا وہی حال ہے اور یہی کیفیت رہی تا بہ طلوع صبح اور بھی حلیہ مین سلیمان تیمی
کے حال مین مروی ہے امام بالبصرۃ اربعین سنۃ یصلی العشاء والصبح بوضوء واحد یعنے چالیس برس تک
بصرہ مین اونہون نے عشاء کی وضو سے صبح کی نماز پڑہی اور بھی حلیہ مین منصور بن زاذان کے حال مین
مروی ہے کان اذا جاء رمضان ختم القرآن فیما بین المغرب والعشاء ختمتین یعنے رمضان مین وہ درمیان
مغرب و عشاء کے دو ختم قرآن کے کرتے تھے اور بھی اوسمین علی بن عبد اللہ بن عباس کے حال مین مروی ہے
کان یسجد کل یوم الف رکعۃ یعنے ہر روز ہزار رکعت پڑہتے تھے اور اس بحث مین اگر کسیکو شوق زیادہ تفصیل کا ہو
تو اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی العبادۃ لیس ببدعۃ کا مطالعہ کرے ان عبارات سے ان لوگون کی کثرت
عبادت ثابت ہے حضرت عثمان رضؓ اور ابن عمرؓ اور رشید ابن اوسیؒ اور تمیم داریؓ اور یوسف بن عبد الرحمن
بن اسود و عمرو بن میمون و سعید بن جبیر و سعید بن مسیب و خالد بن معدان ابو اسحق سبیعی و وہب بن منبہ
امام باقر امام زین العابدین امام سجاد علی بن عبد اللہ قتادہ ادریس قرنی ثابت بنانی صدقہ بن اشیم عروہ
بن زبیر ابن عساکر خطیب بغدادی عبد الغنی مقدسی عمیر بن ہانی عامر بن عبد اللہ اسود نخعی ایوب
سختیانی صفوان بن سلیم منصور بن معتمر سلیمان بن طرخان اوزاعی مسعر بن کدام ابن ابی ذہب حسن
بن صالح اسمعیل بن عیاش امام شافعی ابو بکر بن عیاش عبد اللہ بن ادریس ابو یوسف یحیی قطان
وکیع بن جراح بشر بن مفضل یزید بن ہارون عبد الرحمن بن مہدی ہناد بن السری محمد بن واسع مالک
بن دینار سلیمان تیمی منصور بن زاذان رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے انکا اگر کتب اسماء رجال و کتب حدیث و تاریخ دیکھئے
تو صدہا محدثین کی کثرت عبادت ثابت ہوگی باقی اولیاء اللہ کی کثرت عبادت تو خارج از حیطہ تحریر ہے
کتب مناقب اولیاء کے مطالعہ سے کیفیت اوسکی منکشف ہوتی ہے آپ ہم اولیاء اللہ کے احوال سے
قطع نظر کرتے ہین اسوجہ سے کہ آپکو اور آپ کے شرکاء کو انکو بدعتی کہدینا بہت آسان ہے ہم فرض محال

اور تابعین بلکہ ائمہ مجتہدین اور ائمہ محدثین کے حال سے بحث کرتے ہین کہ اگر کثرت عبادت بدعت ہوتی تو یہ لوگ کیا ایسے نادان تھے کہ اس بدعت کا ارتکاب کرتے رہے آپ کو اور آپ کے شیخ سلطان معیار الحق کو اتنی سمجھ تھوی کہ ہم کثرت عبادت کو امام ابو حنیفہ کی سند سے بدعت تو کہہ رہے ہین مگر انجام اسکا یہ ہوگا کہ ائمہ مجتہدین اور صدہا محدثین اور صحابہ و تابعین بھی بدعتی ہو جائینگے اب ہم آپ سے پوچھتے ہین کہ کثرت عبادت مطلقاً بدعت ہے یا وہی جو امام ابو حنیفہ سے صادر ہوئی شق ثانی کا تو کوئی احمق بھی قائل نہوگا اور بر تقدیر اول محدثین بھی بدعتی ہوے جاتے ہین پس یا تو آپ لوگ کثرت عبادت کی بدعت کہنے سے توبہ کیجیے یا ان صحابہ اور مجتہدین اور تابعین اور محدثین کی بھی بدعتی ہونے کا اقرار کیجیے پہلے آپ ان سب کو بدعتی ٹھہرائین پھر امام ابو حنیفہ کو بھی بدعتی کہین ہمارے نزدیک ایسی بدعت بھی بڑی خوش قسمتی سے ملتی ہے کہ جسمین ایسے لوگون کی شرکت ہو دے حضرت امام ابو حنیفہ آپ ایسے مقلدین کے ساتھ جنت مین نہ جاوین گے تو ان محدثین کے ساتھ جنت مین جائینگے اگر یہ شبہہ ہو دے کہ کثرت عبادت کی نسبت ان محدثین کی طرف قابل اعتبار نہین ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ ان لوگون کی کثرت عبادت بڑی بڑی محدثین جیسے ذہبی اور سمعانی اور یاقی اور ابو نعیم اور خطیب بغدادی وغیرہ نقل کر گئے اب یا تو ان سب کی تکذیب کیجیے یا کثرت عبادت کے قائل ہو جیے اور یہ بھی یاد رکھیے کہ اگر ان سب کے اقوال کو باب کثرت عبادت مین نہ مانیے گا تو بڑی مشکل پیش آویگی اسوجہ سے کہ یہی محدثین اور صحیحین بخاری اور مسلم وغیرہ کے مناقب لکھ گئے جب انکی تکذیب کیجاویگی یا انکی نقل غیر معتبر سمجھی جاویگی بخاری اور مسلم کی مناقب بھی ناقابل ہو جائینگے اور اگر یہ کہیے کہ یہ سب حکایات بلا سند ہین انکا کیا اعتبار ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ حلیۃ الاولیاء اور ایسی اور کتب حدیث مین انکی سند موجود ہے اور اگر صحیح سند نہ لکھی جانے سے کسی کتاب مین اسکا غیر معتبر ہونا ثابت ہو تو تمام مناقب بخاری اور مسلم کے جو بے سند کتب تواریخ مین مذکور ہین سب غیر معتبر ہو جاوینگے اگر اصل یہ قول آپکا کیا از کجا کہ ابو حنیفہ کو اتنی خبر نہی کہ یہ بدعت ہے بعینہ بڑے بڑے محدثین پر عائد ہوتا ہی پس جو جواب آپ انکی طرف سے دیجیے گا وہی جواب ہمارا ابو حنیفہ کی طرف سے ہوگا سوم یہ کہ کثرت عبادت کو مطلقاً بدعت اور ممنوع کہنا جیسا کہ آپنے اور شیخ الشیوخ فرنگی محل نے معیار الحق مین لکھدیا محض غلط ہے تحقیق اسکی اتمام الحجۃ علی ان ملا کثرت العبادۃ پس بدعت مین موجود ہے جسکو شوق ہو دیکھ لے آپ کو یہ بھی خبر نہین کہ جو فعل صحابہ کے زمانہ مین نہ پایا گیا ہو اور اوسپر انکار نہوا ہو وہ بدعت ضلالت نہین ہے علی الخصوص جب کہ خود صحابہ سے کوئی فعل ایسا ہو اور صحابہ سے اوسپر انکار نہ ثابت ہو تحقیق اس بحث کی بالا پر ہی گذر چکی ہے کہ کثرت

اور رسالہ تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار اور رسالہ التحقیق العجیب فی مسئلۃ التشویب اور رسالہ اکام
النفائس فی اداء الاذکار بلب ان الفارسی میں موجود ہے جسکو شوق ۲ انصاف ہو انکے مطالعہ سے فائدہ اٹھاوے
چہارم یہ کہ یہ قول آپ کا کہ آن حضرتؐ نے عمر بھر میں کبھی شب کو تیرہ رکعت سے زیادہ نوافل نہیں پڑھی
اور نہ کبھو تمام شب جاگے الخ غلط ہے آن حضرتؐ اکثر گیارہ رکعت اور فرماتے تھے اور اس سے زیادہ پڑھنا
نیز رہ رکعت تک بعض شبوں میں آپ سے ثابت ہے تصریح اسکی نووی شارح صحیح مسلم وغیرہ نے کی ہے
بلکہ بروایت ابن ابی شیبہ وطبرانی وبیہقی وغیرہ آپ سے ماہ رمضان میں بیس رکعت پڑھنا بھی ثابت ہے
اور سند اوسکی اگرچہ ضعیف ہے لیکن عمل صحابہ باب تراویح میں اسکا موید ہے اور تمام شب آپ کا جاگنا اور
عبادت میں مصروف رہنا اس روایت بخاری ومسلم وابوداؤد ونسائی ابن ماجہ سے ثابت ہے عن عائشۃ

قالت کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر الاواخر من رمضان شد میزرہ واحیی لیلہ وایقظ اہلہ
روایت ہے عائشہؓ سے کہا انہوں نے کہ آن حضرتؐ جب کہ پہونچتا اخیر عشرہ رمضان میں باندھتے تھے
اپنے ازار کو یعنے بیبیوں سے کنارہ کشی کرتے اور عبادت میں مصروف رہتے اور زندہ کرتے شب کو
یعنے شب بیداری کرتے اور جگاتے اپنے گھر والوں کو واسطے عبادت کے اس حدیث میں احیاء لیل دال
اس امر پر ہے کہ آپ شب کو نہیں سوتے تھے اور تمام شب عبادت میں مصروف رہتے تھے اسیوجہ سے
نووی اسکی شرح میں لکھتے ہیں ای استغرقہ بالسہر بالصلوۃ وغیرہا انتہی یعنے تمام رات جاگتے تھے نماز وغیرہ میں
مصروف رہتے تھے اور ابن اثیر جزری نہایہ میں لکھتے ہیں احیاء اللیل السہر فیہ بالعبادۃ ونترک النوم انتہی
یعنے احیاء لیل عبادت ہے تمام شب جاگنے سے ساتھ عبادت کے اور نہ سونے سے اور قطع نظر ان تصریحات
محدثین کے عقل سلیم بھی مقتضی اسی امر کو ہے کہ احیاء لیل سے مراد تمام شب جاگنا ہے کیونکہ کسیقدر سونا اور پھر
جاگنا اور تیرہ یا گیارہ رکعت ادا کرنا تو طریقہ دائمہ یا غالبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا عشرہ اخیرہ
رمضان کے خصوصیت نہتی پس اسکے خبر دینے سے اور عشرہ اخیرہ کے ساتھ خاص کرنے میں حضرت عائشہ کو کیا
فائدہ ملتا اور یہی آپ کا تمام شب جاگنا اس حدیث سے ثابت ہے جو عبد بن حمید اور ابن ابی الدنیا
نے کتاب التفکر میں اور ابن حبان نے صحیح میں اور اصبہانی نے کتاب الترغیب والترہیب میں اور ابن
عساکر اور ابن مردویہ وغیرہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے انہ اتانی لیلۃ فدخل معی فی لحافی ثم قال ذرنی
اتعبد لربی فقام فتوضأ ثم قام یصلی فبکی حتی سال دموعہ علی صدرہ ثم رکع فبکی ثم سجد فبکی ثم رفع راسہ فبکی فلم یزل
کذلک حتی جاء بلال یؤذنہ بالصلوۃ یعنے ایک شب کو آن حضرتؐ میرے پاس بقصد سونے کے آئے اور
لحاف میں داخل ہوئے پھر فرمایا کہ چھوڑ دے مجکو کہ میں اپنے رب کی عبادت کروں پس کھڑے ہوئے اور وضو کیا

پڑھنے لگے اور اسقدر روئے کہ آنسو آپکے سینہ پر بہنے لگے اور تمام شب نماز پڑھتے تھے اور رکوع اور
سجدہ وغیرہ میں روتے رہے یہانتک کہ صبح کی نماز کی خبر بلال نے دی اور اس روایت سے ثابت ہے
جو سنن بیہقی میں عائشہؓ سے مروی ہے دخل علی رسول اللہ فوضع عمہ تربہ ثم لم یستتم ان قام فلبسہا فاخذ
غیرۃ شدیدۃ فلت انہ یاتی بعض صویحباتی فخرجت استعفر فارکتہ بالبقیع یستغفر للمومنین والمومنات ثم قال یا
عائشۃ ما ذمین فی قیام ہذہ اللیلۃ فقلت لعم الخ حاصل اس حدیث کا جو تمامہ رسائل فضیلت شب برات میں مذکور
ہے یہ ہے کہ ان حضرتؐ ایک شب کو عائشہؓ کے پاس آئے اور کپڑے اپنے اوتار سے پھر کھڑے ہو گئے اور کپڑے
پہن کے باہر چلے گئے پس عائشہؓ کو یہ خیال گزرا شاید آپ کسی اور بی بی کے پاس گئے ہیں اس خیال میں تیلا کر
نے نکلیں اور سب بیبیوں کے مکانات کو دیکھا پھر بقیع کی طرف جو مقبرہ مدینہ منورہ کا ہے گئیں تو دیکھا کہ
آن حضرتؐ وہاں کھڑے ہوئے دعا اموات کے واسطے مانگ رہے ہیں بعد ازاں جب آپ تشریف لائے
فرمایا اے عائشہؓ کیا عادت دیتی ہو کہ آج میں نہ سوؤں اور عبادت میں مصروف رہوں کہ آج کی شب
متبرک ہے پس آپ نماز پڑھنے لگے تا صبح اوسمیں مصروف رہے اور اسکے سوا اور بھی احادیث کتب صحاح میں
موجود ہیں جنسے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آپ نے تمام شب بھی عبادت کی ہے اگر یہ شبہ ہووے کہ صحیح مسلم
وغیرہ میں عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے کبھی تمام شب نماز نہیں پڑھی اور نہ ایک شب میں تمام قرآن پڑھا
تو اب جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ خبر حضرت عائشہؓ کی ایسی ہے جیسے اوہنیں سے صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ
میں مروی ہے کہ ما کان رسول اللہ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ ہنیں نے ان حضرت
کو گیارہ رکعت سے زائد پڑھتے ہوں نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں حالانکہ اوہنیں سے اور اور صحابہ سے
کتب صحاح ستہ وغیرہ میں آنحضرت کا تیرہ رکعت پڑھنا بلکہ پندرہ ثابت ہے اور جیسے اوہنیں سے صحیحین میں
روایت ہے کہ میں نے آن حضرتؐ کو نہیں دیکھا کہ نماز چاشت پڑھتے ہوں اور میں پڑھتی ہوں حالانکہ
کتب حدیث میں بروایات متعددہ آن حضرتؐ کا نماز چاشت پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ سیوطی نے مفصلاً
رسالہ صلوۃ الضحی میں ذکر کیا ہے پس تطبیق روایات یوں دینا چاہیے کہ آن حضرتؐ کے نماز چاشت
پڑھنے کی اور گیارہ سے زائد رکعت پڑھنے کی اور تمام شب عبادت کرنے کی عادت اکثر یہ نہیں بلکہ کبھی کبھی
ایسا کیا سو جو سے عائشہؓ نے نفی ان امور کی کر دی اور ان روایات سے یہ سمجھا کہ آپ نے فی عمرہ
کبھی گیارہ پر زیادتی نہیں کی اور نماز چاشت کبھی نہیں پڑھی اور تمام شب کبھی عبادت نہیں کی اور شخص کا
کام ہے جو فن حدیث میں نظر وسیع نہ رکھتا ہوگا اور سوائے ان اخبار کے اور احادیث کا مطالعہ
اوسکو نصیب نہوا ہوگا نیز یہ کہ اگر تسلیم ہی کر لیا جاوے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی تمام شب

تمام شب عبادت نہیں کی اور ایسی کثرت عبادت جیسی ائمہ مجتہدین اور محدثین اور اولیاء اللہ سے منقول ہے
آپ سے نہیں صادر ہوئی تو یہی اس سے اونکا بدعت اور ضلالت اور ممنوع ہونا نہیں لازم آتا ہے
دیکھو صحیح بخاری میں کتاب فضائل القرآن میں زید بن ثابت سے مروی ہے قال ابوبکر ان عمر اتانی
فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القرآن وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذہب
کثیر من القرآن وانی اری ان تامر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعلہ رسول اللہ قال عمر ہذا واللہ
خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری لذلک ورایت فی ذلک الذی رای عمر الحدیث حاصل اسکا یہ ہے
کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زید بن ثابت سے بیان کیا کہ میرے پاس عمر فاروقؓ آئے اور کہنے لگے کہ یمامہ
کی لڑائی میں بہت صحابہ جو قرار قرآن تھے شہید ہو گئے اور مجکو خوف ہے کہ قتل قراء قرآن کا مقامات
مختلفہ میں ہووے اور بہت سا قرآن جاتا رہے اسوجہ سے کہ قرآن جمع نہیں ہے پس میری رائے یہ ہے
کہ آپ قرآن کو ایک جا جمع کر دیجیے پس کہا میں نے عمر سے کیونکر ایسی بات تم کرو گے جسکو آن حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا پس کہا عمر نے اگرچہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن جمع نہیں کیا
لیکن یہ جمع کرنا ایک فعل نیک ہے اسکو اختیار کرنا لازم ہے پس نہ گفتگو کرتے رہے مجھسے عمر فاروق
اس باب میں یہانتک کہ حق تعالیٰ شانہ نے میرے بھی دل کو اس طرف متوجہ کر دیا اور رائے میری موافق عمر کے
رائے کے ہو گئی کہ قرآن ایک جگہ جمع کر دیا جاوے اور بھی صحیح بخاری میں کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین
میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے لما توفی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واستخلف ابوبکر وکفر من کفر من العرب
قال عمر یا ابابکر کیف تقاتل الناس وقد قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا
الہ الا اللہ فمن قال لا الہ الا اللہ عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ وحسابہ علے اللہ قال ابوبکر واللہ لاقاتلن من فرق
بین الصلوٰۃ قال عمر فواللہ ما ہو الا ان رایت ان قد شرح اللہ صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ الحق حاصل اسکا
یہ ہے کہ جب آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اور ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے اور عرب میں بعض
لوگ کافر ہو گئے اور بعضوں نے زکاۃ دینا موقوف کر دیا پس حضرت ابوبکرؓ نے قصد کیا کہ ان سب سے قتال
کریں پس کہا حضرت عمرؓ نے کیونکر مقاتلہ درست ہے ایسے لوگوں سے جو کلمہ گو ہیں حالانکہ آن حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں حکم کیا گیا ہوں قتال کرنے کا یہانتک کہ کہیں لا الہ الا اللہ پس جسنے
یہ کلمہ توحید کا محفوظ کر لیا مجھسے اور اسنے اپنے خون اور اپنے مال کو بچا لیا اوسکا قتال اور مال غارت کرنا نہیں
درست ہے مگر بحق اسلام یعنے ایسی صورت میں قتال درست ہے جنمیں دین اسلام میں قتال کا
حکم ہے پس کہا ابوبکر صدیقؓ نے قسم ہے خدا کی میں مقاتلہ کرونگا اوس سے جسنے فرق کیا درمیان نماز

اور زکاۃ کے کہا حضرت عمرؓ نے کہ پس مین سمجھ گیا کہ یہی حق ہے اب غور کرو کہ مقلد کلمہ گو سے کبھی ہو سکتا ہے حضرت نے نہین کیا اور نہ جمع قرآن کا اہتمام کیا مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے ان دونون امر پر اتفاق کر لیا اور عمرؓ نے بوا سطہ کہنے ابوبکر صدیقؓ کو سمجھا دیا کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کے نکرنے سے یہ نہین لازم آتا کہ ہم بھی اوسکو اختیار نہ کرین بلکہ اگر وہ امر خیر ہوگا تو اختیار کرنا اوسکا بہتر ہوگا ہمکو بڑا تعجب ہے اون لوگون پر جو صحیح بخاری پڑھتے پڑھاتے ہین اور دعوے حدیث دانی کا کرتے ہین باینہمہ غل مچاتے ہین کہ جس فعل کو ان حضرت نے نہین کیا وہ بدعت اور ضلالت ہے اور نہین دیکھتے ہین کہ صحیح بخاری مین انکے قول کی رد موجود ہے اور یہی صحیح بخاری وغیرہ مین روایت ہے سائب بن یزید سے کنا نوتی بالسا رب علی عہد رسول اللہ صلعم وامرۃ ابی بکر وصدرا من خلافۃ عمر فنقوم الیہ بایدینا ونعالنا وارد یتنا حتی کان آخر امرۃ عمر فجلد اربعین حتی اذا عتوا وفسقوا جلد ثمانین یعنے ان حضرت کی زمانے مین شراب پینے والے کو ہاتھ سے اور جوتیون سے اور کپڑون سے مارتے تھے اور ایسی خلافت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور شروع زمانہ حضرتؓ عمر مین پھر حضرت عمرؓ نے آخر زمانہ اپنے خلافت مین چالیس درے مقرر کیے پھر جب لوگ بہت شراب پینے لگے اونہون نے اسی کوڑے بطور حد کے مقرر کر دیے اور یہی صحیح بخاری وغیرہ مین حضرت علیؓ سے مروی ہے جلد النبی صلعم اربعین وابوبکر اربعین وعمر ثمانین وکل سنۃ یعنے شرابی کو ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمرؓ نے اسی کوڑے مقرر کیے اور دونون فعل سنت ہین دیکھو اس حدیث مین علی مرتضےٰؓ اوس فعل کو جو ان حضرت سے نہین ثابت ہے سنت کہہ گئے اور یہی صحیح بخاری وغیرہ مین روایت ہے فلما کثر الناس زاد الندا ء الثالث عثمان بن عفان الحدیث یعنے جمعہ کے روز ان حضرتؐ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کے زمانے مین ایک ہی اذان ہوتی تھی جب امام منبر پر خطبہ کے واسطے چڑھتا تھا پس جب کثرت ہوئی لوگون کی اور ایک اذان ناکافی ہوئی حضرت عثمانؓ نے پہلی اذان بڑہا دی اور تمام عالم نے اسکو مستحسن سمجھا حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین یہ امر نہ تھا خلاصہ یہ ہے کہ کسی فعل کے ان حضرت سے ثابت نہونے سے یہ نہین لازم آتا کہ وہ بدعت ہو جاوے صدہا امور ایسے ہین کہ ان حضرتؐ نے وہ کیے نہین کیا بلکہ صحابہ یا مابعد صحابہ نے اونکا احداث کیا اور باتفاق فقہاء وعلماء امت محمدیہ وہ امور مستحسنات مین شمار کیے گئے جو شخص احادیث صحاح ستہ کو دیکھیگا اوسپر یہ امر مخفی نہ رہیگا پس ایسی کثرت عبادت جیسے شب بہر جاگنا اور روز ایک ختم کرنا یا ہزار رکعت نماز روزانہ ادا کرنا اگر ان حضرتؐ سے منقول نہو تو کیا نقصان ہے اس سے اوسکا بدعت ہونا نہین لازم ہے ششم یہ کہ اکثر عوام بلکہ ہمارے زمانے کے خواص کا لعوام یہ سمجھتے ہین کہ جو فعل ان حضرتؐ یا صحابہ نے

نہین کیا وہ قبیح ہی حالانکہ یہ امر محض غلط ہی اصل بدعت سیئہ وضلالت وہ ہی کہ جسکا استحسان پر دلیل شرعی قائم نہو نہ صریحًا نہ اشارۃً نہ قولاً نہ فعلاً پس جس فعل کو صحابہ یا تابعین نے کیا اور اونکے زمانے مین کسی نے اوسپر انکار نہ کیا اور ایسی وہ امر جسکا استحسان وجواز کسی دلیل شرعی سے ثابت ہوتا ہی اگرچہ ثبوت بطور اشارہ ہی کے ہو ہرگز مذموم وضلالت نہین ہے سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد مین لکھتے ہین البدعۃ المذمومۃ ہو المحدث فی الدین من غیر ان یکون فی عہد الصحابۃ والتابعین ودل علیہ الدلیل الشرعی انتہی یعنے بدعت مذموم وضلالت وہ ہے جو دین مین کوئی بات نئی پیدا کیجاوے اسطرح کی کہ زمانۂ صحابہ اور تابعین مین اوسکا وجود نہو اور نہ اوسپر کوئی دلیل شرعی قائم ہوئی ہو اور مجالس الابرار مین ہے البدعۃ لہا معنیان احدہما لغوی عام وہو المحدث مطلقا سواء کان من العادات او العبادات والثانی شرعی خاص وہو الزیادۃ فی الدین او النقصان منہ بعد الصحابۃ بغیر اذن الشارع لا قولا ولا فعلا ولا امر بہا ولا اشارۃ وعمومہا فی المحدث بحسب معناہا الشرعی انتہی یعنے بدعت کے دو معنی ہین ایک لغوی عام وہ یہ کہ جو نئی بات ہو اوسکو بدعت کہتے ہین عبادات کی قبیل سے یا عادات سے اور دوسری شرعی خاص اور وہ عبارت ہے زائد کرنے امر عبادت کو یا اوسکا نقصان کرنا بعد زمانۂ صحابہ کے بدون اجازت شارع کے نہ قولاً اور نہ فعلاً نہ عملاً نہ اشارۃً اور حدیث مین جو وارد ہے کہ ہر بدعت ضلالت ہے اوس سے مراد یہی معنی شرعی ہے نہ معنی اول ہرگاہ یہ امر معلوم ہوا پس سمجھنا چاہیے کہ کثرت عبادت جیسی ائمہ سے اور محدثین سے منقول ہی ہرگز بدعت وضلالت نہین ہے چند وجوہ سے اول یہ کہ کثرت عبادت صحابہ اور تابعین سے ثابت ہے اور کسی سے اوس زمانے مین اسپر انکار منقول نہین ہے اور جو امر اوس زمانے مین حادث ہوا اور انکار اوسپر نہو وہ ضلالت نہین ہے حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اور حدیث ما راٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن اور حدیث خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم وغیرہ سے یہ امر ثابت ہے جیسا کہ مؤلف اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ نے اوسکو بشرح وبسط بیان کیا ہے دوم یہ کہ اس قسم کی کثرت عبادت جیسے تمام قرآن ایک شب مین پڑہنا حضرت عثمان وغیرہ خلفاء سے ثابت ہے اور حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین جو سنن ابوداؤد وغیرہ مین مروی ہے اس امر پر دال ہے کہ جس امر کو خلفاء راشدین ابوبکر عمر عثمان و علی وغیرہم کرین اوسکے سنۃ اقتدا کرنا چاہیے پس بالیقین اوسکا بدعت وضلالت ہونا کیونکر ہوسکتا ہے سوم یہ کہ عبادت مین کوشش کرنا اور اوسمین تکلیف اوٹھانا خود آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے صحیح بخاری وجامع ترمذی وسنن نسائی وسنن ابن ماجہ وغیرہ مین مروی ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقوم لیصلی حتی ترم قدماہ آنحضرت تے کہ قیام کرتے تھے اور شب بیداری کرتے تھے

یہانتک کہ دونوں پاؤں آپکے سوجھ جاتے اور ورم کرآتے چہارم یہ کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بقدر طاقت اجازت عبادت کی دی ہے سنن ابوداؤد میں مروی ہے اکلفوا من العمل ما تطیقون اور صحیح بخاری میں مروی ہے علیکم بما تطیقون من الاعمال اور حلیۃ الاولیاء میں مروی ہے لیتکلف احدکم من العمل ما یطیق حاصل ان سب کا یہ ہے کہ بقدر طاقت انسان کو عبادت کرنا چاہیے اور یہ ظاہر ہے کہ طاقت بنی آدم کی مختلف ہے بعض لوگ پنجوقتہ نماز اور سنن مقررہ میں تھک جاتے ہیں اور بعض شب و روز عبادت پر قادر ہیں سے الخصوص وہ لوگ جنکا قلب مصفی ہے اور لطف عبادت انکو حاصل ہوتا ہے لیس افکو بقدر انکی طاقت کے بالضرورۃ عبادت جائز ہوگی گو دوسروں کی وسعت سے وہ باہر ہووے الحاصل کثرت عبادت کو مطلقاً ہر شخص کے حق میں بدعت کہدینا خالی حماقت و ضلالت سے نہیں ہے ایسی بات وہی کہیگا جسنے کتب حدیث کا مطالعہ نہ کیا ہوگا یا احادیث کے سمجھنے کا مادہ اوسمیں نہ ہوگا یا وہ شخص کہ اتباع سنت کا سل و غافل ہر بندہ کہ خدا کو سمجھتا ہوگا اور بندگان خدا کے فضائل و مراتب میں اوسکو مطلقاً فرق نہ معلوم ہوتا ہوگا ہشتم یہ کہ یہ قول آپکا کہ آن حضرت تیسرا حصہ شب کا جاگتے اور دوحصہ سویا کرتے تھے اور اسپر زیادتی کرنے والے کو فرماتے کہ یہ شخص میری سنت سے نفرت کرتا ہے اور یہ ہم میں سے نہیں الخ غلط ہے آن حضرت نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ جو اسپر زیادتی کرے وہ میری سنت سے نفرت کرتا ہے ہاں یہ فرمایا ہے کہ جو میری سنت سے نفرت کرے وہ مجھ سے نہیں پس جو شخص کثرت عبادت اسطرح پر کرے گا کہ طریقہ نبویہ سے نفرت کریگا وہ بلاشبہہ گنہگار ہوگا ہشتم یہ کہ آپ کی اور آپ کے برادران کی مثل ایسی ہے کہ لاتقربوا الصلوۃ پڑھ کے واتم سکاری کو چھوڑ دیتے ہیں جو حدیثیں موافق اپنی سمجھ کے معلوم ہوتی ہیں وہ جھٹ پٹ لکھدیتے ہیں اور باقی احادیث کو ترک کردیتے ہیں اور یہ جو مسلم کی روایت لکھی جسکا حاصل یہ ہے کہ آن حضرت نے کبھی سارا قرآن ایک رات میں نہیں پڑھا اور نہ کبھی تمام شب نماز پڑھی اور کبھی سارا مہینہ بھر روزے رکھے سوائے رمضان کے اس سے بدعت ہونا کثرت عبادت کا کیسے ثابت ہوا اگر یہ امر تسلیم کیا جاوے کہ آن حضرت سے ایسی جانفشانی نہیں ثابت ہے مگر اس سے اوسکا ممنوع ہونا نہیں لازم آتا ہے دیکھو کتب صحاح ستہ میں عائشہ سے روایت موجود ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آن حضرت کبھی بعض افعال کو بہتر سمجھتے تھے مگر امت پر شفقت فرماکے اون افعال کو نہیں کرتے تھے یا یہ خیال ہو کہ اگر ہم یہ عبادت کریں تو امت پر بار گراں ہو جاوے بسبب اسکے کہ وہ لوگ بھی آپ کی اتباع کرینگے یہی حاصل ہے اس روایت صحیح بخاری و سنن ابوداؤد کا ان کان رسول اللہ لیدع العمل وہو یحب ان یعمل بہ خشیۃ ان یعمل بہ الناس فیفرض علیہم اور جامع ترمذی اور شمائل ترمذی اور سنن ابوداؤد وغیرہ

روایت ہے کہ آن حضرتؐ نے ایکبار وقت پیشاب سے فراغت کی حضرت عمرؓ ایک کوزہ پانی لیکر گئے ہونگے شاید آپ وضو کرین یا ین خیال کہ ہر وقت باوضو رہنا بہتر ہے آپ نے پوچھا کیا ہے یہ اے عمر عرض کیا اونہون نے کہ آپکے وضو کے واسطے پانی لایا ہون پس آپ نے فرمایا ما امرت کلما بلت ان اتوضأ الوقعلت لکانت سنۃ یعنے اسکا مین ماموز نہین ہون کہ جب مین پیشاب کرون تو نی الفور وضو کرون اور اگر ایسا مین کرتا تو امت پر سنت ہوجاتا اس سے معلوم ہوا کہ بعض امور آپکے نزدیک محبوب ہوتے تھے اور آپ اون افعال کو پسند فرماتے تھے مگر بخیال اسکے کہ ایسا نہو اگر مین یہ افعال کرون تو میری امت پر مشقت ہوجاوے آپ ترک کردیتے اور یہ جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت آپ نے لکھی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ تین شخص آن حضرتؐ کی عبادت کی کیفیت دریافت کرنے کے واسطے آن حضرتؐ کی بیبیون کے پاس حاضر ہوے اور بیبیون نے آپ کی عبادت بیان کردی پس اونہون نے کم سمجھا اوس عبادت کو اور کہنے لگے کہان آن حضرتؐ کے حالہ کیا نسبت ہے آپکے سارے اگلے اور پچھلے گناہ بخشے ہوے ہین آپ کو زیادہ عبادت کی کیا ضرورت ہے پس اونمین سے ایک نے کہا کہ مین تمام شب نماز ادا کرونگا اور دوسرے نے کہا مین ہمیشہ روزہ رکھونگا اور تیسرے نے کہا مین کبھی نکاح نکرونگا پس سنی آن حضرتؐ نے یہ سب گفتگو اور فرمایا آپ نے کہ قسم ہے خدا کی مین تم سب سے بڑہ کے پروردگار سے ڈرتا ہون اور تقوے کرتا ہون لیکن میری کیفیت یہ ہے کہ مین روزہ بھی رکھتا ہون اور ترک بھی کرتا ہون اور شب کو نماز پڑہتا ہون اور سوتا بھی ہون اور نکاح بھی کرتا ہون پس جو شخص میری سنت سے نفرت کرے وہ ہم مین سے نہین پس اس روایت سے بھی مطلقاً گذرت عبادت کی ممانعت ہر شخص کے واسطے ثابت نہین ہوتی ہے بلکہ ممانعت آن حضرتؐ کے طریقہ سے نفرت کرنے کی اور آپ کے طریقہ کی پابندی کی جیسا کہ اون صحابہ سے واقع ہوا تھا اسی وجہ سے آپ نے یہ فرمایا فمن رغب عن سنتی فلیس منی یعنے جو میرے طریقہ سے اعراض کرے اور اوسکو برا سمجھے یا غیر معتبر سمجھے وہ مجھسے نہین ہے اور یہ نہین کہا کہ فمن زاد علی ہذا فلیس منی تا یہ معنی ہوتے کہ جو اسپر زائد کرے وہ مجھسے نہین ہے اور یہ جو حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی آپ نے لکھی جسکا حاصل یہ ہے کہ آن حضرتؐ کو خبر پہونچی کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص ہمیشہ روزہ رکھتے ہین اور تمام شب جاگتے ہین پس آپ نے کہا کہ ایسا ہرگز نکرو کبھی روزہ رکھو اور کبھی افطار کرو اور شب کو نماز بھی پڑہو اور سو بھی رہو اسوجہ سے کہ تمہارے بدن کا تمپر حق ہو اسلئے کہ تم بیمار ہوجاؤ اور تمہاری آنکھون کا بھی تمپر حق ہے ایسا نہو کہ جاگتے جاگتے آنکھون کو ایذا ہو پہنچے اور تمہاری بی بی کا بھی تمپر حق ہے رات بھر نماز پڑہنے مین اونکی حق تلفی ہوگی اور تمہارے مہمان کا بھی تمپر حق ہے پس اس روایت سے اگر ثابت ہوتا ہے تو اسقدر کہ ایسی کثرت عبادت سے اور امور شرعیہ مین

خلل واقع ہووے اور حقوق ضروریہ ادا نہوسکین وہ ممنوع ہے نہ یہ کہ مطلقاً کثرت عبادت منع ہے زیادہ تفصیل
اسکی رسالہ اقامۃ الحجۃ مین موجود ہے جسکو شوق انصاف وتحقیق ہو وہ اوسکا مطالعہ کرے **قولہ** دوم یہ کہ
ہر شب مین ہزار رکعت پڑہنی عقلاً بھی دشوار ہے اسلیے کہ تمام رات کے درجہ اوسط مین بارہ گھنٹے ہوتی ہین
اور چار گھنٹے اوسمین سے منہا کرنے چاہیے تین گھنٹے اول سے شب کے کہ اوسمین کھانا پینا شب کا اور استنجا بہانات
اور وضو اور نماز عشای ادا ہوا اور ایک گھنٹہ آخر سے شب کے کہ اوسمین وقت فجر کی آمد آمد ہوتی ہے اور نوافل
نہین پڑہی جاتی رہے آٹھ گھنٹے تو اوسمین اگر ہزار رکعت پڑہیگا تو فی گھنٹہ سوا سو رکعت ہوئی اور در سوا سو رکعت کا
مع ارکان کے اور مع مفسدات واجبات کے اور سنن اور مستحبات کے ایک گھنٹے کی میعاد مین عقل سلیم محال جانتی ہے
**اقول** یہ تقریر آپکی بالکل معیار الحق سے مسروق ہے مگر برین عقل وفہم بایدگریست آپ کی عقل اگر قبول
نکرے تو کچھ عجب نہین آپ نے اسلام کو جسکی حقیقت ہر ذی عقل ابتدا سے سمجھ سکتا ہے اور جو اسکو باطل سمجھتا ہے
اسمین کچھ شک نہین کہ وہ یا معاند ومتمرد ہے یا سفیہ ولے قوف ہے ایک عمر کے بعد آپ نے قبول کیا جب ایسی
چیز کہ جسکو ہر عقل سلیم جھٹ پٹ قبول کرتی ہے آپ کی عقل سلیم نے نہ قبول کیا تو بھلا ان کرامات کو آپ کی عقل
سلیم کیونکر قبول کریگی مگر ہمکو عجب شیخ المشائخ مولف معیار سے ہے کہ اگاغن جدا ونکو شرف اسلام حاصل ہے
اور ایک عرصہ سے وہ حدیث دانی ودرس حدیث مین مشہور ہین اور علم کتاب وسنت مین اونکی استعداد
معروف ہے باایں ہمہ ایسی بات وہ لکھ گئے جیسے کوئی ناواقف ہوتا ہے ذرا آنکھ کھولکے دیکھیے کہ صحیح بخاری
کی کتاب الانبیاء مین باب قول اللہ وآتینا داؤد زبورا مین بسند صحیح حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے قال
قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم خفف علی داؤد القرآن فکان یامر بدوابہ فتسرج فیقرا القرآن قبل ان تسرج دوابہ
یعنے فرمایا آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آسان کردیا گیا تھا حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ السلام پر قرآن
یعنے توراۃ یا زبور کا پڑہنا پس تھے وہ کہ حکم کرتے تھے اپنے خادمون کو کہ سواریان تیار کیجاوین اور گھوڑون کو
زین کسے جاوین اور وہ کتاب اللہ پڑہنا شروع کرتے تھے پس پورہ چکتے تھے ساری کتاب قبل اسکے کہ
زین گھوڑون پر کسے جاوین اب غور کیجیے کہ سواریان تیار کرنے مین دس بارہ گھنٹے تو صرف ہوتے تھے
اور زبور اور توراۃ دو تین ورق کی کتاب تھی کہ جھٹ پٹ انسان اوسکو پڑہ لے اور نہ داؤدی کہ اوسمین
کمر مین سے ہین یہ امید ہے کہ ایسا پڑہتے ہون کہ سوائے علمون فعلمون کے اور کچھ سمجھ مین نہ آوے مگر ہان
یہ قوت ربانیہ اور خرق عادت تھی کہ تھوڑے عرصہ مین اونسے ایسی عبادت صادر ہوتی تھی کہ وہ سرون سے
ایک عرصہ مین ہووے اور نظیر اسکی آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شب معراج کا قصہ ہے کہ آپ بعد
نماز عشا کے مکہ سے بیت المقدس اور وہان سے ساتوین آسمان سے اوپر تک کہ ہزار ہا سال کی مسافت ہے طے کرکے گئے

اور دیان بالمینان تمام سب آسمانون کا اور جنت کا حال دریافت کیا اور ملائکہ سے ملاقات کی پھر آپ اوسی قید
مسافت سے کر کے مکہ معظمہ مین قبل نماز صبح کے داخل ہو گئے یہ کیا تھا بجز اسکے کہ بطور خرق عادت کے تھوڑے
زمانے مین ایسی سیرین آپ سے صادر ہوئین کہ اور دن سے ہزار ہا سال مین نہوتین اور یہ اوکتب عقائد سے
اسیطرح ثابت ہے کہ جو انبیاء سے بطور خرق عادت کے صادر ہووہ اولیاء اللہ سے بطور خرق عادت کے
صادر ہوسکتا ہے کرمانی شرح صحیح بخاری مین حدیث سابق کی شرح مین لکھتے ہین دل الحدیث علے ان اللہ طوی
الارض لمن شاء من عبادہ کما یطوی الامکان الشی لیعنے اس حدیث نے دلالت کی اس امر پر کہ اللہ جل شانہ اپنے
خاص بندون کے واسطے طے زمان فرما دیتا ہے جیسا کہ طے مکان عنایت کرتا ہے قرآن پاک مین سورہ نمل
مین قصہ آصف بن برخیا کو دیکھیے کہ ایک لمحہ مین اونہون نے تخت بلقیس کو ملک یمن سے مقام قیام
حضرت سلیمان علے نبینا وعلیہ السلام مین پہونچا دیا حال آنکہ آصف نبی نہ تھے مگر اونسے ایسی خرق عادت
صادر ہوئی کہ ایک چشم زدن مین اونہون نے وہ کام کیا جو اور دن سے مہینون مین نہین ہوسکتا ہے
کتب مناقب اولیاء اللہ کو دیکھیے تو صدہا حکایتین اس قسم کی لکھین گی کہ حضرت ابرار سے تھوڑے
زمانے مین بہت سا کام ہوا کیا اور مسافت کثیرہ طی ہوئی مگر ہم اوس سے قطع نظر کرتے ہین بایں خیال
کہ آپ لوگون کو اون سب کی تکذیب چنداں بار گران نہین ہے فی الفور آپ کہہ سکتے کہ وہ سب قصے
جھوٹے ہین ہم صرف انہین تین قصون پر جو قرآن و حدیث سے صاف ثابت ہین کفایت کرتے
کہتی ہین کہ اب یا تو آپ صحیح بخاری اور کتاب اللہ کی تکذیب کر دیجیے اور مثل علاحدہ ہونے فرقہ ناجیہ کے
کہ دیجیے کہ یہ سب باتین معتبر نہین ہین اور خارج از عقل ہین اگر ایسا کیجیے گا تو تمام آپ کا ذخائر
اہل اسلام سے خارج کر دیا جاویگا اور آپ سے اوس طرح کی گفتگو کیجا دیگی جیسے کہ فرقہ ہا ابتداع علاحدہ
زمانہ سے گفتگو کیجاتی ہے اور یا آپ اس قاعدہ کو تسلیم کیجیے کہ انبیاء کی طرح عادت اولیاء مین
ہو سکتی ہے یا یہ کہ حقیقتاً اولیاء اللہ مین کرامت ہوتی ہی نہین ہے اگر ایسا ہوگا تو تمام آپ کا ذخائر
اہل سنت سے خارج کر کے اوس طرح کی آپ سے گفتگو کیجا دیگی جیسے معتزلہ اور خرق عادت سے منکر
ہوئے ہے اگر ان دونون شقون کو آپ نہ پسند کرین تو اپنے ان اقوال باطلہ کو اپنی کتابون سے
نکال ڈالیے اور اپنے بیان کی خود تکذیب کیجیے اور یہ تو کوئی کہہ نہین سکتا ہے کہ اور دن سے تو اس
قسم کی بات ہو سکتی ہے لیکن ابو حنیفہ سے نہین ہو سکتی ہے اسوجہ سے کہ اگر تقلب ہیم اسقدر کثرت
عبادت اور سرعت تلاوت اور مسافت وغیرہ کو تھوڑے زمانے مین اوروں کے واسطے تجویز کر لیگی
تو ابو حنیفہ کے حق مین اسکے امکان کو تجویز کرے گی اگر یہ کہیے کہ ابو حنیفہ کچھ دلی نہتھے کہ اون سے اسطرح کی

ہوئی تو جواب اوسکا اولاً تو یہ ہے کہ یہی شبہہ اور محدثون پر بھی ہوتا ہی جنکے کثرت عبادت عرصہ قلیل مین
ثابت ہے جیسا کہ سابقاً معلوم ہوچکا آپ اونکی ولایت ثابت کیجیے ہم ابوحنیفہ کی ولایت ثابت کرینگے
ثانیاً یہ ہے کہ بعد اتباع شریعت کے جب کسی سے خرق عادت ہوئی تو یہی دلیل ولایت کی ہوتی ہے
اور اسکی احتیاج نہین ہوتی ہے کہ کرامت جب مانی جاوے جب ولایت پہلے سے ثابت ہو لہذا
ہر گاہ امام سے کہ اتباع شریعت مین اونکا بے مثل ہونا متصریح محدثین ثابت ہے ایسی خرق عادت
ہوئی تو اونکی ولایت مین کسکو شبہہ ہوگا اور اگر یہ کہیے کہ یہ سب تقریرین تو موقوف اس امر پر ہین
کہ امام سے ایسی کثرت عبادت بسند صحیح ثابت بھی تو ہو تو جواب اوسکا یہ ہے کہ اسکو ہم سابقاً ثابت
کر چکے ہین حاجت اعادہ کی نہین ہے الحاصل ارباب قوی رہانیہ واصحاب نفوس قدسیہ کو قوی عمل کی
طرف سے ایسی قوت عنایت ہوئی ہے کہ تھوڑے سے زمانے مین اونسے ایسی عبادتین صادر
ہوتی ہین اور وہ اوراد اونسے سرزد ہوتے ہین جو عوام سے مہینون اور برسون مین بھی نہین
ہوتے ہین پس اگر ایسے امور کو عقل سلیم عوام تجویز نہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہے اور اگر
مطلقاً تجویز نہین کرتی ہے تو وہ عقل سلیم نہین ہے اور نظیر حال عباد وزہاد کی حال علماء ومحدثین کی
کہ بعض علماء کو مرتبے زمان کا عنایت ہوتا ہے کہ وہ تھوڑی سی عمر مین بہت بڑی بڑی تصنیفین کر گئے
کہ اور علماء سے برسون مین نہو سکین دیکھیے جلال الدین سیوطی کو کہ جنکی ولادت ۸۴۹ھ مین اور وفات
۹۱۱ھ مین ہے اسقدر عمر مین یا کچھ تصانیف اونھون نے کین اور اونمین سے بعضی ایسی ہین جیسے
در منثور وتفسیر مسند وغیرہ کہ اونکا تمام کرنا اسقدر عمر مین باوجود صدہا اشغال کے عوام کے نزدیک مستبعد تر
صاحب ہدایہ کی کفایۃ المنتہی کو دیکھیے کہ ۱۰ جلدون مین ہے محیط کو ملاحظہ کیجیے کہ چالیس جلدون مین ہے
اغانی کو دیکھیے کہ بیس جلدون مین ہے تفسیر ابن جریر طبری کو تاج العروس کے دیکھیے غرض اتنی بڑی بڑی
تصانیف ان علماء سے عرصہ قلیل مین ہونا کیا مستبعد نہین بیشک مستبعد ہے عوام کیا بلکہ بہت سے
خواص ایسے امور سے عاجز ہین آپ کے شیخ الشیوخ باوجود اتنی عمر کے آج تک کسی تصنیف پر قادر نہوے
بجز دو جلد رسالون کے کہ چند اوراق کے ہین پس معلوم ہوا کہ تھوڑے زمانہ مین بہت کام کرنا صدہا بندون کو
حاصل ہوا ہے اور جسکو شیخ الشائخ مولف معیار کے اس حساب شب سے جسکو آپ نے نقل کر دیا ہے بہت تعجب
ہوتا ہے کہ اپنے پر قیاس کر کے خواص بندگان خدا کی قدرت کا بھی انکار کر گئے یہ چار گھنٹے اول شب کے سوجے سے
منھا کیے کہا خاص بندون کا کھانا پینا ایسا ہوتا تھا جیسے آپ لوگ مکانی صاف کرتے ہین کیا اونکا استغفار
اس طرح کا تھا جیسے آپ استغفار کرتے ہین کیا اونکا بستر سطح سے آرام کرتے تھے جیسے آپ لوگ مانگ پھیلا کے

سوتے ہیں کیا وہ لوگ ایسے غافل تھے جیسے آپ لوگ عمر ضائع کرتے ہیں کیا اونکا ہر وقت وضو شکست ہوا کرتا تھا اور حاجت استنجے کی ہر وقت ہوا کرتی تھی جیسے آپ لوگوں کی کیفیت ہے جیسا انسان آپ ہوتا ہے اویسا دوسروں کو بھی سمجھتا ہے حضرت ائمہ اہدا اولیاء اللہ کی یہ کیفیت تھی کہ ایک لمحہ اونکا ضائع نہیں ہوتا تھا اور کسی حالت میں اونکو مرتبہ غفلت کا حاصل نہیں ہوتا تھا اور بسبب تصفیہ نفس کے اونکو قدرت حاصل تھی کہ عرصہ قلیل میں بڑی بڑی جانفشانیاں کرتے تھے اور پھر اونپر بار نہیں ہوتا تھا نہ یہ کہ آٹھ رکعت تراویح اور ایک رکعت وتر پڑھ کے تمام رات سوئیں اور سو کر فرائض بیگانہ کے اور سنن و نوافل سب کو بالائے طاق رکھدیں اور پھر دعوے اتباع سنت کا کریں اللھم احفظنا من شرور انفسنا ولہ ہان جس طرح سے کہ تفال مروزی نے امام ابوحنیفہ کی نماز سلطان محمود بادشاہ کو پڑھ کے دکھلائی تھی اگر اس طرح سے پڑھی جاوے تو ایک ہزار نہیں ایک گنٹہ میں دو ہزار رکعت سے بھی زیادہ پڑھی جاتی ہیں اور امام ابوحنیفہ کی نماز جو تفال مروزی نے پڑھی تھی وہ یہ ہے امام الحرمین نے اپنی کتاب منیۃ الخلق فی اختیار الحق میں لکھا ہے کہ سلطان محمود بادشاہ امام ابوحنیفہ کے مذہب پر تھا اور علم حدیث کی حرص رکھتا تھا اور مشائخ سے حدیث سنتا اور استفسار کیا کرتا پس اکثر احادیث کو اونسے موافق مذہب شافعی کے پایا تو اوسکے دل میں محبت اس مذہب کی پیدا ہوگئی پس اونسے فقہا کو جمع کیا اور اونسے ایک مذہب کی دوسرے مذہب پر ترجیح کا مطالبہ کیا تو اس بات پر سب کا اتفاق ہوا کہ دونوں مذہب کے موافق دو رکعت نماز پڑھی جاوے پس اس نماز میں نظر اور فکر کرنے سے جو مذہب اچھا معلوم ہو اوس مذہب کو اختیار کرنا چاہیے پس تفال مروزی نے نماز پڑھنی شروع کی تو وضو کو پوری شرطوں سے ادا کیا اور لباس اور استقبال قبلہ بھی ہوا کیا اور نماز کے ارکان اور فرض اور سنتیں اور آداب کو بوجہ کمال ادا کیا اور ایسی نماز پڑھی جس سے کمی کرنا شافعی کے نزدیک نہیں درست ہے دو رکعت اسطور پر ادا کیں کہ کئی کی کہاں دباغت کی ہوئی کو پہن لیا اور اوسکی چوتھائی کو بچھا لیا آلودہ کیا اور کھجور کے بچھوڑے سے بدن نیت وضو کر لیا ایسے موقع پر کہ سرما گرم تھا اور میدان فراخ تھا پس مکھیاں اور مچھر اونپر جمع ہوگئے اور وضو بھی اوسکا کیا یعنے پیلے بایاں پانوں دھویا پھر داہنا پھر بایاں ہاتھ کہنی تک پھر داہنا پھر جو تہائی سر کا اوسکا مسح کیا پھر منہ دھویا پھر ناک میں تین مرتبہ پانی ڈالا پھر کلی کی پھر ہاتھ دھوئے پھر جب نماز میں داخل ہوئے تو بجائے تکبیر پیران فارسی کہا کہ خدائے بزرگ است اور بجائے قراءت فارسی آیت قرآن مدھامتان کا ترجمہ کیا برگ دو سبز پھر مرغ کی طرح سے سو اوٹھ کے دو ٹھونگیں ماریں اور بجائے السلام علیکم کے گوز مار دیا اور کہا ای سلطان یہ نماز ابوحنیفہ کی ہے بادشاہ نے کہا کہ اگر اسطرح کی نماز ابوحنیفہ کی ہوتی تو میں تجکو مار ڈالوں گا پس حنفیوں نے اس طرح کی ابوحنیفہ کی نماز ہونے سے انکار کیا

پس قفال مروزی حنفی مذہب کی کتابین طلب کین اور بادشاہ نے ایک نصرانی کو جو کہ فرعی علم تھا شافعی اور حنفی دونون مذہب کی کتابون کے پڑہنے کا حکم دیا تو ابو حنیفہ کی نماز درسی پائی گئی جس طرح قفال مروزی نے پڑہ کے دکھلائی تھی پس بادشاہ نے ابو حنیفہ کے مذہب کو چھوڑ دیا اور شافعی کے مذہب کو اختیار کیا انتہی

اقول یہ قصہ نماز قفال مروزی شافعی کا ہر چند کہ رسالہ مغیث الخلق اور مرآۃ الجنان وغیرہ مین مذکور ہے مگر اس سے شان مذہب حنفی مین کچھ بھی کمی نہین ہوئی بلکہ قفال غفال کی بیعلمی اور تعصب مذہبی اور خبث نفسی واضح ہوگئی اس سے بڑہ کے کیا تعصب ہوگا کہ انھون نے اپنی مذہب کے موافق کی دو رکعتون کو تو کمال آداب سے مع ادا ے فرایض و واجبات و سنن و مستحبات ادا کی اور حنفیہ کے موافق مذہب کی جب دو رکعتین پڑہنے لگے تو وضو اور نماز مین کتنے واجبات اور گئے اور کتنے سنن و مستحبات کو چھوڑ گئے اور کتنے مکروہات و محرمات کا ارتکاب کر گئے ویسی نماز غور سے پڑہنا اور اسکو امام ابو حنیفہ کی نسبت کرنا یہ انھین کا کام تہا اور اسکو اچہا سمجھنا اور انکی اس حرکت کو بہتر جاننا اور اسکو شایع کرنا اور غرض تحقیر مذہب حنفی اس قصہ کو پیش کرنا یہ آپ ایسے جاہلون اور متعصبون کے سوا کسی عاقل کا کام نہین ہے خدا تعالے قفال کی مغفرت فرماوے اور اپنے لطف و کرم سے اوسکے نامہ اعمال سے اس گناہ کو معاف کری اور آپ لوگون کو عقل و سمجھ دے تفصیل اس اجمال کی اون رسائل مین جو خاص قفال کے اس قصہ کی رد مین تصنیف ہوے ہین موجود ہے جسکو شوق ہو دیکھ لے جیسے رسالہ ملا عبد النبی بن احمد بن ملا عبد القدوس کنگوہی کا اور رسالہ الوالق سمع عبد العلیم بن عثمان قریشی کنگوہی کا اور رسالہ ملا علی قاری کی کا مسمے بہ تشیع الفقہ و الحنفیۃ و متبوع سفہاء الحنفیۃ تم بیان مختصر آنچہ بیان کیے ہے ہین اعزام ذوی العلم سے محفوظ رہین اور اس قصہ کو سمجھ کے وحشت مین نہ پڑین پہلے اوسکے وضو کو جو اون نے مواقق حنفی مذہب کے کیا تہا غور سے دیکھیے کہ کیا کچھ خرابیان اوسمین موجود ہین اول یہ کہ وضو مین اون نے اولٹا کیا اور اوس ترتیب کو جو قرآن پاک مین مذکور ہے چھوڑ دیا اور وضو مین ترتیب اگرچہ ابو حنیفہ کے نزدیک فرض نہین ہے مگر اوسکے مستحب بلکہ سنت مؤکدہ ہونے مین شبہہ نہین ہے بعض حنفیہ نے جیسے صدر شریعہ نے اسکو واجبات مین شمار کیا مگر اس قول کو ابن ہمام نے فتح القدیر مین شبہہ [illegible] کر دیا اور [illegible] لیے سنین [illegible] اور [illegible] اور [illegible] پس معلوم ہوا کہ صحیح نزدیک حنفیہ کے یہ ہے کہ ترتیب وضو مین سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کو

ترک کرنا بلا عذر شرعی باعث ملامت ہے اور دلیل اس امر پر کہ ترتیب فرض واجب نہیں یہ ہے کہ آن حضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے بھی بے ترتیب وضو کرنا بعض روایات میں وارد ہوگیا ہے سنن ابو داؤد میں مقدام بن معدیکرب
مروی ہے اتے رسول اللہ بوضوء فتوضا فغسل کفیہ ثلاثا وغسل وجہہ ثم غسل ذراعیہ ثلاثا ثم تمضمض واستنشق ثلاثا ثم
مسح برأسہ واذنیہ یعنے ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی وضو کرنے کے واسطے آیا پس آپ نے وضو
کیا اسطور پر کہ پہلے دونوں ہتھیلی دھوئیں اور منہ دھویا پھر دونوں نلاثہ دھوئے پھر کلی کی پھر ناک میں پانی
ڈالا پھر سر اور کان کا مسح کیا اور سنن دار قطنی عن لیث بن سعد سے مروی ہے قال اتی عثمان المقاعد فدعا
بوضوء فتمضمض واستنشق ثم غسل وجہہ ثلاثا وذراعیہ ثلاثا ثم مسح برأسہ قال رایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
یتوضأ کذا یعنے حضرت عثمان بن عفانؓ مقاعد میں آئے اور پانی طلب کیا پس کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر
منہ دھویا تین مرتبہ پھر دونوں پاؤں دھوئے پھر سر کا مسح کیا پھر فرمایا کہ ایسی میں نے ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ
وضو کرتے تھے ان اخبارات سے معلوم ہوا کہ اگر وضو اوٹنا بھی کریگا تو نماز اوس سے جائز ہو جاویگی مگر چونکہ اکثر
احادیث سے مواظبت آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے اوپر ترتیب کی ثابت ہوتی ہے اس وجہ سے جمہور
حنفیہ بلکہ جمہور علماء امت محمدیہ اسکی سنت موکدہ ہونے کے قائل ہیں کتب حنفیہ کو اگر کوئی دیکھیگا تو ان کو ترتیب سنن
موکدہ کے ترتیب مذکور ہے پس عمداً وضو اوٹنا کرنا اور سنت موکدہ کو قصداً چھوڑ دینا کسی عقلمند کا کام نہیں ہے
اور پھر نسبت اسکے حنفیہ کی طرف کرنا اور بھی خلاف عقل ہے دوسرے یہ کہ قفال نے مسح سر کا صرف چوتھائی کا کیا
اور عمداً سنت موکدہ کو چھوڑ دیا حنفیہ کے نزدیک اگرچہ فرض بقدر چوتھائی کے ہے لیکن کل سر کا مسح کرنا سنن موکدہ
میں شمار کیا ہے رقایہ بلکہ تمام کتب حنفیہ میں بحث سنن موکدہ میں مذکور ہے ومسح کل الرأس مرۃ اور اہتمام سر
ایک فریضہ ہی پر کی کہ مذہب حنفی کے وضو میں تو صرف چوتھائی سر کی مسح پر کفایت کی اور مذہب شافعی کے وضو میں پورے
سر کا مسح کیا حالانکہ شافعی کے نزدیک بقدر چوتھائی بھی فرض نہیں ہے بلکہ بقدر ایک بال دو بال تین بال
کے بھی کافی ہے انتہاع شرح مختصر ابی شجاع شافعی میں بحث فرائض وضوء میں ہے ومسح بعض الرأس حتی لو مسح
بعض شعرۃ رأسہ او بعض شعرۃ او واحدۃ انتہی تیسرے یہ کہ چوتھائی سر کا مسح کیا اور سنت موکدہ کو چھوڑ دیا
حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح اگرچہ گدی کی طرف سے ہو یا داہنے بائیں ہو کافی ہے مگر سنون ہے
کہ سامنے پیشانی کی طرف کے چوتھائی سر کا مسح کیا جاوے اسوجہ سے کہ ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یوں ہی ثابت ہے
صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے ومسح ناصیتہ چوتھے یہ کہ بدون نیت کے وضو کیا حالانکہ نیت وضو میں حنفیہ
کے نزدیک اگرچہ فرض نہیں مگر سنت موکدہ ہونے میں اسکے شبہ نہیں ہے جیسا کہ معائنہ کتب حنفیہ سے
واضح ہے پانچویں یہ کہ بلا ضرورت باوجود قدرت کے پانی پر کھجور کے چھوہارے ہوئے پانی سے وضو کیا حالانکہ

ابوحنیفہ سے اس باب میں تین روایتیں ہیں ایک یہ کہ نبیذ تمر یعنے کھجور سے بگڑے ہوئے پانی سے مطلقاً وضو ناجائز ہے اور یہی مذہب امام ابو یوسف کا ہے دوسرے یہ جب پانی نہ ملے تو وضو کرے تیسرے یہ کہ وضو کرلے اور تیمم بھی کرے عینی کی شرح ہدایہ میں قال ابوبکر الرازی فی کتاب احکام القرآن کہا ابوبکر رازی نے کتاب احکام القرآن میں عن ابی حنیفۃ فیہ ثلاث روایات ابوحنیفہ سے اس باب میں تین روایتیں ہیں وجواز التوضی بہ ہو الروایۃ المشہورۃ اور جائز ہونا وضو کا یہی مشہور روایت ہے ابوحنیفہ سے وقال قاضیخان وہو قولہ الاول اور کہا قاضی خان نے کہ یہی اول قول اوزکا ہے وہو قول زفر اور یہی قول ہے زفر کا وروی عنہ الجمع بین الماء والتمر وہو قول ابی یوسف وروی عنہ الجمع بین الماء والتمر وہو قول محمد اور روایت کیا گیا ہے اوسسے جمع کرنا درمیان تیمم اور وضو کے اور یہی مذہب ہے امام محمد کا وروی عنہ نوح بن ابی مریم واسد بن عمرو والحسن ان یتیمم ولا یتوضا اور روایت کیا ہے نوح بن ابی مریم اور اسد بن عمرو اور حسن بن زیاد نے اوسسے کہ تیمم کرے اور وضو نکرے قال قاضی خان ہذا صحیح وہو قولہ الاخیر وقد رجع الیہ کہا قاضی خان نے کہ یہی صحیح ہے اور یہی آخر قول ہے ابوحنیفہ کا اور اسی کی طرف رجوع ثابت قول اول سے وہو اختیار الطحاوی اور یہی مختار ہے طحاوی کا وبہ قال الشافعی ومالک واحمد وعامۃ العلماء اور یہی مذہب ہے شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر علماء کا اور فتوے تاتارخانیہ میں ہے اما التوضی بالنبیذۃ فقد اتفقوا علی انہ لا یجوز حال وجود الماء واما حال عدم الماء فقد قال ابوحنیفۃ یجوز التوضی بنبیذ التمر انتہی یعنے اتفاق کیا ہے تمام فقہاء و مجتہدین نے اس امر پر کہ نہیں جائز ہے وضو نبیذ تمر وغیرہ سے بوقت قدرت کے پانی پر اور بوقت نہ ملنے پانی کے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اوس سے وضو جائز ہے اور ائمہ کے نزدیک نہیں جائز عبارات سے معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ کے نزدیک موافق قول قدیم کے وضو سے نبیذ تمر کے جائز ہے مگر بشرط نہ ملنے پانی کے اور موافق قول جدید جس کی طرف اوصولوں نے رجوع کیا ہے مطلقاً جائز نہیں پس قفال کا نبیذ تمر سے وضو کرنا باوجود موجود ہونے پانی کے اور نسبت اوسکی امام کی طرف کرنا خالی جہالت سے نہیں ہے یعنے یہ کہ بہر تقدیر جواز وضو کے ساتھ نبیذ تمر کی نیت اوسمیں حنیفہ کے نزدیک بھی شرط ہے کاسانی وغیرہ میں ہے ذکر القدوری فی شرحہ عن اصحابنا ان الوضوء بنبیذ التمر لا یجوز الا بالنیۃ کالتیمم لانہ بدل عن الماء کالتیمم انتہی یعنے قدوری نے اپنی شرح میں ہمارے ائمہ اور مشائخ سے نقل کیا ہے کہ وضو ساتھ نبیذ تمر کے بدون نیت کے نہیں جائز ہے مثل تیمم کے کیونکہ وہ بدل ہے پانی کا اسی وجہ سے بر تقدیر نہ ملنے پانی کے نہیں جائز ہے پس نبیذ سے وضو بدون نیت کے کرنا اور اوسکو امام کی طرف منسوب کرنا عین سفاہت ہے الغرض جیسا وضو قفال نے کیا بمذہب ابوحنیفہ ہرگز وہ وضو صحیح نہیں ہوا اور نماز اوسنے بے وضو پڑھی ہے اب اوسکی نماز کا حال سنیے کہ کسقدر

خرابیان اوسمین موجود ہین ایک یہ کہ اونھون نے کتے کا چمڑا دباغت کیا ہوا ہین لیا حالانکہ حنفیہ اس باب مین مختلف ہین کہ کتا شامل سور کے نجس العین ہے یا نہین ہے ایک جماعت فقہا نے تو فتوے دیا ہے کہ نجس العین ہے اور چمڑا اوسکا دباغت سے پاک نہین ہوتا ہے اور ایک جماعت نے فتوے عدم نجاست عینیہ پر دیا اور چمڑے کو اوسکے بعد دباغت کے طاہر کہدیا نہایہ مین ہے اما جلد الکلب فعن اصحابنا فیہ روایتان فی روایۃ یطہر بالدباغ وفی روایۃ لا یطہر وہوا الظاہر من المذہب انتہی یعنے کتے کے چمڑے کے باب مین ہمارے ائمہ سے دو روایتین ہین ایک یہ کہ دباغت سے طاہر ہوجاتا ہے دوسرے یہ کہ نہین اور یہی ظاہر مذہب ہے اور ابوالمکارم کی شرح مختصر قدوری مین ہے فی فتاوی قاضیخان ما یدل علی ان الکلب نجس العین وفی موضع آخر ما یدل علی انہ لیس بنجس العین وسمعت ان الروایۃ الصحیحۃ عندنا ہو الاول انتہی یعنے فتاوے قاضیخان کے بعض مسائل دلالت کرتے ہین اس امر پر کہ کتا نجس العین ہے اور بعض مسائل اس امر پر کہ نجس العین نہین ہے اور سنا ہے مین نے مشائخ سے کہ روایت صحیحہ نزدیک ہمارے روایت اولے ہے اور تنویر الابصار اور درمختار مین ہے اعلم ان الکلب لیس نجس العین عند الامام وعلیہ الفتوے وان رجح بعضہم النجاسۃ انتہی یعنے کتا نجس العین نہین ہے نزدیک امام ابوحنیفہ کے اور اسی پر فتوے ہے اگرچہ بعض فقہا نے نجاست کو ترجیح دیا ہے اور بدائع مین قول عدم نجاست عینیہ کے حق مین لکھا ہے وہو الصحیح والاقرب الی الصواب انتہی یعنے یہی صحیح ہے اور قریب ہے صواب کے اور بحرالرائق مین اسی قول کے حق مین مرقوم ہے وہو ظاہر المتون انتہی یعنے یہی ظاہر متون فقہیہ ہے اور فتح القدیر مین مرقوم ہے وہو مقتضی عموم الادلۃ انتہی یعنے یہی مقتضی ہے ادلۂ شرعیہ کا کہ کتا نجس العین نہین ہے ان عبارات سے معلوم ہوا کہ در باب نجاست عینیہ واطہارت جلد کلب کل ائمہ حنفیہ سے دو روایتین ہین اور مشائخ حنفیہ کا فتوے بھی اس باب مین مختلف ہے پھر تقدیر قبال کو الزام سے نجات نہین ہوسکتی پر تقدیر روایت نجس العین ہونے کتے کے پس ظاہر ہے کیونکہ اس روایت پر چمڑا اوسکا نجس ہے زنہار سے پاک نہین ہوتا ہے پس اوسکو پہن کر نماز پڑھنا کسیطرح سے درست نہین ہے اور پر تقدیر روایت عدم نجاست کے اگرچہ اوسکا چمڑا پہن کے نماز ہوجاویگی لیکن اس قسم کے لباس پہن کر امرا و رؤسا کے سامنے انسان بسبب دناءت ورذالت کے پہننے کے نجاسے کے نماز حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہوتی ہے درمختار وغیرہ مین بحث مکروہات نماز مین مرقوم ہے وصلاۃ فی ثیاب بذلۃ بالمہملۃ ای مہنۃ انتہی دوسرے یہ کہ جو تہائی کو نجاست سے آلودہ کیا یہ جرارت اور بے حیائی قابل غور ہے کہ عمداً نجاست کے ساتھ نماز پڑھی اور حنفیہ کی طرف نسبت کردی کہ ایسی نماز اونکی نزدیک جائز ہے حالانکہ ایسی نماز سے حنفیہ کے نزدیک

سخت گناہ لازم ہوتا ہے اسوجہ سے کہ انکے نزدیک یہ امر محقق ہے کہ نجاست غلیظہ جیسے غلیظ اور پیشاب آدمے کا اگر کپڑے مین اتفاقاً لگ جاوے تو بقدر درہم کے اگر ہوا ور اوسکو بغیر دھوئے نماز پڑھ لے تو نماز ہوجاوے گی اور اگر نجاست خفیفہ ہے جیسے بکری کا پیشاب تو دو تہائی کپڑے سے کہ اگر ہو تو معاف ہے بدون دھوئے اگر نماز پڑھ لیگا تو نماز ہوجاویگی اور صحیح درست ہوجانے نماز کے ان دونون صورتون مین یہ نہین ہین کہ کچھ گناہ نہوگا یا دھونا نہ دھونا دونون برابر ہے بلکہ باوجود قدرت کے نہ دھونا اوسکا مکروہ تحریمی قریب حرام ہے صرف اوس سے مراد اسقدر ہے کہ اوس نماز کے قضا کی ضرورت ہوگی اور اگر درہم سے زائد نجاست غلیظہ ہو اور ربع یا ربع سے زائد خفیفہ ہو تو معاف نہین بدون دھوئے ہوئے اوسکے کسیطرح نماز درست نہین اور عمداً نجاست کپڑے مین لگا لینا اور قصداً نماز اوسکے ساتھ پڑھنا کسیطرح درست نہین بلکہ ایک فعل شان اسلام سے بعید ہے منویر الابصار اور اوسکی شرح درمختار مین ہے وعفی اشارع عن قدر درہم وان کرہ تحریما فیجب غسلہ وما دونہ تنزیہا فیسن وفوقہ مبطل فیفرض وہو مثقال فی کثیف الجرم وعرض اکف فی رقیق من مغلظۃ کقدرۃ آدمی اکند کلب ناخرج منہ موجبا للوضوء او الغسل مغلظۃ وبول غیر ماکول ولو من صغیر لم یطعم ودم وخمر وخنزیر وعلی دون ربع ثوب من مخففۃ کبول ماکول لحمہ وخرء طیر غیر ماکول انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ جو نجاست غلیظہ ہو جیسے آدمی کا پاخانہ اور پیشاب اور جو نجاست اوس سے نکلے کہ باعث واجب ہونے وضو اور غسل کا ہووے اور خون اور شراب اور پیشاب اون جانورون کا جنکا کھانا حرام ہے اور پیشاب جو اوس لڑکے کا جو صرف دودھ پیتا ہو اور پاخانہ مرغی کا اسمین جو کثیف جرم دار ہو اوس سے بقدر درہم کے معاف ہے اور جو رقیق ہو اوس سے بقدر مثقال کے گرہے کے معاف ہے اور نجاست خفیفہ سے جیسے پیشاب اون جانورون کا جنکا گوشت حلال ہے اور پاخانہ انہی جانورون کا بشرطیکہ گوشت حلال نہین ہو تہائی کپڑے سے کم معاف ہے مگر دونون صورتون مین باقی رکھنا اسقدر نجاست کا مکروہ تحریمی ہے اور نہ دھونا اوسکا ایسا ہے اور اگر اوس سے نجاست کم ہو تو اوسکا نہ دھونا مکروہ تنزیہی اور دھونا اوسکا مسنون ہے اور اگر اوس سے زیادہ ہو تو نماز بدون دھوئے اوسکے باطل ہے اور دھونا اوسکا فرض ہے اور محیط مین ہے یکرہ ان یصلی وعلیہ قدر درہم او دونہ من النجاسۃ الغالظۃ انتہی یعنے مکروہ ہے نماز ایسی حالت مین کہ اوسکے کپڑے یا بدن مین بقدر درہم یا اوس سے کم نجاست ہووے اور اوس شخص کو معلوم ہووے اور فتح القدیر مین ہے والصلوۃ مکروہۃ مع علمہ بہا انتہی اور نماز مکروہ ہے اوسقدر نجاست کے ساتھ جسقدر عفو ہے اور ایسی نہایہ اور بحر رائق اور شرح منیہ وغیرہ مین ہے پس معلوم ہوا کہ قفال غفال نے جیندا مر خلاف حنفیہ کے کیے ایک تو عمداً اپنے کپڑے کو نجس کرنا حالانکہ اسکو کوئی حنفی جائز نہین رکھتا ہے دوسرے یہ کہ جو تہائی

نجاست سے آلودہ کیا معلوم نہیں کہ کرن سی نجاست لگائی عجب نہیں ہے کہ اپنا غلیظ یا پیشاب لگایا ہو اگر وہ نجاست غلیظ ہو تو بقدر درہم حنفیہ کے نزدیک معاف نہ چوتھائی اور اگر خفیفہ ہو تو چوتھائی سے کم معاف ہے نہ بقدر چوتھائی پس چوتھائی کے ساتھ نماز کا ادا کرنا حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے تیسرے یہ کہ بقدر درہم یا قریب چوتھائی کے نجاست کا اگر نماز میں ہے تو حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی قریب حرام کے ہے پر تعجب ہے کہ ابو حنیفہ کے مذہب سے تو ازنکہ واقفیت نہ تھی تہمت لگانے پر تیار ہو گئے اور حرام افعال کا ارتکاب کر کے نسبت اوکی حنیفہ کیطرف کرنے لگا اور اپنے مذہب کی نماز میں ایسے امور کا ارتکاب نہ کیا منی آدمی کی اور ایسی سب جانوروں کی مذہب شافعی میں پاک ہے قال اگر اپنے مذہب کی نماز میں بقدر چوتھائی کپڑے یا اپنی منی تمام بدن میں لگا لیتے اور تھوڑا سا اوسکو پانی میں ڈالکر اوسی سے وضو کرتے اور تھوڑا سا بطور تبرک کے اوسکو شامل بھی فرما لیتے تو نہایت لطف ہوتا تیسرے یہ کہ بجائے اللہ اکبر کے شروع نماز میں خدا بزرگ کا استعمال کیا تعال آنکہ ابو حنیفہ کے نزدیک اگرچہ فارسی ہندی وغیرہ کسی زبان میں اگر ترجمہ اللہ اکبر کا کرے تو نماز درست ہے مگر خلاف کراہت سے نہیں اور متعین زبان عربی بلکہ خاص لفظ اللہ اکبر ہے ردالمحتار میں ہے وامامصحۃ الشروع بالفارسیۃ وکذا جمیع اذکار الصلوٰۃ فنفی علی الحلاف عندہ تصح الصلوٰۃ بہا مطلقا خلافا لہما والظاہر ان الصحۃ عندہ لا تنفی الکراہۃ انتہی پس اپنے شروع کرنا نماز کا فارسی زبان میں اور ایسی ہی اور اذکار نماز جیسے التحیات وتسبیح وغیرہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک زبان فارسی میں درست ہے مطلقاً اور امام اور ابو یوسف ومحمد کے نزدیک اگر زبان عربی سے عاجز ہو تو دوسری زبان میں ان اذکار کا ادا کرنا درست ہے ورنہ نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ امام کے نزدیک صحت نہیں نفی کراہت کو یعنی ادا کرنا ان اذکار کا اگرچہ نماز کی حد کے واسطے کافی ہو مگر بکراہت سے خالی نہیں ہے چوتھے یہ کہ تلاوت قرآن میں صرف ایک آیت پر کفایت کی حال آنکہ اگرچہ ابو حنیفہ کے نزدیک فرض ایک ہی آیت کا ہے مگر نہ ایسی آیت جیسے مدھامتان یا ثم نظر یا ص اور امام ابو یوسف ومحمد کے نزدیک بقدر تین آیت چھوٹی یا ایک آیت بڑی کے فرض ہے سعایہ فی کشف مافی شرح الوقایہ میں تبیین سے منقول ہے ثم کون فرض القراءۃ آیۃ انما ہو عند ابی حنیفۃ وقال ثلاث آیات قصارا وآیۃ طویلۃ ولو کانت الایۃ کلمۃ مثل مدھامتان او حرفا واحدا مثل ق ون اختلف فیہما وقال عرعیاسے الاصح انہ لا یجوز لانہ لیسے عادۃ الاقاریا انتہے یعنے فرض ہونا بقدر ایک آیت کے امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے اور کہا صاحبین نے کہ فرض بقدر تین آیت چھوٹی یا ایک آیت بڑی کے ہے اور اگر ہو وے آیت ایک کلمہ جیسے مدھامتان یا ایک حرف جیسے ق یا ن اسمیں موافق مذہب امام کے اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ نہیں جائز ہے کیونکہ اسقدر پڑھنے والا پڑھنے والا نہیں سمجھا جاتا ہے اور یہی اصح ہے

بحر الرائق سے منقول ہے اختلف المشائخ فیہ والصحیح انہ لا یجوز انتہی یعنے اگرچہ ایک کلمہ کے پڑہنے میں اختلاف کیا ہے مشائخ نے اسمیں اور صحیح یہ ہے کہ نہیں جائز ہے اور اوسمیں قنیہ سے منقول ہے الاصح عدم الجواز انتہی یعنے اصح یہ ہے کہ اسقدر قرات نہیں جائز ہے پانچویں یہ کہ اگرچہ ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک ہی آیت فرض ہے مگر اسکا پڑہنے والا گنہگار ہے شرح وقایہ میں ہے وفرض القراءۃ آیۃ والملتقی یہا مسی لترک الواجب انتہی یعنے فرض قرات کی ایک آیت ہے اور کفایت کرنے والا اسپر گنہ گار ہے بسبب ترک واجب کے چھٹے یہ کہ سورہ فاتحہ کا پڑہنا چھوڑ دیا حالانکہ تمام کتب حنفیہ میں ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑہنا واجب ہے اور عمداً اوسکے چھوڑنے سے فسق لازم آتا ہے ساتویں یہ کہ سورت کا ملانا چھوڑ دیا حالانکہ تمام کتب حنفیہ میں ہے کہ سورت کا ملانا بعد فاتحہ کے واجب ہے اور عمداً اسکا ترک کرنا بڑا گناہ ہے آٹھویں یہ کہ فارسی میں ترجمہ رکھا ستان کا پڑھا حالانکہ امام ابو حنیفہ کی اس باب میں دو قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ فارسی میں قرآن پڑہنا درست ہے عربی پڑہنے پر قادر ہو یا نہ ہو مگر اس سے اونہوں نے رجوع کیا اور آخر میں اسکے قائل ہو گئے کہ عربی پڑھنا فرض ہے فارسی پڑہنا نہیں درست ہے احکام النفاس فی ادا الاذکار بلسان الفارس میں تفصیل اس مسئلہ کی مذکور ہے جسکو شوق ہو اوسکا مطالعہ کرے اور اوسمیں ابن ملک کی شرح منار سے منقول ہے الاصح انہ رجع عن ہذا القول انتہی یعنے اصح یہ ہے کہ ابو حنیفہ نے رجوع کیا اس قول سے یعنے جواز غیر عربی سے اور تحقیق شرح منتخب حسامی سے منقول ہے قد صح رجوع ابی حنیفۃ الی قول الصاحبین رواہ نوح ذکرہ فخر الاسلام فی شرح کتاب الصلوٰۃ وہو اختیار القاضی ابی زید وعامۃ المحققین انتہی یعنے صحیح ہے ثابت ہوا رجوع ابو حنیفہؒ کا طرف قول اکثر کے کہ غیر عربی نہیں درست ہے روایت کیا ہے اسکو ابو حنیفہ سے نوح بن ابی مریم نے اور ذکر کیا اسکو فخر الاسلام بزدوی نے شرح کتاب الصلوٰۃ میں اور یہی مختار ہے قاضی ابو زید دبوسی سے اور اکثر محققین کا اور اسیطرح تمام کتب اصول وفقہ میں موجود ہے پس ہر قول صحیح وفتویٰ پر فارسی سے نماز نہیں ہوگی اور بر تقدیر قول اول خالی کراہت سے نہیں احکام النفاس میں نہایہ سے منقول ہے عند ابی حنیفۃ یجوز بکرہ وعندہما لا یجوز الا ذا کان لا یحسن العربیۃ انتہی یعنے ابو حنیفہ کے نزدیک فارسی پڑہنا جائز ہے اور مکروہ ہے اور ابو یوسف و محمد کے نزدیک نہیں جائز ہے مگر جبکہ عربی پر قدرت نہ ہو اور یہی احکام النفاس میں عینی کی شرح ہدایہ سے منقول ہے قال محمد بن الفضل ہذا الخلاف فیما اذا جری علی لسانہ من غیر قصد فمن تعمد ذلک فہو زندیق او مجنون فالمجنون یداوی والزندیق یقتل انتہی یعنے کہا محمد بن فضل بخاری نے کہ یہ خلاف درمیان امام اور صاحبین کے اوس صورت میں ہے کہ کسیکی زبان سے فارسی عبارت بروں قصد کے نکل جاوے اور جو شخص قصداً فارسی قرآن پڑہے پس وہ یا تو مجنون ہے پس اوسکی دوا کیجاوے گی یا وہ ملحد اور زندیق ہے پس وہ مارا جاویگا الحاصل ابو حنیفہ کے نزدیک بنا بر صحیح تو فارسی پڑہنا درست نہیں ہے

ع
بعد ثبوت ضرورت
عذر بعض ناواقف

اور برقول اول اگر درست ہے تو خالی کراہت سے نہیں اور درست ہونا بھی مطلقا نہیں بلکہ جب اتفاقا فاسی نکل جاوے اور قصد انہیں جائز ہے پس قصدا فاسی پڑھنا اور اوسکو امام کی طرف نسبت کرنا جیسا کہ تفاق سے صادر ہوا خالی حماقت سے نہیں نوٹ یہ کہ رکوع اور دونوں سجدوں میں اور درمیان رکوع اور سجدے کے اور دونوں سجدوں کے اطمینان چھوڑ دیا حالانکہ تعدیل ارکان یعنے اطمینان سے سب ارکان ادا کرنا اگرچہ ابوحنیفہ کے نزدیک فرض نہیں مگر اوسکی سنت موکدہ بلکہ واجب ہونے میں تو شبہ نہیں ہے وقایہ میں منجملہ واجبات نماز کے تعدیل ارکان بھی لکھدیا ہے اور بحرالرائق میں ہے ہو واجب علی ما خرجہ الکرخی وہو الصحیح کما فی شرح المنیۃ وسنۃ علی ما خرجہ الجرجانی انتہی یعنے تعدیل ارکان بمذہب ابوحنیفہ واجب ہے موافق استنباط و تحقیق کرخی کے اور یہی صحیح ہے اور سنت ہے موافق تحقیق ابوعبداللہ جرجانی کے اور فتاوے قاضی خان میں ہے ان اصلی اذا رکع ولم یمکن یدیہ من الرکوع حتی خر ساجدا ساہیا تجوز صلوتہ عند ابی حنیفۃ ومحمد علیہ السہو انتہی یعنے نماز پڑھتا ہے اگر رکوع کرے اور نہ اوٹھاوے سر کو رکوع سے بلکہ فی الفور گر پڑے سجدہ میں جائز ہوگی نماز اوسکی ابوحنیفہ و محمد کے نزدیک بایں معنی کہ کوئی رکن نماز اوس سے فوت نہیں ہوا لیکن اوسپر سجدہ سہو واجب ہوا بسبب ترک کردینے واجب کے اور تحقیق اس مبحث کے جوابات مسائل میں گذر چکے ہیں دسویں یہ کہ بوقت فراغت نماز السلام علیکم ورحمۃ اللہ کو چھوڑ دیا حالانکہ اس لفظ کے نماز کو تمام کرنا ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے تمام کتب حنفیہ میں اسکی تصریح موجود ہے یا رہویں یہ کہ بجائے السلام علیکم کے گوز مار دیا ایسی بیحیائی دے اور ایسی عبادت الٰہی میں بجز قتال کے اور کس سے ہوسکتی ہے معلوم نہیں کہ کتب سے اوسنے گوز مارنا کیا سمجھا تھا کہ اوسوقت اوسنے اپنے سر میں کا قمل کھول دیا یا اوسکو ریح بواسیر کا عارضہ تھا کہ ہر وقت اوسنے گوز مارا کرتا تھا معلوم نہیں اوسنے اسی پر کفایت کیوں کی برقع بیحیائی کا جب اوڑھ لیا تھا تو بزار سیون نہ کرو یا حقیقت اس بحث کی یہ ہے کہ ابوحنیفہ کے نزدیک خروج بصنعتہ فرض ہے اور لفظ سلام فرض نہیں بلکہ واجب ہے پس اگر لفظ سلام نہ کہا بلکہ کوئی کام منافی نماز کے قصدا آخر نماز میں کیا تو نماز اوسکی جائز ہوگی لیکن نہ بایں معنی کہ اوسپر ترک سلام سے گناہ نہ ہوگا اور حرکت ناشایستہ سے گناہ گار نہ ہوگا اور نہ بایں معنی کہ نماز اوسکی مقبول و کامل ہوجاویگی بلکہ بایں معنی کہ ارکان نماز کی اور فرائض اوسکے تمام ہوگئے اور ذمہ اوسکا قضاء نماز سے بری ہوگیا گو اوسپر گناہ اور لازم آگئے اور یہی معنی ہیں حدیث سے نماز تمام ہونے کے اور سند انکی یہ حدیث ہے جو سنن ابوداؤد میں ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اذا قعد الامام فی آخر صلوتہ ثم احدث قبل ان یتشہد فقد تمت صلوتہ یعنے جب بیٹھے امام آخر نماز میں اور حدث کردیا قبل اسکے کہ التحیات پڑھی نماز اوسکی تمام ہوجاویگی اور ایسی جامع ترمذی اور سنن بیہقی اور سنن دارقطنی وغیرہ میں مروی ہے پس یہ امر ابوحنیفہ کے نزدیک نہیں جائز ہے کہ آخر نماز میں قصدا گوز مار دے یا پائخانہ پھر دے ایسی حرکت ناشائستہ کرنیوالا شخص

جو مجنون ہوگا یا ملحد و زندیق واجب القتل ہوگا بلکہ غرض ابوحنیفہ کی یہ ہے کہ اگر کسی نے مثل قفال ہوا جانتے ہوئے ایک
عمداً ایسی حرکت لغو اپنی حماقت سے کی تو اوسکے واسطے حکم نماز تمام ہونے کا دیا جاویگا یعنے اوسپر قضا لازم نہوگی
مگر وہ شخص ایسی حرکت نا لائق سے اور بوجہ ترک طریقہ شرعیہ یعنے سلام کے سخت گناہ گار ہوگا اور نماز اوسکی
ناقص ہوگی الحاصل ایسا وضو جیسا قفال نقال نے کیا اور ایسی نماز جیسی قفال نے پڑہی ہرگز ابوحنیفہ اور فقہ
مقلدین کے نزدیک درست نہین ہے بلکہ ایسی طرح کی عبادت کرنے والے کو دین یا دیوانہ شمار کیا جاویگا پس حنفیہ کا
انکار جو مجلس سلطان محمود مین واقع ہوا بہت درست تہا اور قفال کا یہ کہنا کہ یہ نماز ابوحنیفہ کی محض
غلط تہا اور یہ جو اوس قصہ مین ہے کہ بادشاہ نے ایک نصرانی کو کہ ذی علم تہا شافعی اور حنفی کی کتابون کو پڑہنے کا
حکم دیا تو ابوحنیفہ کی نماز ویسی ہی پائی گئی جس طرح قفال نے پڑہ دکہائی تہی مجھ فقیر پر افترا پردازی و دغابازی ہے
معلوم نہین وہ کون کتابین حنفیہ کی تہین جنسے یہ امر ثابت ہوگیا کہ نماز ابوحنیفہ کی ایسی ہے کتب حنفیہ مین
کہین ایسی نماز کے جواز کا نشان نہین ملتا ہے اور نصرانی بیدین مخالف ملت اسلامیہ کا پڑہنا اور اوسکے
ترجمہ اور اقوال کا اعتبار کرنا ہی حماقت سے خالی نہین باقی سلطان محمود کا مذہب حنفی کو چہوڑ دینا مذہب حنفی
کے حق مین کچہ مضر نہین ایسے نافہمون اور سفیہون اور دنیا داروں کا اپنی سمجہ کے موافق کسی مذہب کو ترک
کر دینا اور کسی مذہب کو اختیار کر لینا کسی عاقل کے نزدیک معتبر نہین ہان اگر کوئی عالم مجتہد متدین ہو ایسی
حرکت ہوتی البتہ کسیقدر مذہب حنفی مین سستی ہونیکا احتمال ہوتا قولہ راقم کہتا ہے عجب نہین کہ اسوقت
کے حنفی بہی اس قصہ کو دیکہکر جو تنک اوتہین اور کہنے لگین کہ یہ افترا ہے اسطرح کی نماز ابوحنیفہ کے نزدیک
جائز نہین تو جواب یہ ہے کہ ہرگز ہرگز یہ افترا نہین ابوحنیفہ کے نزدیک اس طرح پر نماز پڑہنی بیشک و شبہ
جائز ہے اقول ؎ سنین گے ہم خدا نے کان سننے کو بنائے ہین ؎ کہے جو کچہ مزاج کافر بے پیر مین آئے
اس ہٹ دہرمی اور افترا پردازی کا یہی جواب ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین اے حضرت مفتری اس
زمانے کے حنفیہ پر کیا موقوف ہے ابوحنیفہ کے زمانے سے آج تک جتنے حنفیہ ہوے وہ سب اس امر کو جانتے ہین
کہ ایسی نماز جیسی قفال نے پڑہی ہرگز ہرگز بمذہب ابوحنیفہ صحیح نہین ہے بلکہ لغو و باطل ہے اور ایسی
نماز قصداً پڑہنے والا یا مجنون ہے یا ملحد اور زندیق ہے اگرچہ بتفصیل اسکی سابقاً ہم بیان کر چکے ہین مگر
آپ کی خاطر سے یہان بہی کہے سمع خراشی کرتے ہین زنہار کان لگا کے سنیے اور پردہ جہالت کو اوٹہا پھینکیے قولہ سنا اول کتے
کی کمال دباغت دی ہوئی کو پہنکر نماز جائز ہونے کے لیے ہدایہ اور شرح وقایہ فقہ کی کتابون مین لکہا
ہے اب واضح فقط ظہر و عبارت الصلوۃ فیہ والوضوء منہ الا جلد الخنزیر و الآدمی اقول سابقاً ہم لکہ چکے ہین کہ کتا
ایک حالت کے موافق جسپر بہت سے مشائخ حنفیہ نے فتوی دیا ہے نجس العین ہے اور اوسکا چمڑا دباغت سے پاک

نہیں ہوتا ہے اور ایک روایت میں نجس العین نہیں ہے لیکن موافق اس روایت کے بھی چمڑا کتے کا یا شیر یا
بھیڑیے کا بلا ضرورت پہننا نہیں درست ہے مولانا عبد الحی گنگوہی رسالہ ردصلوۃ قفال میں لکھتے ہیں ما وقع
فی بعض الروایات الضعیفۃ المرجوحۃ من جواز تیس جلود السباع فمذہب انہا ہو للضرورۃ ودفع الحرج عمن لا یجد غیرہا وہذا
مع وجود الثیاب علم بقبول یجوز لبسہا احد ولم یذہب کرنی کتبنا انتہی یعنے یہ جو بعض روایات ضعیفہ مرجوحہ میں ہے کہ تیس
چمڑے پہننا درست ہے پس وہ حکم بوقت ضرورت ہے اوس شخص کے حق میں جسکو اور کوئی چیز ستر چھپانے کے
واسطے نہ ملے اور بروقت ملنے اور کثرت کے کسی حنفی نے اسکے جواز کا حکم نہیں دیا اور نہ کسی کتاب میں
کتب حنفیہ سے اسکا ذکر ہے قولہ مسکدوم نجاست سے جو تہائی کپڑا آلودہ ہونے کے ساتھ نماز جائز
ہونے کے لیے ہدایہ میں لکھا ہے وان کانت النجاسۃ مخففۃ کبول ما یؤکل لحمہ جازت الصلوۃ معہ حتی یفحش التوب
یعنے اور اگر نجاست خفیفہ ہو جیسے پیشاب اون حیوانوں کا کہ گوشت اونکا حلال ہے جائز ہے نماز ساتھ
اوسکے یہانتک کہ پہنچے چوتھائی کپڑے کو اقول بڑا تعجب ہے کہ ایسے لوگ جنکو عبارت عربی کے
سمجھنے کی طاقت نہو اور دعوے اور دلیل کے موافقت کی تمیز نہو ائمہ پر اعتراض کرنے پر تیار ہوتے ہیں
آپ کو یہ خبر بھی ہے کہ دعوی آپ کا کیا ہے اور عبارت ہدایہ کا مطلب کیا ہے آپ کو فرصت قفال
بطال ثابت تو یہ کرنا ہے کہ چوتھائی کپڑے کو اگر نجاست سے آلودہ کرکے تو نماز اوسکے ساتھ جائز ہے اور
ہدایہ کی عبارت سے یہ نکلتا ہے کہ چوتھائی سے کمتک نماز جائز ہے اور چوتھائی جب نجس ہو جاوے تو
نہیں جائز ہے پس عبارت ہدایہ کو اپنے مطلب کے اثبات کے واسطے پیش کرنا یہ بات وضلالت
ہے اجی حضرت یہ مضمون تو ایک لڑکا بھی بکو ترجمہ اس عبارت ہدایہ کا سنا دے تو سمجھ لیگا کہ کیا مضمون
ہدایہ اور کیا وہ حرکت قفالیہ ناشایستہ آپ باوجود ادعائے حدیث دانی و ادائے فقہانیت وکمال
آگاہی اسکو نہ سمجھے سو بجا ہے بام یار سے دعوائے ہمسری + اپنی زرا بساط تو دیکھ + ممکن
نہیں کہ یوں در مقصد تجھے ملے + اس جنس کی تلاش میں اک اک دکان دیکھ + اور اسکی بھی کچھ
خبر آپ کو ہے یا نہیں کہ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ ربع سے کم معاف ہے مگر عمداً اسقدر نجاست لگا لینا
کسی کے نزدیک نہیں درست ہے بلکہ ایسی حرکت کرنے والا بے حیا اور دیوانہ شمار کیا جاتا ہے قال قرمی رسالہ
ردصلوۃ قفال میں لکھتے ہیں حنیفہ ہذا بعد جراۃ منہ علی الدین واستخفافا بامر الصلوۃ التی ہی احد ارکان
الاسلام ومما علم ان القیام بین یدی من ہو واجب التعظیم مستحبا لما استقر راسا فی الادب وموجب اعظم تکیف
عمد ہذا المنتسب الی العلم الی التطلع بالنجاسۃ لغیر عذر الی ہذا ابتاعا لہواہ فانہ اضمہ واعماہ وعن طریق الحق ابعدہ
وارداہ انتہی یعنے یہ کام قفال کا کہ اوسنے قصداً چوتھائی کپڑے کو نجاست سے آلودہ کر لیا جرأت بے دین ہے

دوزخ میں جانا ہوتا نماز کو کہ ایک رکن دین اسلام ہے لیا نہ سمجھا قفال کہ پروردگار کے سامنے کھڑا ہونا نجاست لگنے سے بڑی بے ادبی ہے اور باعث ہلاکی کا ہے پس کیسے قصد کیا اس شخص نے جو علم کی طرف منسوب ہوتا ہے کہ نجاست سے آلودہ کرنے کا ان قصد کیا اس طرف اپنی خواہش نفسانی کے اتباع سے اور پیروی نفس امارہ کو انہا کر دیا اور بہرا نہا دیا اور راہ ہدایت سے دور کر دیا اور بعد اسکے لکھتے ہین لا وجہ لصحتہ ہذہ الصلوٰۃ عندنا یعنے نہین کوئی وجہ ہے ایسی نماز کے صحیح ہونے کے حنفیہ کے نزدیک لانہ لا یخلو اما ان یلطخ ثوبہ بالنجاست المغلظۃ کالدم والبول والغائط وغیرہا فہذا لا وجہ لصحتہا ابدا لان المعفو عنہ منہا قدر الدرہم فما دونہ لا مالو صلی واما ان یلطخ بالنجاست المخففۃ کبول ما یؤکل لحمہ فلا وجہ ایضا لجواز ہا لان المعفو عنہ منہا ما دون الربع انتہی اسوجہ سے کہ وہ حال سے خالی نہین یا تو اوسنے چوتہائی کپڑے کو نجاست غلیظہ سے آلودہ کیا جیسے خون اور پیشاب اور پائخانہ وغیرہ پس اسکے جواز کی کوئی وجہ نہین اسوجہ سے کہ نجاست غلیظہ سے صرف بقدر درہم اور اوسکے کم معاف ہے نہ زائد اوس سے اور یا اوسنے نجاست خفیفہ لگائی ہو پس اسکی بھی کوئی صحت کی وجہ نہین ہے اسوجہ سے کہ نجاست خفیفہ سے چوتہائی سے کم تک عفو ہے نہ بقدر چوتہائی اور ملا عبد النبی اپنے رسالہ مین لکھتے ہین اما التعمد الی تنجیس الطاہر وتلطیخہ بالنجاسات فامر مستنکر مستبعد وقوعہ من مسلم فضلا عن العلماء المجتہدین انتہی یعنے قصد اگر کپڑے کو نجس کر لینا اور نجاست اوسمین لگا لینا پس نہایت برا کام ہے ایسے امر کا وقوع شان مسلم سے بعید ہے چہ جائیکہ علماے مجتہدین کی شان سے اور بھی لکھتے ہین قد تبین بعلمہ کتب اصحابنا فقد ذکروا ان الطہیر النجاستہ واجبۃ مطلقا یعنے ہمارے کتب حنفیہ مین اسکا عکس مذکور ہے پس تحقیق ذکر کیا ہے حنفیہ نے کہ پاک کرنا کپڑون کو نجاست سے مطلقا واجب ہے کم ہو نجاست یا زیادہ فقد ذکر فی فتاوے البزازی انہ لو صلی ثوبہ نجس کثیرہ اور ذکر کیا ہے بزازی نے اپنے فتاوے مین کہ اگر نجس کپڑے سے مین نماز پڑہیگا تو نماز اوسکی مکروہ تحریمی ہوگی وفی مطالب المومنین اور مطالب المومنین مین ہے سئل ابو بکر عمن رای النجاستہ علی ثوبہ وہی اقل من قدر الدرہم وہو فی الصلوٰۃ پوچہا کسی نے ابو بکر سے اوس شخص کے حکم سے کہ دیکہا اوسنے اپنے کپڑے پر نجاست کو کم درہم سے حالت نماز مین فقال ان کان فی الوقت سعۃ فالاصل ان یغسل ثوبہ وان کان لا تفوتہ الجماعۃ ویجد موضعا آخر فلذلک وان کان لا یجد الجماعۃ ویفوتہ الوقت یمضی علیہ وکذا فی الحاوی پس جواب دیا ابو بکر نے کہ اگر وقت نماز مین گنجائش ہو پس ضرور ہے کہ کپڑا دہوڈالے پہر نماز پڑہے اور ایسی اگر جماعت کے فوت ہونے کا خیال نہو اور اگر یہ خیال ہو کہ اگر کپڑا دہویا جاویگا جماعت فوت ہو جاویگی یا وقت نماز گذر جاویگا اس صورت مین نماز پڑہ لے ایسی مذکور ہے حاوی مین وفیہ اوہی

مطالب المومنین مین ہے النجاسۃ اذا کانت قدر الدرہم او اقل وہی غلیظۃ لا یمنع اداء الصلوٰۃ والکثیرہ اذا کان عالما بہ کذا فی شرح الطحاوی انتہی یعنے نجاست غلیظہ اگر کم ہو مقدار درہم سے نہ منع کریگی ادائے نماز سے لیکن مکروہ ہے نماز بغیر دہوئے ہوے اوسکے ایسی ہے شرح طحاوی مین الحاصل حنفیہ کے نزدیک ہرگز یہ نہین جائز ہے کہ قصداً اپنے کپڑے کو نماز کے وقت نجاست سے آلودہ کرے اور نہ نماز مین کپڑے سے درست ہے اگر نجاست غلیظہ درہم سے زائد ہو یا نجاست خفیفہ بقدر چوتھائی یا زائد لگی ہو تو ان نجاست غلیظہ بقدر درہم اور خفیفہ چوتھائی سے کم معاف ہے یا ین معنی کہ اگر بوقت ضرورت نماز ساتھ اوسکے پڑہ لیگا تو نماز ہو جائیگی مثلاً یہ کہ پانی دہونے کے واسطے نہ ملے یا دہونے مین وقت نماز چلے جانیکا یا جماعت کے فوت ہونے کا خیال ہو اور بلا ضرورت نماز اسقدر بھی نجاست کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے آپ سمجھ لیجاؤ کہ قفال نے جو حرکت کی کہ قصداً چوتھائی کپڑے مین نجاست لگائی اس حنفی کے نزدیک جائز ہے اور کس کتاب مین حنفیہ کے یہ مسئلہ مذکور ہے تمام کتب حنفیہ کو اگر دیکھ ڈالو اور قفال کی قبر کی خاک یہان ڈالو اور اوسکی قبر پر جاکر فریاد کرو تب بھی اس حرکت ناشایستہ قفال کی سند کتب حنفیہ مین نہ ملیگی پھر کس منہ سے کہہ رہے ہو کہ حنفیہ کے نزدیک ایسی نماز جائز ہے ۵ کبھی فروغ بناؤنگے پنس یار چراغ ۴ وہ ماہ ایک طرف اک طرف ہزار چراغ ۴ قولہ مسئلہ سوم نبیذ تمر سے وضو کرنے کے لیے ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے فان لم یجد الا نبیذ التمر قال ابو حنیفہ یتوضا بہ ولا یتیمم یعنے اگر سوائے نبیذ تمر کے پانی نہ ملے تو کہا ابو حنیفہ نے وضو اوس سے کرے اور تیمم نہ کرے ۱ قول ۵ جو جفا کرتے ہو کہتے ہین بجا کرتے ہو ۴ کوئی اتنا نہین کہتا کہ یہ کیا کرتے ہو ۴ آپ کو اتنی تمیز نہین ہے کہ ہدایہ کی عبارت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک نبیذ تمر سے وضو جائز ہے جب اور پانی میسر نہووے اور اگر اور پانی ملے تو ہرگز نہین جائز ہے اور قفال نے جسوقت حضور بادشاہ مین وضو کیا اوسوقت وہ جگہ کچھ پانی کے واسطے کربلا نہ تھی کہ پانی نہ ملتا ہو پس اوسکے وضو کی سند عبارت ہدایہ کیونکر ٹھہری بلکہ موافق مذہب حنفیہ کے نماز قفال کی بے وضو ٹھہری بالاتفاق حنفیہ کے نزدیک ایسی نماز جائز ہونے کو کیا معنی ہین قولہ مسئلہ چہارم وضو کیواسطے نیت کے واجب ہونے کے لیے شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر مین لکھا ہے لا یفتقر اعتبارہا الی ان یسوی یعنی وضو کے لیے حاجت نیت کی نہین ہے اور اسیطرح عینی نے شرح ہدایہ مین لکھا ہے ۱ قول ۵ حنفیہ کے نزدیک پانی سے وضو کرنے کی صورت مین ہے کہ اگر بدون نیت وضو کریگا تو نماز اوس سے درست ہو جاویگی مثلاً یہ کہ دریا مین کسی نے غوطہ لگایا یا بقصد دفع گرمی کے اعضاء وضو کو دھویا اصلا ارادہ اوسکا

وضو کرنے کا نہ تھا تو ایسی صورت مین حنفیہ کے نزدیک وضو ہوگیا یا ین معنی کہ اگر اوس سے نماز پڑہے گا تو نماز ہوجاویگی مگر ثواب وضو سے محروم رہیگا اور نبیذ سے وضو کرنے مین حنفیہ کے نزدیک بھی نیت شرط ہے آپ نے وہ عبارت فتح القدیر کی تو دیکھ لی اور عینی کی شرح ہدایہ کی عبارت بھی جو درباب عدم وجوب ترتیب کے ہے دیکھ لی اور نہ سمجھے کہ یہ حنفیہ کے نزدیک مطلق وضو مین نہین ہے عینی نے خود ہی شرح ہدایہ مین کہدیا ہے ذکرالقدوری فی شرحہ عن اصحابنا التوضی بنبیذ التمر لایجوز الا بالنیۃ کالتیمم انتہی یعنے ذکر کیا ہے قدوری نے اپنی شرح مین ہمارے ائمہ سے کہ وضو نبیذ تمر سے بدون نیت کے نہین جائز ہے مثل تیمم کے پس معلوم ہوا کہ قفال نے جو وضو نبیذ تمر سے بدون نیت کے کیا وہ کسی حنفی کے نزدیک جائز نہین تھا پس نماز اوسکی بے وضو رہی ٹھہری علاوہ ازین بدون نیت کے وضو کرنا قفال کا باوجود یکہ اوسکو قصد تھا کہ اسی وضو سے نماز حنفی کی پڑہونگا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے اسوجہ سے کہ نیت جو شافعیہ کے نزدیک فرض اور حنفیہ کے نزدیک سنت موکدہ مذہب صحیح ہے اوس سے مراد زبان سے الفاظ نیت پڑہنا نہین ہے بلکہ صرف ارادہ اور وہ یہان موجود ہے ملا عبدالنبی کنگوہی لکھتے ہین وقولہ بلا نیۃ غیر صحیح یعنے قول اوسکا کہ قفال نے بے نیت کے وضو کیا صحیح نہین ہے لان النیۃ فی الوضوء عندنا عبارۃ عن ان یقصد المتوضی فی ابتداء الوضوء وعند الشروع فیہ اداء الصلوۃ بوان یکون فعلہ ارادۃ الصلوۃ لالتبرید اسوجہ سے کہ نیت وضو مین ہمارے نزدیک عبارت ہے اس امر سے کہ قصد کرے وضو کرنے والا شروع وضو مین اور بوقت شروع وضو کے ادائے نماز کا اور یہ کہ ہو وضو کرنا اوسکا بغرض ادائے نماز نہ بقصد ٹھنڈک گرمی وجھوانتکی وغیرہ وما تلفظ بہا فالمستحب زائد علی اصل النیۃ فعل القلب وان اللسان اور لیکن تلفظ کرنا ساتھ نیت کے پس مستحب ہے اور زائد ہے اصل نیت پر کیونکہ نیت فعل قلب ہے نہ فعل زبان وہذا موجود فیما نحن فیہ لانہ قصد بہذا الوضوء بنیۃ التمر الاداء والصلوۃ وہو عند ابی حنیفۃ کالتیمم یعنے بلا نیت اور یہ یہان موجود ہے کیونکہ نہین ارادہ کیا قفال نے اپنے وضو سے مگر ادائے نماز کا بمذہب حنفیہ پس کیونکر صحیح ہوگا قول اوسکا کہ بدون نیت کے وضو کیا مع ہذا فالنیۃ شرط لصحۃ الوضوء بنبیذ التمر فاذا کان بلا نیۃ لم یصح الوضوء فصلوۃ بلا طہارۃ فیکفر بہ فاعلہ انتہی اور یہی نیت شرط ہے صحیح ہونے وضو کے بین نبیذ تمر سے پس جبکہ وضو کیا اوسنے بدون نیت کے نہ صحیح ہوا وضو اوسکا اور نہ ہوئی نماز اوسکی بدون طہارت کے اور بدون وضو کے نماز پڑہنے سے کفر لازم آتا ہے قولہ شمد شیشم اور کہا کہ فارسی مین خدا سے بزرگ کہنے کے لیے اور قرأت کو زبان فارسی مین پڑہنے کے لیے ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے فان افتتح الصلوۃ بالفارسیۃ او قرأ فیہا بالفارسیۃ او ذبح وسمی بالفارسیۃ وہو یحسن العربیۃ اجزاہ عند ابی حنیفۃ یعنے اگر شروع کرے نماز فارسی زبان مین یا پڑہے زبان فارسی یا ذبح کرے

اور پڑھے بسم اللہ زبان فارسی میں اگرچہ عربی اچھا جانتا ہو نماز اوسکی جائز ہے ابوحنیفہ کے نزدیک اور قول ہدایہ میں یہ بھی تو لکھا ہے وبہ دی رجوعہ فی اصل المسئلۃ الی قولہما وعلیہ الاعتماد انتہی یہ آپ کو نہ دکھائی دیا کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابوحنیفہ کا مذہب پہلے یہ تھا کہ فارسی میں قرآن پڑھنا باوجود قدرت کے عربی پر درست ہے بعد اوسکے اونہوں نے رجوع کیا اس قول سے اور قول صاحبین کو اختیار کیا کہ جو شخص عربی پڑھ سکتا ہو اوسکو فارسی میں درست نہیں ہے اور اسی پر فتوے ہے فاضل قرہی کے رسالہ میں ہے نقل فی الغایۃ عن فخر الاسلام قال الخلاف فیمن لا یحسن فی دیننا کلہ علی روایۃ الجواز المرجوع عنہا یعنے نقل کیا ہے غایۃ میں فخر الاسلام سے یہ روی سے کہ خلاف درمیان ابوحنیفہ اور صاحبین کے اوس شخص میں ہے جو محرب دین ومتہم وملحد ہو اور اگر وہ شخص متبدع ہو اور دین میں فساد ڈالتا ہو تو اوسکو فارسی پڑھنا کسی کے نزدیک نہیں درست ہے اور یہ روایت جواز پر ہے جس سے امام نے رجوع کیا وہما علی الروایۃ الصحیحۃ عن ابی حنیفۃ فلا یجوز القراءۃ بالفارسیہ اصلا اور لیکن موافق روایت صحیحہ کے ابوحنیفہ سے پس نہیں جائز ہے قراءت فارسی میں ہرگز قال مولانا عبدالعزیز البخاری فی شرح البزدوی قد صح رجوعہ الی قول الثلاثۃ رواہ عنہ فی غیر ابی مریم ذکرہ المصنف فی شرح المبسوط وہو اختیار القاضی الامام ابی زید وعامۃ المحققین وعلیہ الفتوی کہا عبدالعزیز البخاری نے شرح اصول بزدوی میں تحقیق یہ ثابت ہے رجوع کرنا ابوحنیفہ کا طرف قول اکثر کے روایت کیا اسکو اور نے نوح بن ابی مریم نے ذکر کیا ہے اسکو فخر الاسلام نے شرح مبسوط میں اور یہی مختار ہے قاضی ابوزید دبوسی کا اور اکثر محققین کا اور اسی پر فتوے ہے وفی فتح القدیر وہو الصحیح انتہی اور فتح القدیر میں ہے کہ رجوع کرنا امام کا صحیح ہے وقال فی جامع الفصولین الصحیح ہو الرجوع عن قول جواز الصلوۃ بالفارسیۃ وعلیہ الاعتماد اور کہا جامع فصولین میں کہ صحیح ہے رجوع کرنا ابوحنیفہ کا قول جائز ہونے نماز کے بزبان فارسی اور اسی پر اعتماد اور فتوے ہے وفی الغایۃ شرح الہدایۃ ذکر ابوبکر الرازی انہ رجع الی قولہما وعلیہ الاعتماد والفتوی اور غایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ ذکر کیا ہے ابوبکر رازی نے کہ امام نے رجوع کیا قول صاحبین کی طرف اور اسی پر فتوی ہے وقال حافظ الدین ابو البرکات النسفی حتی قالوا لو کتب الانسان مصحفا بالفارسیۃ اوداظب علی القراءۃ بہا فالواجب ان یمنع ویہب الی ان رزندقہ او الجنون یرد ویوجع والجنون یرادی یعنے کہا حافظ الدین ابوالبرکات نسفی نے کہا مشائخ نے کہ اگر لکھے کوئی شخص قرآن فارسی میں یا فارسی قرآن پڑھنے کی عادت کرلے منع کیا جاویگا اس سے اور نسبت کیا جاویگا طرف زندقہ یا جنون کے اور زندیق ادب دیا جاویگا اور مجنون کی دوا کیجاویگی وقال الامام ابوبکر محمد بن الفضل اور کہا ابوبکر محمد بن فضل نے

ہذا الکلام فیما اذا جری علی لسانہ من غیر تعمد یہ خلاف ابو حنیفہ اور صاحبین ہین کہ امام فارسی پڑہنے کو جائز کہتے ہین
اور صاحبین نہین اوس صورت مین ہے کہ جب کسی کے زبان سے کوئی کلمہ فارسی کا بدون قصد کے نکلجاوے امامن تعمد
ذلک فہو زندیق او مجنون فالزندیق یقتل المجنون یداوے انتہی لیکن جو شخص قصداً فارسی پڑہے پس وہ یا تو زندیق
ہے یا مجنون ہے پس زندیق مارڈالا جاویگا اور مجنون شفاخانہ مین واسطے علاج کے بہیجا جاویگا اور رسالہ گنگوہی مین ہے
ہی الاصحۃ لہ اصلا علی مذہب ابی حنیفۃ لما علی المختار الصحیح المفتی بہ ولا علی غیر المختار المرجوع عنہ یعنی نہین صحت ہے مقابل کی نماز
کہ جسمین اوسنے فارسی قراءت کے موافق مذہب ابو حنیفہ کے نہ موافق قول صحیح مختار مفتی آور نہ موافق قول غیر مختار
کے کہ جس سے اونہون نے رجوع کیا فقی التحقیق شرح الحامی ثم الخلاف فی من لا یتہم بشیء من البدع وقد تکلم بالفارسیۃ
فی الصلوۃ بکلمۃ او اکثر غیر ماولۃ ولا محتملۃ للمعانی وزاد بعضہم ولم یحسن نظم القرآن وعن الامام ابی بکر محمد بن الفضل
ان الخلاف فیما اذا جری علی لسانہ من غیر قصد اما من قصد ذلک فیکون مجنونا او زندیقا والمجنون یداوی والزندیق
یقتل یعنے تحقیق شرح منتخب حسامی مین ہے کہ خلاف ابو حنیفہ اور صاحبین مین کہ امام فارسی پڑہنے کو باوجود
قدرت کے عربی پر جائز کہتے ہین اور صاحبین بشرط تہمت اوس شخص مین ہے کہ متہم ساتھ الحاد اور بدعت کے
نہو اور ایک دو کلمہ قرآن کا ترجمہ اوسنے پڑہ دیا ہو بشرطیکہ وہ کلمہ محتمل معانی نہو اور مأول نہو اور بعض مشائخ نے
یہ بھی شرط کی کہ ترتیب قرآنی بھی نہ بگڑے آور ابو بکر محمد بن فضل سے منقول ہے کہ یہ خلاف اوس صورت مین ہے
جب کہ بدون قصد کے ایک دو کلمہ کا ترجمہ زبان سے نکل جاوے اور جو قصداً پڑہے وہ یا تو دیوانہ ہے پس
اوسکی دوا کیجاوے گی یا زندیق ہے پس مارڈالا جاویگا وقد صح رجوع ابی حنیفۃ الی قول الامامۃ رواہ نوح بن ابی مریم
عنہ ذکرہ فخر الاسلام فی شرح کتاب الصلوۃ اور صحیح ہوا ہے رجوع کرنا امام کا قول اکثر کی طرف کہ باوجود قدرت
کے عربی پر فارسی پڑہنا نہین درست ہے روایہ کیا اس رجوع کو نوح بن ابی مریم نے ابو حنیفہ سے ذکر کیا ہے
اسکو فخر الاسلام نے شرح کتاب الصلوۃ مین وہو مختار القاضی ابی زید وعامۃ المحققین وعلیہ الفتوے آور یہی
مختار ہے قاضی ابو زید دبوسی کا اور اکثر محققین کا اور اسی پر فتوے ہے وفی التوضیح لکن الاصح انہ رجع عن ہذا
القول آور توضیح مین ہے کہ اصح یہ ہے کہ امام نے رجوع کیا اس قول سے وفی التلویح مثل مافی التحقیق اور
تلویح مین مثل مضمون تحقیق کے ہے لعدم الصحۃ علی القول المختار الصحیح المفتی بہ ظاہر ہے کہ نہین صحیح ہونا نماز کا موافق
قول مختار صحیح مفتی بہ کے تو ظاہر ہے کیونکہ اس قول کے موافق جو شخص باوجود قدرت کے عربی پر فارسی پڑہیگا
اوسکی نماز نہوگی وکذا علی القول السابق لان الشرط ان لا یخل بنظم القرآن وتکون تلک الکلمۃ علی وزان
الکلمات القرآنیۃ انتہی آور ایسی موافق قول قدیم ابو حنیفہ کے کہ فارسی پڑہنا مطلقاً درست ہے بھی نماز قفال
کی نہین صحیح ہوئی کیونکہ اوس قول کے موافق شرط یہ ہے کہ ایسا ترجمہ کرے کہ نظم وترتیب قرآنی مین خلل واقع نہو

اور وہ کلمہ موافق و مشابہ کلمات قرآنیہ کے ہو قولہ مسئلہ ہفتم نمازمین مثل آیت مدہامتان کے چھوٹی آیت کے پڑہنے کے فتاوے عالمگیری وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے ومنها القراءة دفرضها عند ابی حنیفة تیاری بآیة واحدة وان کانت قصیرة کذا فی المحیط یعنے اور اوسمین سے ہے قراءت اور وہ ابوحنیفہ کے نزدیک فرض اسیقدر ہے کہ پڑہی جاوے ایک آیت اگرچہ ہو چھوٹی اقول اورنہین کتابون مین یہ بھی لکھا ہے کہ فاتحہ پڑہنا اور اوسکے ساتہ سورت ملانا ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے اور حکم واجب کا یہ ہے کہ اگر قصداً اوسکو چھوڑ دیگا تو نماز ناقص ہوگی اوسکا اعادہ واجب ہوگا اور گناہ بھی لازم ہوگا اور اگر سہواً چھوڑ دیگا تو سجدہ سہو لازم آوے گا اور اگر سجدہ سہو نہ کریگا تو نماز ناقص ہوگی اعادہ اوسکا ضروری ہوگا آپ کی مثل ایسی ہے کہ لاتقربوا الصلوة کو پڑہ کے دانستہ شکاری کو چھوڑ دیتے ہین اور بے سمجھے بوجھے اعتراض پر تیار ہوتے ہین قولہ مسئلہ ہشتم رکوع اور سجود مین طمانیت کی فرض ہونے کے لیے فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے وکیرہ ترک الطمانینة فی الرکوع والسجود وهوان لایقیم صلبه یعنے رکوع اور سجود مین طمانیت کو چھوڑ دینا مکروہ تحریمی اور معنی طمانیت کے یہ ہین کہ قائم کرے پیٹھ اپنی کو اقول آپ کو کچہ خبر بھی ہے کہ یہ کیا مراد ہے کیسی خبر ہو کچہ علم ہو یا سچہ ہو تو خبر ہو کل مسلمان ہو کے آج ملاین گئے پہر پہلا کیونکر معلوم ہوگا ہمسے تفصیل اسکی سنیے کہ کلام فقہا مین جب کراہت کی لفظ کا مطلق استعمال کیا جاتا ہے تو مراد اوس سے کراہت تحریمی ہوتی ہے اور مکروہ تحریمی قریب حرام کے ہے اور حکم مین برابر حرام کے ہے پس اس عبارت سے یہ ثابت ہوا کہ چھوڑ دینا اطمینان کا مکروہ تحریمی قریب حرام کے ہے پس معلوم ہوا کہ اطمینان کرنا یا واجب ہے یا سنت موکدہ ہے ورنہ اگر مباح یا مستحب ہوتا تو اوسکا چھوڑ دینا مکروہ تحریمی نہوتا پس امام کے نزدیک اطمینان کے فرض ہونے کی یہ معنے نہین ہین کہ انسان مختار ہی چاہے کرے یا نکرے بلکہ انکے نزدیک فرض اگر نہین ہے تو واجب یا سنت موکدہ تو ضرور ہے اور صحیح یہ ہے کہ واجب ہے اوسکے قصداً چھوڑ دینے سے نماز ناقص ہوتی ہے اور گناہ لازم ہوتا ہے اور سہواً چھوڑنے سے سجدہ سہو لازم ہوتا ہے رسالہ شمس الائمہ کردری مین ہے ناقال ابوحنیفہ یجب علیه ان یقرء قدر ما لایقل بینهما یل اوجب القعدة الفاصلة بین السجدتین ونهی عن النقر انتهی یعنے نہین کہا ابوحنیفہ نے کہ واجب ہے نمازی پر کہ مثل مرغ کے دو مرتبہ سر زمین پر رکہدے اور درمیان دو سجدون کے نہ بیٹہے بلکہ واجب کیا ابوحنیفہ نے بیٹہنے کو درمیان دو سجدون کے اور منع کیا مرغ کی طرح ٹھونگ مارنے سے قولہ مسئلہ نہم نماز سے سلام کام اپنے کے نکلنے کے لیے یعنے بجاے السلام علیکم خواہ گوز مار دے خواہ کچہ اور کام کرنے لگ جاوے اوسکی جائز ہونے کے فی کنز الدقائق مین لکھا ہے والخروج بصنعه اقول قربتی

اسکے رد میں لکھتے ہیں بعری قد ظن ان ضرطتہ ہذہ لیا فعۃ وانما ہی لا عن رتبۃ العلماء ولم یکن احد من فساق المسلمین لیفعل ذلک ویفعل احد تقالوا انہ ملحد فد استخف بالشرع والاسلام بل عندہم ان ترک الصلوۃ اہون بکثیر من ہذہ الصلوۃ المشتملۃ علی ہذہ القبائح انتہی یعنے گمان کیا قفال نے کہ یہ گوز مارنا اوسکے واسطے ثابت ہے حال آنکہ اس گوز نے اوسکو رتبۂ علماء سے خارج کردیا اور ایسا کام کوئی مسلمان فاسق بھی نکریگا اور اگر کوئی شخص ایسی حرکت کرے تو سب اہل اسلام یہی حکم دینگے کہ یہ ملحد ہے اسنے شریعت اور اسلام کو ہلکا اور ذلیل سمجھا بلکہ نماز نہ پڑھنا آسان ہے ایسی نماز پڑھنے سے کہ ایسی بری باتوں پر مشتمل ہے اور گنگوہی لکھتے ہیں جس ما فعل فعل فعلا حاشا عنہ فعلۃ السلاطین وہا ہو الاقل ابلیس عند سماع الاذان والاقامۃ کما ہو معلوم من الحدیث النبوی انتہی یعنے بُرا کام کیا قفال نے اور ایسی حرکت کی کہ جسکو بارگاہ بادشاہان دنیا کے مسخرے بھی نہیں جائز کہتے ہیں اور نہیں یہ کام مگر کام شیطان لعین کا جیسا کہ حدیث نبوی سے ثابت ہے کہ جب اذان یا اقامت ہوتی ہے تو شیطان بھاگتا ہے گوز مارتا ہوا اور رسالہ کروری میں ہے ما قال ابو حنیفۃ یجب ان یحدث عمدا بدلا عن التسلیمۃ بل قال یکرہ الحدث فی المسجد بغیر المصلے والنوم مخافۃ ان یسبقہ الحدث وکرہ ضحکہ ان یحدث بحدیث الدنیا وانما قال اذا احدث عمدا بعد ما قعد قدر التشہد لا الف صلوۃ لوجودہ بعد انتہاء الصلوۃ فصار کما لو احدث بعد انتہاء الصلوۃ انتہی یعنے یہ نہ مذہب ابو حنیفہ کا نہیں ہے کہ بعد التحیات گوز کرنا بدلے میں لفظ سلام کے نمازی پر واجب ہے بلکہ امام کے نزدیک غیر نمازی کو بھی مسجد میں گوز مارنا مکروہ ہے اور سونا مسجد میں بھی مکروہ ہے اسی خوف سے کہ سونے کی حالت میں گوز نہ نکل جاوے اور مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا بھی مکروہ ہے باعتبار اسکے کہ کوئی عقلمند کہیگا کہ حالت نماز میں ایسی حرکت ناشائستہ اونکے نزدیک درست ہے بلکہ کراہت یا واجب ہے ہاں امام کا مذہب یہ ہے کہ اتفاقاً اگر کسی نالائق سے ایسی حرکت شیطانی ہوگئی تو نماز اوسکی فاسد نہوگی بسبب ہونے اس حرکت کے بعد ختم ہوجانے ارکان وفرائض نماز کے پس ہوگا شامل حدث کرنے کے بعد فراغت نماز کے قولہ آئندہ پنجم وضو کے لیے ابو حنیفہ کے نزدیک ترتیب واجب نہیں مستحب ہے چنانچہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے عند القدوری النیۃ والترتیب والاستیعاب من المستحبات یعنے نزدیک قدوری کے نیت اور ترتیب اور سب اعضاؤں کا دھونا مستحب ہے اقول افسوس صد افسوس اس زمانے کا انقلاب تا بحسرت ہے مقام حیرت ہے جنکو ترجمہ عبارت عربی کا بھی سلیقہ نہیں مطالب درکنار وہ امام ابو حنیفہ پر اعتراض کرنے پر تیار جنکو مذہب حنفیہ سے مطلقاً واقفیت نہیں بلکہ کتب حنفیہ کے مطالب سمجھنے کی طاقت بھی نہیں وہ حضرات ائمہ پر اعتراض کرنے کو سر جوڑ بیٹھے ہیں افتخار استاد انہیں لوگوں کی خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دے گئے تھے کہ آخر زمانہ

علم کم ہو جائیگا اور جہل پھیلجائے گا یہانتک کہ لوگ جہال کو مفتی و عالم سمجھنگے اور انہی مسئلی پوچھنگے تو یہ لیسی بڑی
فتنے دیکے خود گمراہ ہونگے اور دوسرون کو گمراہ کرینگے اجی حضرت کتاب بیچ لینا اور دوا لی کر پڑھنا آسان ہے
مگر کتاب کا مطلب سمجھنا بڑی مشکل ہے اگر ایسہی مطلب کتاب کا ہر شخص سمجھ لیا کرتی تو جتنی کتب مختص کتب خانہ میں
ہین وہ سب علامہ دہر ہو جاوین یعنی اوہر لادا اور استیعاب کا مطلب ہمسے سمجھ لو اور اپنی ناسمجھی پر شرما ہو یہ
ترجمہ آپنے کیا یعنے سب اعضاؤن کا دھونا قدوری کے نزدیک مستحب ہے معلوم نہین اسکا مطلب آپ
کیا سمجھے یا بے سمجھے بوجھے یونہین بول اوٹھے اگر یہ مطلب ہے کہ وضو مین قدوری کے نزدیک جتنے اعضا
بدن انسان مین ہین اون سب کا دھونا مستحب ہے تو یہ امر محض غلط ہے قدوری کا تو مرتبہ اسلے ہے
ادنے فقیہ بلکہ کوئی مسلمان اسکا قائل نہین ہوا اور اگر یہ مطلب ہے کہ جو اعضا وضو مین دھوئی جاتی ہین
یعنے ہاتھ پاؤن منہ اونکو پورا دھونا اس طرح سے کہ کہین سوکھا نہ رہ جاوے قدوری کے نزدیک مستحب ہے
تو یہی غلط ہے کیونکہ وہ اعضا وضو مین دھونا فرض ہے اونکو پورا پورا دھونا اس طرح پر کہ
کہین سوکھا نہ رہ جاوے قدوری کیا تمام فقہا حنفیہ کے نزدیک فرض ہے یہانتک کہ اگر ایک ذرہ کی قدر
ان اعضا مین تر سوکھنے سے باقی رہ جاویگا تو وضو نہوگا مطلب صحیح عبارت مذکورہ کا یہ ہے کہ استیعاب سے
مراد پورے سر کا مسح کرنا ہے اور غرض یہ ہے کہ قدوری کے نزدیک نیت اور ترتیب اور پورے سر کا مسح کرنا
یہ تینون مستحب ہین اور جمہور فقہا کے نزدیک سنت موکدہ ہین یعنی کی شرح مین یہ بھی عبارت موجود ہے فعلے
قول لکون الترتیب مستحبا والمنصوص فی المبسوط ان الترتیب سنۃ کذا عند الجمہور انتہی پھنے سوافق قول
قدوری کے ترتیب مستحب ہے اور مبسوط مین مصرح یہ ہے کہ سنت موکدہ ہے اور ایسہی صاحب ہدایہ نے تصریح کی
اور سابقا ہم عبارت ابن الہمام کی لکھ چکے ہین کہ جس سے قدوری کے قول کی رد ہو چکی ہے اور معلوم ہو چکا ہے
کہ ترتیب کا سنت موکدہ ہونا حنفیہ کے نزدیک صحیح ہے پس یہ قول قدوری در باب استیعاب ترتیب مع تغیر
اوسپر اعتبار کرنا اور نصرت فضال لقال مین اوسکو پیش کرنا آپ ہی ایسے غیر مقلدین کا کام ہے قولہ لیکن
مخالط یہ ہے کہ فقہ پر چلنا فرض ہے اور حدیث پر چلنا جائز نہین سو جواب اسکا یہ ہے کہ جس شخص کا یہ عقاد ہو
وہ ہرگز مسلمان نہین کیونکہ اللہ نے قرآن مین جابجا فرمایا کہ اللہ تعالے اور اوسکے رسول کی راہ پر چلو اب
اقول واہ میان تو مسلم کل تو مسلمان ہوے اور اوسپر یہ جرأت کہ مسلمانون کو دائرہ اسلام سے باہر کرتے ہو
یہ جو مقلدین کہتے ہین کہ حدیث پر چلنا جائز نہین ہے یہ تم ایسے لوگون کے حق مین کہتے ہین کہ جنکو حدیث
اور قرآن کے مطلب سمجھنے کی قدرت نہین اور حدیث موضوع و غیر موضوع ناسخ اور منسوخ مین امتیاز نہین سو
ایسے لوگ اگر مطلق العنان کر دیے جاوین تو دین برباد ہو جائیگا جیسا کہ ہم اس زمانہ مین حضرات

غیر مقلدین میں بوجہ آزادی کے یہ صفت پاتے ہیں کہ مطلب حدیث اور قرآن کا جو کچھ دل میں کیا قرار دیدیا
جو چاہتے ہیں فتوے دیتے ہیں کوئی تو تمہارے زکات تجارت اور اڑا رہا ہے کوئی مشرک کا ذبیحہ درست
کہہ رہا ہے کوئی نماز کی قضا اور اگر قصداً کوئی شخص ترک کردے غیر واجب کہہ رہا ہے بے نمازیوں پر احسان
کر رہا ہے کوئی جمعہ کی نماز پڑھنے میں قبل آفتاب ڈھلنے کے بلکہ ڈیڑھ پہر دن چڑھے سے اہتمام کر رہا ہے
کوئی بلا ضرورت و بلا عذر شرعی ظہر میں مغرب میں پڑھنے کا حکم دے رہا ہے کوئی بوقت ضرورت سود سے
قرض لینا درست بتا رہا ہے کوئی پاؤں کے مسح کرنے کا وضو میں مثل قول شیعہ کے حکم دے رہا ہے اس قسم
کے بہت سے اقوال نواب بھوپالی فاضل قنوجی کے اور اونکے حواری و انصار کی تصانیف و تحریرات میں موجود ہیں
جسکو شوق ہو دیکھ لے اور ان سب مسائل واہیہ کا اثبات حدیث اور قرآن سے کیا جاتا ہے اور جمہور علمائے
امت محمدیہ پر الزام مخالفت قرآن و حدیث کا لگایا جاتا ہے پس ایسے ناسمجھوں کو بیشک فقط حدیث کا مطلب
سوائے اپنی جہالت و ناقص سمجھ کے عمل کرنا اور اوسپر فتوے دینا حرام ہے اور فقہ کوئی چیز مخالف قرآن و حدیث کے
نہیں بلکہ مسائل فقہیہ انہیں سے نکالے گئے ہیں پس انپر عمل کرنے میں مخالفت قرآن و حدیث کے کیونکر
ہوگئی **قولہ** ایک مغالطہ ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ ہر مسئلہ کے لیے سند رسول اللہ ﷺ تک پہونچانی
ضرور نہیں اسلیے کہ مجتہدوں نے بڑی سعی و کوشش سے ہر طرح کے مسائل جمع کر رکھے ہیں جواب اسکا یہ ہے کہ
کہ یہ بات بالکل غلط ہے الخ **اقول** ہرگز غلط نہیں بلکہ بالکل صحیح ہے اسوجہ سے کہ بہت سارے مسائل وہ ہیں کہ صاف صاف
قرآن اور حدیث میں نہیں مذکور ہیں بلکہ اصول شرعیہ و نصوص سے مستنبط ہوئے ہیں اونکی سند کیونکر
رسول اللہ تک پہونچ سکتی ہے مقلدین کو جانے دیجئے محدثین کا حال بتاتے ہے کہ اونہوں نے ہر جزئی مسئلہ
کی سند کب پہونچائی ہے دیکھو بخاری کو کہ ایک حدیث روایت کرتے ہیں اور اوس سے موافق اپنے اجتہاد کے
مسائل مستنبط کرتے ہیں اب اون مسائل کی سند تو رسول اللہ تک پہونچا دیں اور کہدیں کہ ان حضرت نے یہ مسئلہ
فرمایا ہے **قولہ** بہت سے حضرت کے اصحاب اور تابعین اور تبع تابعین سے ثابت ہو چکا ہے کہ دین کے
مقدمہ میں قیاس کرنا حرام ہے **اقول** یہ آپکی غلط فہمی ہے قیاس نہیں حرام ہے البتہ خود رائی حرام ہے
خلاف قرآن و حدیث کے رائے کو دخل دینا اور اپنی عقل سے قرآن و حدیث کو باطل کرنا کام شیطان کا ہے
لیکن یہ قیاس شرعی نہیں قیاس شرعی تو یہ ہے کہ جس امر کا حکم صاف قرآن و حدیث میں نہیں ہے اوسکا حکم
اوسکی نظائر سے نکالنا یہ حرام نہیں بلکہ بوقت ضرورت فرض ہے صدہا صحابہ و تابعین سے ایسا قیاس کرنا
ثابت ہے سنن دارمی اور اور کتب حدیث کو دیکھو اور پردہ غفلت کا اوٹھاؤ محدثین کی کتابوں کو
دیکھو کیا نہیں ایسا قیاس صدہا جگہ موجود ہے خود صحیح بخاری [illegible] سے مالا مال ہے **قولہ**

جو شخص عربی سمجھتا ہے وہ سمجھ قرآن بھی بیشک سمجھ سکتا ہے الخ اقول صرف عربی سمجھنے سے قرآن کے معانی صحیح نہیں سمجھ میں آسکتے ہیں جب تک کہ محاورات و نحو و بلاغت معانی و بیان و بدیع وغیرہ میں مہارت نہو اور احادیث رسول اللہ و آثار صحابہ سے جو تفاسیر آیات و اسباب نزول وغیرہ میں وارد ہیں واقفیت نہو وہ صرف عربی سمجھنے والا ہرچند فنون و علوم سے ماہر ہوگا قرآن کا مطلب غلط سمجھے گا لوگوں کو گمراہ کریگا یہ دعبر و وجہ اللہ وغیرہ آیات صفات الٰہی سے ظاہر معنی سمجھ کر خدا کے ہاتھ پاؤں منہ وغیرہ تمام اعضاء ثابت کرنے لگیگا زمرۂ مشبہ کے وادی ضلالت میں پڑ جائیگا آیۂ لاتدرکہ الابصار وہو یدرک الابصار سے نفی رویت الٰہی کی کرنے لگیگا اور مثل معتزلہ کے اہل سنت سے علیحدہ ہو جاویگا آیۂ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا اور آیۂ انما الخمر والمیسر الخ سے الکافرین سے سمجھنے لگیگا کہ مسلمان فاسق فاجر اور بغیر جو بے توبہ کے مرگیا ہو ہرگز جہنم میں داخل نہوگا اور فرقہ مرجئہ کے شریک ہو جائیگا آیۂ ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا سے سمجھ لیگا کہ اصحاب کبائر کبھی نہ بخشے جائینگے اور ہمیشہ دوزخ میں جلینگے اور قدر المقدم معتزلہ کے ہو جائیگا باب میراث میں ایک آیت سورۂ نساء کی شروع میں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہن کا حصہ ترکہ میت سے اور بھائی کا چھٹا حصہ ہے اور دوسری آیت آخر سورۂ نساء میں ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہن کا حصہ نصف ہے پس صرف عربی سمجھنے والا کیا سمجھیگا جب تک احادیث و آثار صحابہ مفسرین سے اسکو واقفیت نہوگی اور یہ بات نہ معلوم ہوگی کہ اول مقام پر مراد بہن سے اخیافی ہے یعنے جسکی ماں ایک ہو باپ متفرق اور دوسرے مقام پر بہن عینی اور علاتی الغرض یہ ایک بڑا مغالطہ غیر مقلدین کا ہے کہ قرآن اور حدیث کا سمجھنا بہت آسان ہے بجز عربی سمجھنے کے اور کچھ استعداد علمی ضرور نہیں ہے اسی وجہ سے ان حضرات میں سے ایک ایک اللفل مکتب جو کچھ معنی قرآن و حدیث کے سمجھ لیتا ہے اور سپر فتوے دینے کو تیار ہو جاتا ہے اور بے دھڑک اپنے قول باطل کو اللہ اور رسول کی طرف منسوب کر دیتا ہے بھائی مسلمانوں کو چاہیے کہ ان مغالطات میں نہ پڑیں اور ان لوگوں کی تحقیق پر کان نہ دھریں اور سمجھ لیں کہ یہ لوگ خود رائے بہکائی ہوئی ہیں انکی قول و فعل کا کسی طرح سے اعتبار نہیں ہے قولہ ایک مغالطہ حدیث پر چلنے والوں کو مقلدین ائمہ پر دیتے ہیں کہ حدیث پر چلنے والا حدیث کے ضعیف اور صحیح اور موضوع ہونے کا حال اور تحقیق رواۃ کی کس قسم کے بہم پہونچائے گا جواب اوسکا یہ ہے کہ بیشک احادیث کی تینوں قسم کا موجود ہے تحقیق رواۃ اور حال سند پر اور اس بارہ میں مقلدین تو کیا مغالطہ دینگے کہ خود ہی مغالطہ میں پڑے ہیں اسلیے کہ جس طرح صحت حدیث کے لیے سند رسول اللہ تک پہونچانی چاہیے ایسی سند روایت فقہ کے مقلدوں کو انمہ تک

نہیں بجا لانی چاہیے جو صرف حنفیون کو کہ وفات امام اعظم کے بعد دو تین سو برس کی ہجرت سے ہے تو اونہین کیونکر
معلوم ہوا کہ یہ قول امام اعظم کا ہے یا اور کیسکا اور سند حدیث کی امتہ زمانے مین بہ نسبت سند روایت فقہ
کی بہت آسان ہے اسلیے کہ محدثین نے تمام حدیثون کو کس کس تحقیق اور سند سے جمع کیا اور صحیح کو صحیح اور ضعیف
کو ضعیف بتا دیا **اقول** ۵ برین عقل و دانش بباید گریست ۴ آسان کو مشکل اور مشکل کو آسان کہدینا آپکا
کام ہے سند روایت فقہ اور اس بات کی تحقیق کہ یہ قول امام اعظم کا ہے حنفیون کو بہت آسان ہی زیادہ
حاجت تحقیق حال سند کی نہین ہے اسوجہ سے کہ خود امام اعظم کے تلامذہ نے کتب متعدد تالیف کیے
امام محمد نے جامع صغیر و جامع کبیر اور سیر کبیر اور سیر صغیر اور مبسوط اور زیادات اور کیسانیات اور رقیات
اور ہارونیات اور کتب الآثار اور کتاب الحج اور موطا وغیرہ اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج و امالی وغیرہ
تالیف کین اور حسن بن زیاد نے کتاب الحج و غیرہ اور ادنین ان سبھون نے اقوال امام اعظم کو جو مانا فہ
اونسے سنے تھے یا ایک واسطہ سے پہونچے تھے درج کر دیے اور بعد اونکے جو فقہا ہوئے اونہون نے اقوال
امام اعظم کے اونہین کے تلامذہ کی کتب سے اخذ کیے پس یہ امر دریافت کرنا کہ اس مسئلہ مین امام اعظم کا کیا قول ہے
اور فلان قول امام کا کیسی اور کا تلامذہ امام کے اور قدما فقہا کے کتب دیکھنے سے بہت آسانی سے ظاہر ہوتا ہے
بخلاف کتب حدیث کے کہ ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین جمع نہین ہوئین اور صحابہ نے بھی
اپنے زمانے مین جمع نہین کین زمانہ تابعین سے انکا جمع ہونا شروع ہوا پس احتیاج انمین تحقیق رجال
سند کی طرف ہوئی اور جیسا کہ محدثین نے اچھی طرح کوشش کر کے صحیح اور ضعیف اور موضوع مین تفرقہ کر دیا
اور رجال اسانید کا سب حال لکھدیا اسیطرح فقہا نے اپنے امام کے اقوال کی تنقیح کر دی اور روایات
نادرہ و روایات ظاہرہ مقبولہ مین امتیاز کر دیا اور ہر امتیاز مرجع عنہا و درایتہ مرجع الیہا کی تصریح کر دی پس
عالم ذی فہم سلیم کو بہ نسبت محدثین اشکال باقی نہ رہا اور نہ اونمین اور جاہل کور باطن کو دونون مین اشکال باقی ہے
**قولہ** ایک قاعدہ مقدمہ یہ ہے کہ جب دو حدیثین مختلف ہون معنون اور حکم مین تو اب عمل کرنیوالا
حدیث کا کیونکر عمل کریگا جواب یہ ہے کہ جن حدیثون کو مقلدین ایسمین مختلف سمجھتے ہین یہ سب اونکی
قصور فہم اور قلت تدبر کا ہے ورنہ شارع کی طرف سے خاص ایک بات مین دو حکم کیونکر صادر ہون
**اقول** یہ صحیح ہے کہ شارع کی طرف سے ایک بات مین دو حکم مختلف نہین ہو سکتے ہین الا یہ کہ ایک
منسوخ ہو اور ایک ناسخ مگر ظاہر مین تعارض و اختلاف بہت سی احادیث اور آیات مین موجود ہے اسی
تعارض ظاہری کے رفع کے لیے اصول نے صورتین مقرر کین جس سے یہ اشکال رفع ہو جاوے پس جو شخص
ان قواعد کو سمجھیگا نہ اصول کو لحاظ کریگا فقط عمل بالحدیث کا دم بھریگا اوسکا ایسے مقامات مین کچھ نہ بن پڑیگا

تم جہان اپنی فہم مین جو کچھ مطلب آجاوے اوسی پر عمل کرے اور دفع تعارض جس طرح سے اپنی سمجھ مین آوے کرے اور بے تہ ہوکے آزادی اختیار کرلے تو بہت آسان ہے قولہ سو اب جس کیواسطے تصوف و تقلید علم کے اختلاف اور تعارض معلوم ہو تو چاہیے کہ رجوع کرے طرف رسالہ ابن قتیبہ کے اور کتاب ام شافعی اور کتاب ارشاد الفحول مصنفہ محمد بن علی شوکانی کے اور منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول اور حصول المامول من علم الاصول اور رفع الشبہ عن السائل اے ادلۃ المسائل یہ تینون کتابین سید محمد صدیق حسن خان صاحب کے اقول یہ رسالہ دفع تعارض کے واسطے ہدایت اپنے فرقے کو ہوئی تو بواسطے سید صدیق حسن خان کے کتب کی طرف رجوع کی تصانیف اغلاط اور مسامحات اور لغویات سے بھری ہوئی ہین انہین مین ہی کہ ارکان تجارت واجب نہین ہے انہین مین ہے کہ قصداً اگر کوئی نماز جمعہ پڑھے تو اوسپر قضا واجب نہین انہین مین ہے کہ ذبیحہ مشرک کے ہاتھ کا درست ہے انہین مین ہے کہ بدون اسم اللہ کے اگر ذبح ہوا تو اوسکا گوشت حلال ہے غرض ایسے مسائل خلاف قرآن و حدیث اوسکی تالیفات مین بہت ہین اور تعصب پر اوسنے معاونین اور انصار کے یہ بھی ثابت ہوچکا کہ نواب صاحب کو اپنی تصانیف مین تحقیق اور تنقیح اور التزام صحت اور تحقیق حق جو شان علماء دین سے ہے منظور نہین ہے بلکہ کتاب مین رطب یابس جمع کرکے دنیا اوپر اودہر سے منفعت سرقہ کرکے عبارات کی قطع و برید کرکے کچھ گھپا بھرہا کے اپنا نام لکھدینا منظور رہتا ہے شوکانی کی طرف زیدیہ چلتا ہے اور نیل الاوطار وغیرہ مین ہے اکثر مباحث کتب زیدیہ سے ہے کہ وہ ایک فرقہ ہے فرق شیعہ سے نقل کرتا ہے اور اصول اوسکے بہت سے مخالف جمہور علماء امت محمدیہ کے ہین اور مسائل فرعیہ اوسکے بہت سے موافق احکام ظاہریہ کے لغو و باطل ہین ایسے شخص کی تصنیف پر اعتماد کرنا اور ایسی نواب بہبالی کی تصانیف کو بالکلیہ کتب شوکانی اور حرانی سے ماخوذ ہین اعتماد کرنا کسی مسلمان کو درست نہین ہے ہان جسکو فی تعارض احادیث کی طرف معلوم کرنا منظور ہو وہ طحاوی کی شرح معانی الآثار اور مشکل الآثار کو اور امام محمد کی کتاب الحجج کو دیکھے یا اور محدثین شافعیہ کے کتب کو مطالعہ کرے کہ اونسے اصل کیفیت منکشف ہوجاوے قولہ ایک غالطہ امام اعظم کی مقلد حدیث پر چلنے والون کو یہ دیتے ہین کہ جہان دو حدیثین آپسمین متعارض ہون وہان امام اعظم نے اوس حدیث پر عمل کیا ہے جسمین احتیاط ہو سو جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ بہت سی حدیثین ایسی ہین کہ جنپر امام اعظم نے عمل نہین کیا وہ بہ نسبت اون احادیث کے جنپر امام اعظم نے عمل کیا ہے صحیح بھی زیادہ ہین اور احتیاط بھی اونہین پر عمل کرنے مین موجود ہے الخ اقول یہ امر کہ امام اعظم کے مذہب مین احتیاط نہین ہے صرف حنفیہ نہین کہتے ہین بلکہ اور علماء بھی اسکی گواہی دے رہے ہین اور اون احادیث پر کہ امام نے اونپر عمل نہین کیا اونپر عمل نہ کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہین سو کمیونیز ان شعرانی مین موجود ہے

انی بحمد اللہ نسبت مذہبہ فوجدتہ فی غایۃ الاحتیاط وہو ع تحقیق میں نے تتبع کیا مذہب ابوحنیفہ کو پس پایا میں نے اوسکو
غایت احتیاط اور اتقا میں وقد اجمع السلف والخلف علی کثرۃ ورع الامام ابی حنیفۃ وکثرۃ احتیاطہ فی الدین وتوقہ
من اکثر فلا نیشاغنہ من الاقوال الاماکان علی شاکلۃ حالہ انتہی یعنے اتفاق کیا ہے سب اگلوں اور پچھلوں نے
اس امر پر کہ ابوحنیفہ بڑے متقی اور پرہیزگار اور بڑے محتاط امور دین میں تھے اور بہت ڈرنے والے پروردگار سے
پس نہ صادر ہونگے ایسے شخص سے مگر ایسے اقوال کہ اوسکی صفات کے موافق ہونگے یعنے اونمیں احتیاط زیادہ ہوگی
اور اجتہاد بھی اوسمیں کامل ہوگا علی اختلاف مراتب الامام الاوحد شدد وفی شئے وترک التشدید فی شئے آخر توسعۃ للامۃ
کما یعرف ذلک من سیر ہم کلہا مثل ما سیر ناہ فمتقدم یرجو حدقلۃ الاحتیاط فی شئے من مذہب الامام ابی حنیفۃ
فلا خصوصیۃ لہ فی ذلک علاوہ یہ ہے کہ کوئی امام نہیں ہے ائمہ مجتہدین سے مگر یہ کہ اونسے بعض احکام میں سختی
اور احتیاط کو اختیار کیا ہے اور بعض احکام میں تشدد کو چھوڑ دیا بغرض آسانی کے امت محمدیہ پر جیسا کہ مخفی
نہ رہیگا یہ امر اوس شخص پر جو مذہب مجتہدین کو غور سے دیکھیگا پس برتقدیر وجود قلت احتیاط کی کسی مسئلہ میں
مسائل ابوحنیفہ سے کچھ اوسپر طعن نہیں ہوسکتا ہے اسوجہ سے کہ کسی امر میں آسانی کو اختیار کرنا اور احتیاط
وتشدد کو ترک کردینا اونکے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سب مجتہدین اور محدثین کے مذاہب میں موجود ہے اور
خیر احسان میں ہے اعلم ان ممن زعم ذلک من المتقدمین سفیان الثوری والاخرین منہم الحافظ ابوبکر بن
ابی شیبۃ الکوفی شیخ البخاری وسبب صدور ذلک عنہم انہم استرسلوا ولم یتاملوا قواعدہ واصولہ انتہی یعنے اون
لوگوں میں سے کہ گمان کیا ہے اس امر کا کہ ابوحنیفہ نے بہت سی احادیث صحیحہ کو چھوڑ دیا سفیان ثوری ہیں اور
بخاری کے استاذ ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں اور سبب اونکے اعتراضات کا یہ ہوا کہ اونہوں نے ابوحنیفہ کے
قواعد اور اصول کو غور نہ کیا اور اونکے طریقوں کا اونکو علم نہوا اسوجہ سے یہ سب اعتراض کرینگے انحاصل
شہادت اکابر دین یہ امر ثابت ہے کہ ابوحنیفہ بڑے محتاط تھے اور احکام شرعیہ میں کمال مرتبہ احتیاط کا
لحاظ رکھتے تھے اور جب دو حدیث متخالف ہوں اور دونوں صحیح ہوں اور واجب العمل ہوں تو اوسوقت
ایسی پر عمل کرتے تھے جسمیں احتیاط زیادہ ہوتی تھی باقی وہ مسائل کہ جنمیں شبہ ترک احتیاط کا ہوتا ہے اونمیں
یا تو احادیث مخالفہ امام اعظم تک نہ پہنچیں یا پہنچیں پر معتبر نہ ہوں یا اونکے مطلب سمجھنے میں فرق واقع ہوا یا اون
احادیث پر اور احادیث کو امام نے ترجیح دی اسوجہ سے اونپر عمل نہیں کیا جو شخص اصول وقواعد ائمہ سے
واقف ہوگا وہ سمجھ لیگا کہ ائمہ کو بعض احادیث پر عمل ترک کرنے کا کیا سبب ہوتا ہے اور کس وجہ سے اون
احادیث کے خلاف حکم دیتے تھے قولہ [۲۱۶] اور ایک مخالفہ مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو کہتے ہیں کہ حدیث پڑھنے
والے فقہ کی کتابوں کے مسائل کو نہیں جانتے ہیں بلکہ بعض لوگ انکو مرجود کہتے ہیں جواب اسکا یہ ہے

کہ فقہ کی کتابوں کے جو مسائل کہ قرآن اور حدیث کے مطابق اور موافق ہیں وہ تو حدیث پر چلنے والوں کا بھی دین اور ایمان ہے لیکن جو جو مسائل کہ قرآن اور صحیح حدیثوں کے خلاف ہیں اونکو البتہ حدیث پر چلنے والے برا جانتے ہیں اور اوسپر عمل کرنا حرام ہے چنانچہ نظیر اوسکی مشت نمونہ خروارے کے یہ مسئلہ فقہ کی کتابوں کا مخالف حدیثوں صحیحہ کے اس کتابسکے باہرویں مغالطہ کے جواب میں گذر چکا ہے اقول خلاف ہونا مسائل فقہ کا ساتھ آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کے وہ معتبر ہے جسکے نقاد فقہا اور حدیث تصحیح کرتے ہیں اور ماہران فقہ واصول اوسکو مخالف بتلاتے ہیں ورنہ ایسے مقام پر خود ہی فقہا رقول مخالف کو واگذاشت کر دیتے ہیں یا اوسکی کچھ تاویل کرتے ہیں اور اسکا نام مخالفت نہیں ہے کہ بے سمجھے بوجھے ایک حدیث اور ایک آیت لے لی اور وہ آیت و حدیث جس سے وہ مسئلہ مستنبط ہوا ہے جمہور و جہابذہ نے مخالفت کی تہمت لگا دی بایں کہ نہ مطلب قرآن کا سمجھے اور نہ حدیث کا اور نہ مسئلہ فقہ کا اور بے غور و تامل کے حکم کر دیا کہ یہ مسئلہ مخالف قرآن و حدیث کے ہے جیسا کہ آپنے بارہویں مغالطہ کے جواب میں انہیں دو طریقوں کو اختیار کر کے اپنا نام جاہلوں میں روشن کیا جواب آپکی اکثر تقریرات و تحریرات کا سابقا گذر چکا ہے حاجت اعادہ کی نہیں ہے قولہ اور ایک مغالطہ مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ حدیث پر چلنے والے حدیث کے آسان آسان مسئلوں پر عمل کرتے ہیں مشکل پر نہیں چلتے ہیں جواب یہ ہے کہ جو لوگ حدیث کے آسان مسائل کو چھوڑ کر مشکل مسائل پر عمل کرتے ہیں وہ لوگ بڑے بے وقوف اور اللہ تعالے کے نافرمان ہیں کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر یعنے ارادہ کرتا ہے اللہ تمہارے آسانی اور نہیں ارادہ کرتا ہے ساتھ تمہارے دشواری کو اقول یہ آپ کی ہوقوفی ہے کہ مطلب قرآن کا تو کچھ ہے اور آپ کچھ سمجھ رہے ہیں قرآن کی آیت سے تو غرض یہ ہے کہ حق تعالے نے اس دین میں آسانی کر دی اور اس امت پر احکام آسان آسان مقرر کیے اور جسقدر سختیاں اور دشواریاں تھیں وہ سب معاف فرما دیں اور اسمیں کسیکو گفتگو نہیں ہے غرض تو یہ ہے کہ ایک حکم آسان اور وہ مشکل اوس سے دونوں حدیث صحیح سے ثابت ہوں ایسے وقت میں آسان کو لینا اور مشکل سے بھاگنا جیسا کہ شان غیر مقلدین کی ہے شان ارباب تدین کے نہیں ہے دیکھیے نماز وتر تین رکعت ایک رکعت سات رکعت پانچ رکعت گیارہ رکعت نو رکعت تیرہ رکعت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے باایں ہمہ ہمنے کسی غیر مقلد کو نہیں دیکھا کہ تیرہ رکعت وتر پڑھتا ہو بلکہ سب ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں اور دعوے متابعت حدیث کرتے ہیں اگر اپنے دعوے میں وہ سچے ہوتے تو کبھی سات نو تیرہ بھی پڑھ لیتے پس معلوم ہوا کہ زبانی جمع خرچ ہے اصل مقصود یہ ہے کہ کسطرح آسانی نکل ہو جاوے عبادت میں ایسے باب تراویح میں اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گیارہ رکعت کا پڑھنا ثابت ہے مگر بیس رکعت کا اہتمام حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہم وغیرہ کے زمانے میں ہوا

اوسپر تمام صحابہ کا اتفاق کرنا بسند صحیح ثابت ہے، وفعل خلفاء راشدین کا اگر تسلیم کیا جاوے کہ سنت موکدہ نہیں ہوتا ہے مگر اسمین تو کچھ شبہ نہیں ہے کہ اونکا فعل فعلہ وہ ما جو پر سب صحابہ اتفاق کر جاوین خالی استحباب وندب سے نہین ہوتا ہے اور اونکے اتباع مین کچھ گناہ نہین لازم آتا ہے بالجملہ تمام غیر مقلدین نے التزام کیا ہے کہ آٹھ ہی رکعت تراویح پڑھتے ہین اور زائد رکعات سے ایسا بھاگتے ہین جیسے شیطان لاحول سے اور دعوے اتباع سنت کا کرتے ہین اور قدماے وموافقت حضرات صحابہؓ سے پرہیز کرتے ہین سکا کچھ اوسب نہین بجز اسکے کہ رمضان مین روزہ کھول کے بیس رکعت پڑھنا اور اوسمین ختم قرآن کرنا بڑی مشکل معلوم ہوتی ہے اور یہ عبادت نفس پر نہایت شاق گذرتی ہے نفس پروری کے واسطے نماز مین اقتصار کر دیا اور ظاہر ہے کہ موافقت سنت کا سہل اور زیادہ ثواب یہ ہے کہ عدد تراویح مین تو غیر مقلدین موافقت سنت کا دم مارتے ہین اور کیفیت کو بالاے طاق رکھدیتے ہین تفصیل اسکی یہ ہے کہ صحاح ستہ مین سردی ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک رمضان مین تیسوین شب کو صحابہ کے ساتھ قیام فرمایا اور اگرچہ کتنین آٹھ پڑھین اور تین وتر مجموعہ گیارہ رکعت مگر اونکو ایک تہائی رات تک ادا کیا بعد اوسکے جو پچیسوین شب ناغہ کی پچیسوین شب کو آپنے پھر قیام فرمایا اور آدھی رات تک نماز ادا کی پھر پچیسوین شب کو قیام نہ کیا ستائیسوین شب کو پھر آپ برآمد ہوے اور سب اپنے اہل وعیال کو جمع کیا اور صحابہ بھی اوس روز بکثرت جمع ہوے اون سب کے ساتھ آپنے قریب وقت سحر تک نماز ادا کی بعد اوسکے آپنے اہتمام چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اگر مجکو خوف اس امر کا نہوتا کہ قیام رمضان تمپر فرض ہوجاوے تو مین ہمیشہ ایسی اہتمام سے نماز ادا کرتا تفصیل اس روایت کی اور ایسی اور روایات کی متعلقہ ابواب تراویح مین ہے ان شاء اللہ فی احیاء سنۃ سید الابرار مین موجود ہے جسکو شوق ہو اوسکو مطالعہ کرے ایسی غیر مقلدین نے ہمارے سر پر یہ تہمت رکھی ہے کہ ہم اس بات کے قائل ہین کہ ان راتون مین آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت پڑھنا ثابت ہے بیس نہین ثابت ہے ہم نے جو دیکھا اللہ تعالیٰ پر اقتصار کیا اور یہ نہ خیال کیا کہ آن حضرت نے کسقدر تطویل قرارت ان رکعات مین کی تھی اور کتنی دیر تک تراویح پڑھتے تھے کہ ایک شب مین ایک حصہ رات کا گذر گیا تھا اور دوسری شب کو آدھی رات گذر گئی تھی اور تیسری شب کو شام سے صبح تک نماز پڑھی کہ صحابہ کو تردد ہوا کہ سحر کا وقت ملتا ہے یا نہین کیا اسی کا نام مدین ہے کیا اسکا نام اتباع حدیث ہے کیا اسکو اطاعت سنت نبوی کہتی ہین کیا اسکو اتباع شریعت کہتے ہین کہ جو رائے نفس پر گران نہ گذرے اوسپر تو عمل کر لیا جاوے اور جو گران گذرے اگرچہ فعل نبوی ہو چھوڑ دیا جاوے بجد آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی تراویح ایسی نہین پڑھی کہ جلدی جلدی آٹھ رکعت پڑھ کے فارغ ہوگئے اور گھر کی راہ لی ہو اب اگر کسی غیر مقلد سے کہیے کہ آٹھ رکعت سحر تک پڑھو تو وہ حضرت غلبین جہانگیرین گے اور کہینگے اگر ایسی آٹھ پڑھنا ہے تو ہم بیس کو کیون چھوڑین ہم سے تو وہی غنیمت ہے ذرا ایسی سنن موکدہ کو دیکھیے کہ

اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حالت سفر میں کبھی نہ پڑھی ہیں اور کبھی نہیں پڑھی ہیں اور سوائے انکے اور نوافل جیسے تہجد وغیرہ سفر میں بھی آپ پڑھتے تھے اور کمال اہتمام کرتے یہ باب غیر مقلدین کو دیکھیے کہ سفر میں سنن موکدہ کے ادا کرنے کی قسم کھاتے ہیں اور دعوی اتباع حدیث کا ہے مگر بعد نوافل ندارد اور سمین چونکہ محنت پڑتی ہے اسوجہ سے فعل نبوی کا اعتساف کرتے ہیں اور بلنت موکدہ کے چھوڑنے میں چونکہ نفس امارہ کو خوشی حاصل ہوتی ہے اسوجہ سے فعل نبوی کے ساتھ استثنا کیا گیا ہے ایسی ہی نوافل روزمرہ کو دیکھیے کہ غیر مقلدین نماز کی کمی میں مصروف ہوتی ہیں اور سنت حدیث پیش کر دیتے ہیں اور یہ حدیث نماز کی حدیثیں بالکل بھولے ہوئے ہیں جمعہ کے بعد نماز جمعہ دو ہی رکعت پڑھتے ہیں اول ظہر کی بھی دو ہی رکعت پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث میں یونہیں آیا ہے اور یہ نہیں خیال ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز اشراق اور چاشت بھی پڑھتے تھے اور چار رکعت بعد زوال کے پڑھتے تھے اور سوا اسکے اور بھی نمازیں آپ سے کتب حدیث میں مروی ہیں پس جیسی اقتدا اوس اقتصار میں کرتے ہیں ایسی ہی اقتدا اگر ان نمازوں کے پڑھنے میں بھی ہووے تو البتہ ہم سمجھیں کہ یہ لوگ متبع سنت ہیں ماشاء اللہ کہا ہے بہت سے علما غیر مقلدین کو دیکھا ہے کہ بک بک کرنے میں تو مشاق اور دعوی اتباع حدیث میں طاق مگر بحقیقت نماز کی جماعت کے تارک ہیں وتر تو ایک رکعت پڑھ لیتے اور تراویح آٹھ اور سنن موکدہ ندارد مگر یا پھر دین کا کچھ خیال نہیں الحاصل ان حضرات کا یہ دستور ہے کہ جس بات میں آسانی ہووے اور نفس امارہ کو مشقت اور تکلیف نہو اور خلاف تعیش و راحت و دنیوی نہووے وہ تو اختیار کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث میں یونہیں آیا ہے اور جس عبادت میں مشقت گذرتی ہو اور نفس پر بوجھ اور راحت اوس میں نہوتی ہو اوسکو ہرگز نہیں لیتے ہیں گو حدیث صحیح سے ثابت ہو اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو پس مثل انکی مثل اول لوگوں کے ہے جنکے حق میں حق جل شانہ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذلک منکم الا خزی فی الحیاۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردون الی اشد العذاب قولہ ۲۵ اور ایک مغالطہ امام اعظم کے مقلد حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ جسقدر لوگ اس مذہب کے مقلد ہیں اور کسی مذہب کے نہیں اور ترمذی میں روایت ہے ابن عمر سے کہا فرمایا رسول خدا نے ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالۃ ویداللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار یعنے تحقیق اللہ نہیں جمع کریگا امت میری کو اوپر گمراہی کے اور ہاتھ اللہ کا ہے اوپر جماعت کے اور جو شخص کہ جدا ہے جماعت سے تنہا ڈالا جاویگا بیچ آگ کے اور ابن ماجہ میں روایت ہے انس سے قولہ فرمایا رسول خدا نے اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار یعنے پیروی کرو جماعت بڑی کی پس تحقیق جو جدا ہوا جماعت سے تنہا ڈالا جاوے گا بیچ آگ کے سو جواب اسکا یہ ہے کہ حدیث یداللہ علی الجماعۃ اور اتبعوا السواد الاعظم کا یہ مطلب نہیں کہ جس طرف بہت لوگ ہوں حق اور ہدایت پر وہ ہی لوگ ہوتے ہیں کیونکہ اگر ان حدیثوں کے یہ معنے لیے جاویں تو بیشک حضرت امام حسین اور اونکے ساتھ والے سب گمراہ ٹھہرتے ہیں کیونکہ جو کہ کربلا میں امام کے ساتھ تو

صرف بیاسی آدمی تھے اور عمر بن سعد کے ساتھ جو کہ امام حسین سے لڑنے آیا تھا سوار اور پیادہ بائیس ہزار آدمی تھے اقوا
آپ کی سمجھ اور رواہ رسے آپ کی مثال ایسی سمجھ آپ کو حسین کرو اور حسین کے ساتھ اوس وقت میں بیاسی آدمی تھے مگر اوا
موافق ہزار یا آدمی تھے اور تمام بلاد حرمین و کوفہ وغیرہ کے اکثر لوگ امام حسین کی انکثریت کے موافق تھے اور یزید اور
انصار کے افعال سے ناخوش تھے پس کثرت امام ہی کی طرف تھی نہ یزید کی طرف اور معنے اون دونوں حدیثوں کے یہی ہیں کہ
اکثر بندگان خدا بہتر سمجھیں اور اکثر لوگ اوسپر اتفاق کریں وہ حق ہے باطل و ضلالت نہیں اور نہ حنفی کے مقا
مذاہب کے مقلدوں کی کثرت سے سرزمین رہے اور صدہا اولیا اللہ و مقربین بارگاہ رہی مذہب کے
اور سوا کے مقلدین کے اور مجتہدین اور محدثین ہر اس مذہب کے اور اس مذہب کے امام کے مداح اور ثنا خوان رہے
مذہب کو مذہب ضلالت نہیں سمجھا بلکہ منجملہ مذاہب اہل حق کے شمار کیا پس اب جو شخص اس مذہب کو مذہب ضلالت
اور برا کہے یا امام مذہب کی توہین کرے وہ بلاشبہ مورد اون احادیث کا ہوگا ہذا آخر الرسالۃ والحمد للہ علے اتمام
العجالۃ حنفیہ حنفی نہ رہے کہ اس رسالہ میں ضروری مقامات سے بحث کی گئی اور سوا انکے صدہا مقامات ظفر مبین کے
محض لغو و مہمل ہیں کہ بنیہ بحث کرنا فضول سمجھا گیا اور اوسی وجہ سے اوس سے اعراض کیا گیا اور اس کتاب یعنی ظفر مبین کے
لغو ہونے پر یہ تاریخ اوسکا دال ہے جو غلام اکبر خان نے اوسکے آخر میں لکھا ہے (کیا اچھا ہاتف خرافات ہے) اور خود
اوسکے مؤلف نے بنیہ شعار آبدار آخر میں درج کیے ہیں اور آخر میں اوسکے نقطہ بھیانی واقع ہوا ان دونوں لفظوں نے
سنجانب اللہ شہادت اس مضمون کی دے دی کہ وہ کتاب خرافات اور بھیانی سے بھری ہوئی ہے حق جل شانہ تمام امت
محمدیہ کو مکابدہ غیر مقلدین سے محفوظ رکھے اور تلبیسات موسوسین سے بچا وے آمین ثم آمین

# خاتمۃ الطبع

حامدا و مصلیا و مسلما بفضلہ تعالے جواب ظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین جو کہ مصنفات سے
علامی الدین لاہوری کتاب فروش نو مسلم کی زمام عملی اوسکا سری چندیا ہری چند تھا ہی سے بصرۃ المجتہدین
ماہ رمضان المبارک ۱۲۹۹ ہجری میں مطبع نجم العلوم کا رنامہ میں بحسن اہتمام جناب مولوی محمد یعقوب صاحب
چھپ کے مطبوع طبائع ہر خاص و عام ہوا لقین ہے کہ جو منصف مقلد اس جواب کو دیکھیگا اگر انصاف او
نصیب ہوگا تو اس سے بہرہ مند ہوگا اور راہ راست پر آجاویگا اور مقلد واسطے یہ جواب کے سند
حق جل شانہ اس جواب سے برادران دینی کو منتفع بہ فرماوے اور مخالفات و منازعات مقلدین و غ
کو مرتفع فرماوے و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علے رسولہ خیر خلقہ
علے آلہ و صحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ٭

# تقریظ رسالہ نصرۃ المجتہدین از جناب مولوی محمد اسبعد صاحب سکندرپوری

حامداً و مصلیاً

وہ زمانہ تھا کہ جب آنکھ اوٹھا کر دیکھتے تھے جہان تک نظر کام کرتی تھی حنفی ہی نظر آتے تھے ہندوستان ایسے [illegible] سلاطین و وزرا و امرا و رکین دولت قاضی و مفتی و محتسب و سپاہ و رعایا حنفی ہوں پھر خیال کرنا چاہیے کہ حنفیہ کو کیا کچھ رونق نہ ہوگی زمانہ پیشین مین علمانے مسائل کی وہ چھان بین کی کہ سبحان اللہ صدہا متون و شروح و فتاوے فقہ حنفی مین لکھے گئے متاخرین اسپر بھی قانع نہوے عالمگیر بادشاہ نے زر خطیر صرف کرکے بڑے جد و جہد سے فتاوے جمع کرایا جو کلکتہ و دہلی و مصر مین چھپ گیا ہے اوسکے بعد رد المحتار و طوالع الانوار وغیرہ فتاوے ایسے تصنیف ہوے جو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین عبرۃ کا مقام ہے کہ سلاطین و وزرا و امرا و علما ایسے گئے گذرے کہ ہوے ذکر خیر کے اونکا قائم مقام زمانہ اب قاضی کا درہ ہے محتسب کا احتساب پھر کیا کہنا تھا آزادی کی بو باروں کے دماغ مین گھس گئی اکثر لوگ لامذہب ہوگئے اور ہوتے جاتے ہین جنھین اشعۃ اللمعات و [illegible] سمجھنے کا سلیقہ نہین وہ آپ کو محدث کہلاتے ہین غضب یہ ہے کہ چند روز سے امام اعظم ابوحنیفہ کوفی علیہ الرحمہ پر بیمار [illegible] لکھے جاتے ہین چونکہ قرب قیامت سے لوگون کی توجہ لامذہبیہ کی طرف بڑھتی جاتی ہے اسلئے روز مرہ کا بازار گرم ہوا جاتا ہے ائمہ کے مطاعن کو لوگ شوق کی نظر سے دیکھتے ہین تاجرون نے اپنی اپنی یہ روزی ٹھہرائی ہے کہ امام کے مطاعن مین رسالہ لکھوایا اور چھپوایا پہلے تو تجار لوگون سے رسائل لکھوا کر چھپواتے تھے جیسے معیار وغیرہ مگر اب اسکی بھی ضرورت نہیں اب خود ہی لکھتے ہین اور آپ ہی چھاپتے ہین چنانچہ ان دنون رسالہ ظفر المبین چھپا ہے جو بعض تجار کی طرف منسوب ہے اوسمین نہایت بیباکی سے امام پر مطاعن کیے گئے ہین جب عالم بلیغ فاضل بوذعی جناب مولوی حکیم وکیل احمد صاحب ادام اللہ المجدہ نے اس رسالہ کو دیکھا بحمایۃ دین متین اوسکے جواب مین قلم اوٹھایا اور رسالہ نصرۃ المجتہدین تصنیف فرمایا ادھر جواب لکھا جاتا تھا ادھر جامع معقول و منقول حائز فروع و اصول جناب مولوی محمد یعقوب لکھنوی سلمہ اللہ القوی مطالعہ و اراخبار کا رسالہ مین چھاپتے جاتے تھے اب خداوند کریم کے فضل سے جواب پورا چھپ کر طیار ہوگیا اور لوگ جو لامذہبیہ کی پھیل چلی تھی اوسپر پانی پڑ گیا کہان ہین قدردانان علم شریف لائین اور رسالہ نصرۃ المجتہدین کو ملاحظہ فرمائین

## قطعه تاریخ از مولوی ... سکندرپوری سلمه

| | | | |
|---|---|---|---|
| فضل خدا ... زمین و زمان | ز و زنده شمع آسمان | | گر از فیض او بهره دا... |
| گر بست بر نصره اهل دین | چو دیده خرافات و بهتان | مکان ... بر | بگشت امر ... گر |
| | پی سال طبعش سرود فهم بالغت | رفته | |

## قطعه تاریخ از مولوی ... سکندرپوری

| | | | |
|---|---|---|---|
| حال و بهتان چه پرسی | در فرقه است چار سو بل | هر یکی از علم و فضل عاری ... | بست موز... |
| لامذهب هر چه کرد تحریر | تقریرش او گفت گو جهل | تردمش تصنیف گشت هر یکان | |
| | سال طبعش شد مرا رغیب | لامذهب بے تیر و تو جهل | |

۱۲۹۹

## قطعه تاریخ از شیخ محمد عبدالعزیز صاحب سکندرپوری سلمه

| | | | |
|---|---|---|---|
| نصرة المجتهدین طبع شده | سرگونه ازان بے دینان | هاتف غیب گفتا تاریخ | نصرة المجتهدین فقد ر... |

۱۲۹۹

## قطعه تاریخ از شیخ محمد عبدالاحد صاحب سکندرپوری سلمه

| | | | |
|---|---|---|---|
| طبع شد | از سعد خاک بسر گشت عنود | هاتف غیب سال تاریخ | صبح فیض بر آمد فرمود |

۱۲۹۹

## تاریخ از حکیم محمد عبدالقدوس صاحب ... نارپوری

| | | | |
|---|---|---|---|
| نصرة الحبر ... | کھاگے اہل حسدمات بہ بات | کیسی تقریر ہو شیرین و لذت | اسکی ہر بات ہمانند نبات |
| ہو یہ تصنیف و | جسکے مشہور ہیں علم و منقولات | اسکی تاریخ کہی ہاتف نے | صیقل آئنہ اشراقات |

۱۲۹۹

## قطعه تاریخ از شیخ محمد ظهور الحسن صاحب سکندرپوری

| | | | |
|---|---|---|---|
| طبع کرد | پسندیدہ ہر کہ او دید | گوشم از غیب سال طبع شنید | شتر بے مہار باد عنید |

۱۲۹۹

## تاریخ از مولوی ... سعد صاحب سکندرپوری

| | | | |
|---|---|---|---|
| | عنید است | ہمیا یہ این کتاب مطبوع | از عقل و قیاس بس بعید است |
| | سرد سعید است | وانکس ز عناد کرد انکار | پیش اہل ہنر پلید است |
| | بگشت تاریخ | تحقیق مسائل سدید است | |

۱۲۹۹

## قطعه تاریخ شیخ محمد واحد صاحب سکندرپوری

| | | | |
|---|---|---|---|
| واہ کیا عمدہ رسالہ یہ چھپا | شستہ تقریر دیکھے کر | فکر تاریخ کی تھی فکر بہت | کہا ہاتف نے ذکر مون ہود لگیر |
| | سراعداء | لکھو | ہے یہ کیا عمدہ و مسلسل تقریر |

۱۲۹۹

## قطعه تاریخ از مولوی سید فیض ... صاحب بن جناب میر قائم علی صاحب ساکن بھوپال حال مقیم حیدرآباد دکن

| | | | |
|---|---|---|---|
| واہ کیا کتاب ہے عمدہ و انتخاب ہے | نادر و لاجواب | وقت و ثنا | از سعد مومنین معدن بخشش و عطا |
| ناصح خلق و خوش بیان عارف اہل جہان | فاضل و مفضل بیان | ادیب و شوا | |
| جب یہ کتاب چھپ چکی مومنوں کی ہوئی خوشی | فرد ذکر سال کی | ہاتف غیب سے ہوا | |

۱۲۹۹

## قطعه تاریخ از منشی غلام محمد غوث صاحب برادر زاده جناب قاضی القضا علیخان ...

| | | | |
|---|---|---|---|
| ... آخر من فاضله عصره ... | ... ماشد بے مخالف دین مبین ... | تالیف آن جناب مطلب مطالب ... | کس ہرش بعقل نبود |
| | بر سر خاده فهرست شهرت باحترام | کلک من نیز کرد رقم سال فرخش | مطبوع شد نفیس کتا |

۱۲۹۹